لسانی مطالعے
پروفیسر غازی علم الدین

نام : غازی علم الدین

تعلیمی استعداد : ایم اے (عربی، علوم اسلامیہ)،
ایم فل (علوم اسلامیہ)

پیشہ : تیس سال کالج کی سطح کی تدریس بحیثیت لیکچرر،
اسسٹنٹ پروفیسر، ایسوسی ایٹ پروفیسر اور پروفیسر

عہدہ : پرنسپل، گورنمنٹ ڈگری کالج افضل پور، ضلع میرپور،
آزاد کشمیر (پاکستان)

ادارت : مدیر اعلیٰ، علمی و ادبی مجلہ ”سروش“ میرپور آزاد کشمیر
نائب مدیر، ”فکرِ مستقبل“، میرپور آزاد کشمیر
ریذیڈنٹ ایڈیٹر (برائے میرپور) ”قرطاس“، گوجرانوالہ

تصانیف : ۱۔ میثاقِ عمرانی، ۲۰۱۲ء
(دوسرا ایڈیشن) مکتبہ جمال، اردو بازار، لاہور

۲۔ لسانی مطالعے، ۲۰۱۲ء
مقتدرہ قومی زبان پاکستان، اسلام آباد

۳۔ تنقیدی و تجزیاتی زاویے، ۲۰۱۲ء
بزمِ تخلیقِ ادب پاکستان، کراچی

۴۔ سروشِ اقبال کے نام، ۲۰۱۲ء
ڈاکٹر محمد رفیع الدین، مرکزِ تحقیقات، گورنمنٹ کالج میرپور،
آزاد کشمیر

جملہ حقوق بہ حق مصنّف محفوظ©

اشاعت اوّل : ۲۰۱۲ء (مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد)

اشاعت دوم : ۲۰۱۵ء

کتاب : لسانی مطالعے

مصنّف : پروفیسر غازی علم الدّین

ناشر : محمد عابد

قیمت : 460 روپے

مطبع : شرکت پرنٹنگ پریس، لاہور

E Books
WHATSAPP GROUP

Lisani Mutalay

by

Prof. Ghazi Ilm-ud-din

Edition - 2015

اہتمام

مثال پبلشرز رحیم سینٹر پریس مارکیٹ امین پور بازار، فیصل آباد

Phone: 041-2615359, 2643841, Cell:0300-6668284
E-mail: misaalpb@gmail.com

شو رُوم

مثال کتاب گھر، صابریہ پلازہ، گلی نمبر 8، منشی محلّہ، امین پور بازار، فیصل آباد

والدِ مرحوم میاں شہاب الدین

والدہ صاحبہ

برادرِ محترم محمد صادق قصوری (مصنف، ادیب)

رفیقۂ حیات

بیٹے، انجینئر محمد خُبَیب غازی

بیٹیوں، ڈاکٹر لینہ غازی

مناہل غازی

وجیہہ غازی

اور

دیگر بہن بھائیوں

کے

نام

E Books
WHATSAPP GROUP

Hasnain Sialvi

فہرست

E Books
WHATSAPP GROUP

مقدمہ

زبانیں بہ یک وقت انسان کے پیچیدہ سماجی، ثقافتی، نفسیاتی نیز تخلیقی تجربات ومعاملات کی آئینہ دار وآئینہ گر ہوتی ہیں۔ فی زمانہ معیشت، ٹیکنالوجی، سیاست، رابطہ ہائے عامہ نے اور سب سے بڑھ کر صارفیت نے زبانوں کی حیثیت، افادیت اور ارتقاء پر سوالیہ نشان قائم کر دیے ہیں۔

بقول جی۔ این دیوی ''دنیا بھر کے لوگ عالم گیریت کی قیمت اپنی لسانی روایت کی شکل میں چکا رہے ہیں'' (بحوالہ ماہ نامہ 'یوجنا' ستمبر ۲۰۱۳ء، پبلی کیشنز ڈویژن، نئی دہلی)۔ قدرتی زبان بہرکیف بنیادی طور پر اظہار وترسیل، تفہیم وتشریح اور نشر واشاعت کا سب سے مؤثر اور فطری آلۂ کار ہوتی ہے۔ اس ضمن میں یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ زبان کا کوئی معیار، کوئی نمونہ یا کوئی ماڈل وقت کے ہر آن بدلتے ہوئے تقاضوں سے ماورا تصوّر نہیں کیا جا سکتا۔ ایک زندہ زبان کسی نہ کسی طور سے بدلتی ہوئی صورتوں کا اشاریہ بھی ہوتی ہے۔ توجہ طلب امر یہ ہے کہ مطالعۂ زبان میں کون سے تناظرات اس کے بنیادی کردار اور تحرک کو سمجھنے میں ہماری رہنمائی یا معاونت کر سکتے ہیں؟ ہمارا اپنا (پسندیدہ) نقطۂ نظر زبان میں ہماری دل چسپی کو کہاں تک لے جا سکتا ہے؟

دورِ حاضر میں آفاقی قواعد (Universal Grammar)، ادراکی سائنس (Cognitive Science) اور تجزیۂ کلام (Discourse Analysis) نے عصری انسانی سماجی علوم میں اپنی مرکزی حیثیت قائم کر لی ہے۔ جدید علمِ زبان اور لسانیات نے مطالعۂ زبان کے متنوع طریق ہائے کار (Methodologies) اور نظری ماڈلس (Theoretical Models)، وضع کر لیے

ہیں جن کے ذریعے زبان کی توضیح و تجزیے کا کام بالکل معروضی (Objective) طور پر ممکن ہوگیا ہے۔ ہندوستان اور پاکستان میں اردو زبان و ادب پر باقاعدہ لسانیاتی علوم کا اطلاق ہنوز اپنے ابتدائی مراحل میں ہے۔ وہ بھی اس قدر کہ ان موضوعات پر لکھنے والے حضرات اکثر و بیش تر ساختیات (Structuralism)، پس ساختیات (Post-structuralism)، لسانیات (Linguistics)، تاریخی لسانیات (Diachronic Linguistics)، نظریۂ قواعد (Grammatical Theory)، اسلوبیات (Stylistics)، مطالعۂ کلام (Discourse Studies) جیسے اختصاصی علوم کے تعلق اور بنیادی امتیازات کو سمجھنے سمجھانے سے قاصر معلوم ہوتے ہیں، ان علوم کا اطلاق تو رہی دور کی بات......

(پروفیسر) غازی علم الدین کی کتاب 'لسانی مطالعے' کی باز اشاعت کئی اعتبار (ات) سے خوش آیند ہے۔ ان کے مضامین میں موضوعات کا تنوع، تحقیقی نظم و ضبط اور تجزیے و تحلیل کا انداز بجا طور پر لائقِ ستائش ہیں۔ تجزیے میں موصوف نے بالعموم اردو کے مخصوص ساختی مزاج اور پہلوؤں یعنی Microlinguistic Aspects کو پیشِ نظر رکھا ہے۔ ہر مضمون کسی نہ کسی اہم یا حساس موضوع کا احاطہ کرتا ہے۔ بیش تر مضامین شواہد و دلائل اور توضیحات سے مالا مال ہیں اور مصنف کے گہرے لسانی درک و تجزیاتی ذہانت کا پتا دیتے ہیں۔ ہر مضمون کے ساتھ حوالے اور حواشی بہت سلیقے اور نظم سے درج کیے گئے ہیں جن سے مضامین کی افادیت میں کوئی کلام نہیں رہ جاتا۔

معیار اور اصلاحِ زبان سے (پروفیسر) غازی علم الدین کی دل چسپی ایک نمایاں وصف کے طور پر دیکھی جا سکتی ہے۔ وہ زبان کی سماجیات (Sociology of Language) کی طرز پر اپنے مقدمات قائم کرتے ہیں اور تہذیب و ثقافت کے کسی بھی پہلو کو نظروں سے اوجھل نہیں ہونے دیتے۔ تو جناب! اردو کی عظیم الشان تہذیبی روایت سے دل چسپی رکھنے والوں کے لئے یہ مضامین کسی نعمت سے کم نہیں۔ تحقیقی مواد، تجزیے، موضوعات اور تدریسی راہ نمائی کے لحاظ سے ان مضامین میں ایک خوش گوار امتزاج و توازن بھی بخوبی موجود ہے۔ یعنی کچھ تاریخ (الفاظ معانی بدلتے ہیں) کچھ تحقیق (لسانی تحقیق کے کچھ نئے زاویے، املاء میں الفاظ کی جداگانہ حیثیت سے انحراف، اردو میں مستعمل عربی الفاظ کی تشکیلی اور معنوی وسعت) کسی قدر سماجی نفسیات (زبان و بیان پر معاشرے کے اخلاقی انحطاط کا اثر، اردو عربی لسانی تعلق اور اصلاحِ زبان و ادب، اُردو کا مِلی تشخص اور

کردار) کچھ فکرِ فردا بھی (الفاظ کا تخلیقی، معنوی اور اصطلاحی پس منظر، قومی زبان اور ہمارے نشریاتی ادارے) شامل ہے۔

'لسانی مطالعے' کی مکرّر اشاعت کے لئے مقتدرہ قومی زبان پاکستان (اسلام آباد) شکریے اور مبارک باد کا مستحق ہے۔

(پروفیسر) مسعود علی بیگ

شعبۂ لسانیات، فیکلٹی آف آرٹس

علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی، علی گڑھ (بھارت)

E Books
WHATSAPP GROUP

دیباچہ

زمانی اعتبار سے دیکھا جائے تو لسانیات کی ابتداء، نشوونما اور اس کے تشکیلی قوانین سے شناسائی کا پہلا چراغ پانچ سو قبل مسیح میں روشن ہوا، جب برِصغیر میں پانینی (Panini) نے سنسکرت زبان کے اصول وضوابط مدوّن کیے۔ اس کی نگارشات میں ایسے حوالے بھی ملتے ہیں جن سے کھلتا ہے کہ اس خطے میں، صدیوں سے یہ ''کارِخیر'' جاری تھا۔ اُدھر لاطینی اور یونانی ثقافتیں، سنہری دور میں داخل ہو چکی تھیں اور لسانی سرگرمیاں عروج پر تھیں۔ اس سلسلے میں سقراط اور افلاطون خاصے فعال دکھائی دیتے ہیں۔ اسی عہد کی دھند میں یونان کا ماہرِ لسانیات اپولونیس ڈائیکولس بھی چہرہ نما ہے جس نے نحو (Syntax)، مفہومیات (Semanties)، صَرف (Morphology)، علم عروض (Prosody) وغیرہ پر تیس سے زاید مقالات قلم بند کیے۔ چوتھی صدی عیسوی میں اے لیس ڈونیٹس نے لاطینی گرامر مرتب کی جو سیکڑوں برس تک اہلِ یورپ کے لئے رہنما خطوط فراہم کرتی رہی۔ اسی کے فیض سے زبان و بیان کے لاتعداد علماء نے کئی زاویوں سے لسانی مہارتوں پر دادِ تحقیق دی۔ انھی کی ریاضتوں کے طفیل اگلی کئی صدیوں تک اسی اسلوب پر انگریزی اور دوسری اہم یورپی زبانوں کے قواعد مرتب ہوتے رہے تا آنکہ پہلی صدی ہجری میں عربی زبان کے اصول کی تدوین کا آغاز ہوا اور ابوالاسود دَولی نے حضرت علیؓ کے زیرِ ہدایت اس کام کا بیڑا اٹھایا۔ ۷۶۰ عیسوی میں سیبویہ نے عربی قواعد پر اپنی معرکہ آرا تالیف ''الکتاب فی النحو'' مکمل کی۔

انیسویں صدی تک دنیا بھر میں بالعموم اور مغرب میں بالخصوص، لسانیات کا فنی مطالعہ زیادہ تر زبانوں کے تاریخی ارتقاء تک محدود تھا تاہم فرڈی ننڈ ڈا سیوسیو (Ferdinand de Saussure)

وہ اولین نکتہ رس عالم تھا جس نے تاریخی مطالعے سے ہٹ کر جدید ساختیاتی لسانیات (Modern Structural Linguistics) کی بنیاد رکھی۔ ایڈورڈ سپیئر (Edward Sapir) وہ پہلا امریکی دانش ور تھا جس نے زبان کے مطالعے اور بشریات (Anthropology) کے باہمی ارتباط پر دادِ تحقیق دی۔ بعد ازاں نوم چومسکی نے جب Transformational-Generative Grammar کا اپنا ماڈل پیش کیا تو اس کے ساتھ ہی رنگا رنگ لسانیاتی کاوشیں نقطۂ عروج پر پہنچ گئیں......اب عالم یہ ہے کہ ان مساعی کا احاطہ کرنا نیز ان کے پھیلاؤ اور معیارات کا صحیح اندازہ لگانا بھی دشوار ہے۔

عصرِ رواں میں علمِ لسانیات کے حوالے سے کئی قابلِ قدر ریاضتوں کا ظہور ہوا۔ شکاگو یونی ورسٹی، امریکہ کے پروفیسر ڈاکٹر جان کو پرس نے انگریزی لسانیات کے تدریسی نصاب کو Phonetics and phonemics کے دو جداگانہ شعبوں میں منقسم کر کے اظہار و ابلاغ کے جدید سانچوں کی یافت کی...... برِّصغیر میں ڈاکٹر گوپی چند نارنگ نے اسلوب و ساخت کی روشنی میں زبان و بیان کی نئی جہتوں کا سراغ لگایا......شان الحق حقی نے یہ زاویۂ نظر تراشا کہ الفاظ کی اصلیت کا ادراک اہم اور ان کی ظاہری مماثلت کا مبحث ثانوی ہے۔ چناں چہ مفہوم و مطلب کی تہ تک اُترنا، حقیقت تک رسائی کا لائقِ توصیف ہنر ٹھہرے گا...... جابر علی سیّد اور ڈاکٹر شمس الرحمٰن فاروقی جیسے محقّقین نے اردو میں عربی، فارسی کلمات کے خلاّقانہ تصرف و تغیر کے جواز پر اصرار کرتے ہوئے احتجاجی لہجہ اپنایا۔ یوں یہ بات آشکار ہوئی کہ لسانیات کا موضوع اعتقادات سے نہیں، عمرانیات سے عبارت ہے۔ اس لئے وقت اور ماحول کے بناؤ بگاڑ کے ساتھ ساتھ زبان میں لفظی، بیانی اور اسلوبی اَبعاد بھی جلوہ نما ہوتے ہیں۔ یوں سماجی اور لسانی ہم آہنگی سے کاروانِ حیات قیدِ مقام سے گزر کر تازہ تر آفاق کی جستجو میں سرگرم رہتا ہے۔ نیز اس سوال کا جواب از خود فراہم ہو جاتا ہے کہ اساسی اعتبار سے ہیئت کی جانچ پرکھ ادبی تعینات کا لازمہ ہے۔

پروفیسر غازی علم الدین، لسانیات کے اسی مکتبِ فکر سے نسبت رکھتے ہیں۔ ان کا مطالعاتی محور دھنک رنگ ہے مگر لفظ و معنٰی کے اِنسلاکات، لسانی اشتقاقات اور لہجوں کی تشکیلات ان کی نگارشات کے غالب رجحانات ہیں، جن کا ملخص یہ ہے کہ اردو کے محاورات، کہاوتیں اور ضرب الامثال دورِ غلامی کی یادگار ہیں جو اسلامی ہند کے زوال پذیر معاشرے کی اخلاقیات کی تفہیم کا پیمانہ ہیں۔ ان کا کوئی نہ کوئی وضعی پس منظر ہے جس کا کھوج لگانا طلباءِ لسانیات کا امتیازی

منصب ہے۔ تاہم اس عہد کے علماءِ لسانیات کے مقرر کردہ قواعد وضوابط کو آسمانی صحیفے اور مقدس روایت کا درجہ نہیں دیا جا سکتا۔ چناں چہ امتدادِ زمانہ کے ساتھ ساتھ ان میں تَرک وتبدّل خارج از امکان نہیں۔ اردو کے بالغ نظر دانش وروں نے عربی و فارسی الفاظ کو اپنی طرز اور ضرورت کے مطابق بَرتا اور بدلا جس سے معنوی تنوّع سامنے آیا، لیکن ریڈیو، ٹیلی وژن اور اخبارات و جرائد نے اس ابلاغی آزادی کی حرمت سے قطع نظر لسانی ہیئت کو مسخ کرنے کی روش اپنائی جس کے نتیجے میں زبان و بیان میں غدر کی سی صورتِ حال رونما ہوگئی۔ ایک المیہ یہ ہوا کہ دانش گاہوں میں لسانیاتی مطالعات کی سنجیدہ کوششیں انجماد کا شکار ہوگئیں۔ چناں چہ زندہ الفاظ بے روح ہونے لگے۔ اس بُحرانی فضا میں غازی صاحب نے جو ایک حکمت جُو استاذِ ادب ہیں، زبان وادب کی جنگاہ میں معروضی محاکے کا ڈول ڈالا اور تخلیقی انداز میں خوانِ جستجو سجایا ہے...... ''لسانی مطالعے'' کی نمود جہاں مردہ لفظوں میں جان ڈالنے کی سعیِ مشکور ہے، وہاں ان کی معنویت اجاگر کرنے کی جہدِ بلیغ بھی ہے جو بین السطور اس آرزو کی مظہر ہے کہ کاش اچھی زبان، اچھا انسان بنانے کا کرشمہ دکھا سکے!

پروفیسر سیف اللہ خالد

لاہور

''لسانی مطالعے'' کا تنقیدی جائزہ

اُردو زبان میں Socio Linguistic کا موضوع ابھی تک حیطۂ تحریر سے باہر رہا تھا۔ سماج جس نہج پر ترقی یا تنزل کی طرف گام زن رہتا ہے، اس کے مثبت یا منفی اثرات اس معاشرے کی پروردہ زبان پر مترتب ہوتے رہتے ہیں۔ عمرانیات کے ماہرین زبان پر ان اثرات کے مرتسم نقوش کے سہارے متعلقہ قدیم تمدن کی معاشرت وتہذیب کا پتا لگا لیتے ہیں۔ نیاز فتح پوری نے اپنے مؤقر رسالے ''نگار'' میں اس نوع کے مضامین لکھ کر اردو میں Socio Linguistic کی بنیاد ڈالی تھی۔

پروفیسر غازی علم الدین نے سماجیات (Socialogy) اور لسانیات (Linguistic) کی روشنی میں اردو لفظیات کا نحوی تجزیہ کیا ہے۔ ان کا یہ تحقیقی جائزہ اردو میں ایک مبسوط کتاب کی شکل میں دوبارہ شایع ہو رہا ہے اور غالباً اس موضوع پر اوّلین کوشش ہے۔ زبان و بیان پر معاشرے کے اخلاقی انحطاط کا اثر اس کتاب کا سب سے اہم باب ہے۔ غازی علم الدین نے اس باب کو صرف اُردو کی تاریخ تک ہی محدود رکھا ہے، وگرنہ تاریخ عالم اس بات کی شہادت دیتی ہے کہ معاشرے کے اثرات دنیا کی ہر زبان پر مرتب ہوتے ہیں۔ ہم صرف برصغیر ہی کی مثال لیں تو پتا چلتا ہے کہ بدھ مذہبی معاشرے کے افکار کی بدولت 'سنسکرت' سے 'پالی' وجود میں آئی۔ دراصل بدھ فلسفہ اور بدھ اخلاقی نظریات نے جن نئی لفظیات کو جنم دیا تھا، اس کے اثرات نے سنسکرت کو ''اپ بھرنش'' (بدہیئت) کر دیا تھا جس کی وجہ سے پالی اور پراکرت کی صورت میں سنسکرت نے اپنا قالب بدلا۔ دراصل یہ تبدیلی سماج میں کثرت سے پھیلے بدھ افکار ونظریات سے جڑے لفظیات کا نتیجہ تھا۔

برصغیر میں مسلمانوں کی فتوحات کے اثرات تو ہندوستان کے دور دراز علاقوں کی زبانوں پر مرتب ہوئے۔ نام دیو اوران کے بعض معاصرین سنتوں کی تخلیقات میں عربی فارسی کے اثرات اس کی مثال ہے۔ ایکناتھ، کبیر، دیال ناتھ، رام داس اور ''ناتھ سمپر دامے'' سے جڑے کئی سنتوں کے یہاں اردو (عربی/فارسی) لفظیات کی دراندازی ہندوستانی معاشرے میں ہوئی تبدیلیوں کا نتیجہ ہے۔ یہ مثالیں تو خیر زبان پر سماج کے مثبت اثرات کی ہیں، لیکن بعض اوقات کم علمی، جہالت، ذاتی مفادات، تمسخر وتضحیک، منافرت، تنگ بندی اور غلط رسوم ورواج نیز غلط عقائد کی بنیاد پر صالح معنویت کی حامل لفظیات غلط معنوں میں مستعمل ہوجاتی ہیں، یا کردی جاتی ہیں۔ ایسے سماجی عوامل سے زبان پر منفی اثرات مرتسم ہوتے ہیں۔

پروفیسر غازی علم الدین نے بابِ اول میں اس پر کھل کر بحث کی ہے۔ اسلامی اصطلاحات ولفظیات کے ذریعہ اسلامی عقائد وشعائر کی تضحیک وتوہین کو انھوں نے طنز وحقارت اور منافرت وانتقام کے عوامی جذبات کے ردعمل سے تعبیر کیا ہے۔ مثلاً......ملا، مولوی، شیخ، مشائخ جیسے محترم ومعزز نام آج گالی بن گئے ہیں۔ ان الفاظ کے تئیں تحقیر وتنفر کا جذبہ شاید ان نام نہاد ''اکابرین'' کے اپنے کرتوتوں کا نتیجہ بھی ہوسکتا ہے۔ مصنف نے حروفِ تہجی کی ترتیب سے کم وبیش سو الفاظ وتراکیب کا جائزہ لیا ہے۔ اس میں تین تیرہ نو اٹھارہ، تین تیرہ کرنا، سات سو چھیاسی جیسی ہندسی اصطلاحوں کو بھی دینی عقائد سے جوڑنے کی کوشش کی ہے۔ میں سمجھتا ہوں ہندسوں کے تئیں اس عقیدت کا مرجع ہندوستانی اوہام پرستی ہوسکتی ہے۔ مراٹھی، ہندی، گجراتی جیسی زبانوں کے علاقے میں آٹھ کے ہندسہ کو غیر متبرک مانا جاتا ہے۔ چناں چہ ان علاقوں میں 'آٹھ اور گھاٹ'، 'سو کے ساٹھ' جیسے فقرے معروف ہیں اور کسی نقصان یا گھاٹے کے وقت انھیں بولا جاتا ہے۔ دکن میں 'تیرہ تیجی' کی ایک اصطلاح عورتوں میں مشہور ہے۔ اس اصطلاح کا اطلاق صفر کے مہینے کے ابتدائی تیرہ دنوں پر ہوتا ہے۔ عورتیں ان ایّام کو منحوس سمجھتی ہیں اور شادی بیاہ کی رسومات سے رک جاتی ہیں۔ بہرحال تین تیرہ نو اٹھارہ کو غزوۂ بدر سے جوڑنے میں مجھے تامل ہے۔ ابجدی طریقے سے برآمد شدہ ۷۸۶ اور ۹۲ کو متبرک سمجھنا بھی اسلام کے عین منافی ہے۔ شمیم طارق نے کم وبیش ربع صدی قبل ''سیرۃ الرسول ﷺ'' مرتب کی تھی۔ اس کتاب میں ایک مضمون ''ذرہ ذرہ میں ہے شان مصطفائی دیکھو'' شامل تھا۔ مضمون نگار نے ریاضی ہنرمندی کے ذریعہ کسی بھی لفظ سے ۹۲ برآمد/مستخرج

کرنے کی کوشش کی تھی۔ وہ یہ باور کرانا چاہتا تھا کہ نعوذ باللہ محمد ﷺ کی ذات بھی ہر جگہ موجود ہے۔ اسے پڑھ کر میں نے ایک مضمون سپرد قلم کیا تھا، جس میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی تھی کہ ریاضی کے مذکورہ طریقے سے تو کسی بھی عدد کو برآمد کیا جا سکتا ہے۔

مصنف نے ڈاڑھی سے متعلق توہین آمیز آٹھ محاورے اور تراکیب قلم بند کی ہیں۔ حیدرآباد دکن میں ''پیٹ میں ڈاڑھی ہونا'' ایک محاورہ کینہ پرور آدمی کے لئے مستعمل ہے۔ ہمارے دینی شعائر کی ہتک اور ان پر طنز و استہزاء کا نشانہ سادھنے کے لئے ان محاوروں اور تراکیب کا استعمال یقیناً دل آزاری کا سبب بن سکتا ہے۔ غازی علم الدین نے بڑی سنجیدگی کے ساتھ ان کا تجزیہ کیا ہے۔

اس کتاب کے دوسرے باب میں اردو میں مستعمل بعض عربی، فارسی الفاظ کے اصل معنی اور ان کے اشتقاق/مصادر سے بحث کی ہے۔ اس باب میں الفاظ کے معنوی پس منظر کو تاریخ کی روشنی میں پیش کیا گیا ہے۔ مثلاً اردو میں ''طفیلی'' ...... یہ لفظ بڑے مزے دار معنی کے لئے مستعمل ہے۔ یعنی کسی مدعو شخص کے ساتھ بن بلائے کھانے کی دعوت میں شریک ہونے والا۔ مصنف نے اس لفظ کے معنی کا مرجع عربی ادب کی مشہور شخصیت طفیل بن زلال کو قرار دیا ہے جو بن بلائے ولیمہ کی دعوت میں پہنچ جاتا تھا۔ دراصل ہمارے محاوروں اور ضرب الامثال کے پس پشت کوئی نہ کوئی تاریخی یا خیالی واقعہ ضرور رہا ہے۔ غازی علم الدین نے بعض تراکیب اور الفاظ کے معنی میں بھی اس قسم کے واقعات تلاش کیے ہیں، جو اپنے آپ میں اہم کام ہے۔

تیسرے باب میں مصنف الفاظ کے بدلتے معنی یا الفاظ کے تصرفات پر بحث کرتے ہیں۔ انھوں نے اردو میں مستعمل عربی الفاظ اور اس کے اردو معنی کی حد تک ہی اپنی بحث محدود رکھی ہے، جب کہ عربی الفاظ کے معنوی تصرفات کا اعتراف تو دنیا کی بیش تر زبانوں نے کیا ہے۔ خود ہندوستان کی مشہور مراٹھی زبان میں کم و بیش ۶۵ فیصد عربی/فارسی الفاظ اپنے معنوی تصرفات کے ساتھ شامل ہیں۔ اردو میں عربی الفاظ کے معنوی تصرفات کی مثال شاید دس فیصد سے زیادہ نہیں، کیوں کہ اردو میں بیش تر عربی الفاظ اپنے اصل معنی ہی میں مستعمل ہیں۔ فاضل مصنف نے کم و بیش ڈھائی سو الفاظ کا اس ضمن میں تجزیہ کیا ہے۔ ''مراٹھی زبان پر فارسی کا اثر'' اس کتاب میں عبدالحق (بابائے اردو) نے آزادی سے بہت پہلے اس نوع کا کام مراٹھی کے حوالے سے کیا تھا۔ غازی علم الدین

نے اس باب میں اعراب کے فرق سے ہونے والی معنوی تبدیلی کی بھی نشان دہی کی ہے۔

چوتھا باب اگر چہ نہایت مختصر ہے مگر فاضل محقق بعض چونکا دینے والے حقائق سامنے لائے ہیں۔''لفظ'' جو ایک عام گھسا پٹا اور پامال لفظ ہے، مگر اس کے معنی سے یقیناً ۹۰ فیصد لوگ ناواقف ہوں گے۔''باہر'' جیسے سامنے کے لفظ کو عربی لفظ بَھَرَ، یَبْھَرُ سے جوڑ کر اس کے معنیٰ روشنی ثابت کیے ہیں کہ بالعموم 'اندر' اندھیرا ہوتا ہے اور 'باہر' اُجالا۔ اس مثال سے ثابت ہوتا ہے کہ سماجی ماحول میں ڈھلتے ڈھلتے بعض الفاظ دوسری زبان میں داخل ہو کر معنوی تصرف کے باوجود اپنے اصل معنی سے قریب تر رہنے کی کوشش کرتے ہیں۔ عربی کا ایک لفظ ہے''اِرَاقَت''......اس کے معنی بوند بوند پانی ٹپکنے کے ہیں۔ برصغیر کی اردو میں اس لفظ کا استعمال شاید ہی ہوا ہو۔ مگر مہاراشٹر کے وسیع علاقے میں دور دور تک پھیلی ہوئی اور آزادی تک پچھڑی قوم سمجھی جانے والی آبادیاں ہیں۔ ان لوگوں کے گاؤں''تانڈے'' کہلاتے ہیں۔ اس قوم کے لوگوں کو 'بنجارہ' کہا جاتا ہے۔ ان لوگوں میں عورتوں کے (مردوں کے قطعی نہیں) پیشاب سے فراغت پانے کے لئے اسی عربی لفظ ''اِرَاقَت'' کا استعمال ہوتا ہے۔''اِراقَتِیر جاؤں چھوں'' کا مطلب ہوتا ہے پیشاب کے لئے جاتی ہوں۔ ان خانہ بدوشوں اور گاؤں سے دور رہنے والے لوگوں میں پتا نہیں یہ لفظ کیسے داخل ہوا ہو گا، لیکن پھر بھی اپنے اصل معنی سے بڑا قریب ہے۔ 'رُوح رواں'، 'رَوحِ رواں' رُوح ورُواں کی بحث میں لغت وفرہنگ میں پائے جانے والے فرق کو دیکھ کر محسوس ہوتا ہے کہ اردو ابھی گھٹنوں چل رہی ہے۔

پانچویں باب میں لائق مصنف نے الفاظ کے تلفظ سے بحث کی ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ عربی میں بہت سارے الفاظ زیر زبر کے فرق سے اپنے معنی بدل دیتے ہیں، لیکن ایسی باریکیوں کو صرف عربی دان ہی سمجھ سکتا ہے۔ اس لئے ہمارے ماہرینِ زبان نے اردو میں عربی لفظ جیسے بھی اور جس معنی میں مستعمل ہیں ویسے ہی قبول کر لیے ہیں۔ عربی میں عُمر اور عَمر و میں فرق کے لئے 'عمرؤ' کو واؤ کے ساتھ لکھا جاتا ہے۔ اسے عُمر و یا عَمر و پڑھنا غلط ہے مگر سنا گیا ہے کہ اردو کے ایک چوٹی کے ناقد 'عَمرؤ' کے لئے مصر ہیں۔ ؏ 'جو چاہے آپ کا حُسنِ کرشمہ ساز کرے۔' ایسا ہی حال ہمارے اُردو املاء میں الف مقصورہ کا ہے۔ اسے تحریری شکل میں اکثر نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ اس باب میں مصنف نے عربی قواعد کے حوالے ہی سے اپنی بات آگے بڑھائی ہے مثلاً تذکیر و تانیث کے

فرق سے افعل التفضیل کا دو مختلف لفظ بن جانا، زیر، زبر کا خیال نہ رکھنا، مُفاعلہ کے وزن والے الفاظ کے اعراب میں غلطی کرنا۔ اسی طرح ''اِستِفعال'' کے وزن والے الفاظ کے املاء اور تلفظ میں غلطی کرنا وغیرہ۔

تائے مدورہ (تائے تانیث) اور تائے قرشت کی بحث میں جو باب رقم ہوا ہے اس میں عربی مباحث آئے ہیں۔ مصنف نے عربی الفاظ کی متعدد مثالیں پیش کی ہیں جو اردو میں شامل ہوکر املاء کے جزوی فرق سے دو الگ الگ مستقل الفاظ بن جاتے ہیں مثلاً ارادت ارادہ، ادارت ادارہ، رسالت رسالہ، طریقت طریقہ اور عقیدت عقیدہ وغیرہ۔ تائے قرشت اور ہائے ہوّز کے فرق سے بننے والے یہ الفاظ اپنے معانی بھی الگ الگ رکھتے ہیں۔ مصنف نے ایک عمومی قاعدہ بھی بیان کیا ہے کہ اردو زبان میں وہ الفاظ جن کے آخر میں تائے قرشت (ت) آتی ہے، عام طور پر مؤنث بولے جاتے ہیں جیسے رسالت، جلوت، شرارت وغیرہ۔ جن الفاظ کے آخر میں ہائے ہوّز آتی ہے مذکر بولے جاتے ہیں جیسے اضافہ، ادارہ، ازالہ اور رسالہ وغیرہ۔ یہ قاعدہ اپنی جگہ درست مگر اردو میں بعض اوقات اس کی تمیز بمشکل کی جاتی ہے مثلاً شرارت کو ہم عربی قاعدہ (تائے تانیث) کے تحت مؤنث باندھتے ہیں مگر شربت ہمارے یہاں مذکر باندھا جاتا ہے۔

اگلے باب میں اردو املاء کی ایک اہم بحث سامنے لائی گئی ہے۔ لفظوں کو منفصل یا متصل لکھنے کی روایت پر یہ بحث ہے۔ ہندوستان میں ''املاء نامہ'' مرتب کرتے وقت اس مسئلہ پر شدت کے ساتھ بحث کے بعد چند اصول مرتب کیے گئے ہیں۔ آج بھی کبھی کبھار اس مسئلہ کو چھیڑنے کی کوشش کی جاتی ہے مگر جڑواں الفاظ لکھنے کی روایت اب رفتہ رفتہ خود بخود ختم ہوتی جا رہی ہے۔

قومی زبان اور ہمارے نشریاتی ادارے کے عنوان والے باب میں ریڈیو پاکستان اور پاکستان ٹیلی وژن میں نشر ہونے والے غلط الفاظ و زبان پر پروفیسر صاحب نے کڑی تنقید کی ہے۔ ایک جگہ فاضل مصنف نے فعل ماضی ''لیے'' اور حرف جر ''لئے'' میں فرق واضح کرنے کے لئے ان میں تفریق کو روا رکھنے کا مشورہ دیا ہے۔ میں اسے مصنف کا مستحسن قدم سمجھتا ہوں۔ مصنف نے ''کبھی بھی'' اور ''ابھی بھی'' کی ترتیب کو غلط شمار کیا ہے جو محل نظر ہے۔ دراصل موقع محل کے لحاظ سے یہ ترکیبیں بعض اوقات ضروری ہو جاتی ہے۔ ''وہ کبھی آئے گا'' اور ''وہ کبھی بھی آ سکتا ہے'' میں واضح فرق ہے۔

''اردو کا ملّی تشخص اور کردار'' کے عنوان والا باب تحریر کرتے وقت مصنف جذباتی ہوگئے ہیں۔انھوں نے برصغیر پاک و ہند کی سیاسی، مذہبی اور معاشرتی تاریخ کے ایک ہزار سالہ تجزیے سے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ ہندوؤں کی لسانی تنگ نظری اردو کی ترویج و اشاعت میں مسلسل رکاوٹ بنی رہی۔ ہندوؤں نے اردو ہندی نزاع کو ہوا دی، اپنے مذہبی تعصب کے ہاتھوں مجبور ہوکر اردو کے لئے عربی فارسی رسم الخط کی مخالفت کی اور یہ کہ ہندوؤں نے اردو کو برصغیر کے مسلمانوں کی تہذیب وثقافت کی زبان قرار دیا ہے۔مصنف نے اردو کو مسلمانوں اور پاکستان سے جوڑ دیا ہے۔ میرے خیالات مصنف کی رائے سے میل نہیں کھاتے۔ اردو کے حق میں یہ تحدیدی نظریہ اردو کے لئے مضرت رساں ہوسکتا ہے۔

بہر حال! پروفیسر غازی علم الدین کی زیرنظر کتاب اردو کا سماجی لسانیاتی مطالعہ ہے۔ اردو میں اس نوع کے صرف مضامین لکھے گئے تھے۔ پروفیسر صاحب نے اب ایک مبسوط کتاب ہی ہمیں دے دی ہے۔امید ہے کہ اس کتاب کی پذیرائی ہوگی۔

ڈاکٹر سیّد یحییٰ نشیط

ایوت محل (بھارت)

پیش گفتار

(طبع دوم)

''لسانی مطالعے'' کی اشاعتِ ثانیہ پر اللہ عزَّ وجلَّ کے حضور جتنا بھی شکر کروں، کم ہے۔
مئی ۲۰۱۲ء میں، مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد، پاکستان نے یہ کتاب شایع کی تو حسبِ توقع اس کتاب نے اہلِ علم وادب کی ایک خاصی تعداد کی توجہ اپنی طرف مبذول کرائی۔ پاکستان، ہندوستان، برطانیہ، ترکی اور کینیڈا کے ساٹھ سے زاید ادیبوں نے اس کتاب کو تنقید کی کسوٹی پر پرکھتے ہوئے علمی و ادبی جرائد اور اخبارات کے ادبی ایڈیشنوں میں بھرپور تنقیدی مضامین لکھے۔ نقطۂ نظر سے اتفاق اور اختلاف کا خوب صورت امتزاج وجود میں آیا جس میں میرے لئے راہ نمائی اور حوصلہ افزائی کا حظِ وافر موجود تھا۔ ضروری نہیں کہ ہر تحقیق اور نقطۂ نظر حرفِ آخر ہو، نہ میں نے ''لسانی مطالعے'' کے سبھی مندرجات کو حرفِ آخر سمجھا۔ اہلِ قلم کی کچھ اختلافی آراء سے میں نے اتفاق تو کیا مگر اپنے بنیادی مؤقف سے انحراف کرنا میرے لئے ممکن نہ تھا۔

مجھے یہ کہنے میں کوئی باک نہیں کہ پاکستان کے اہلِ قلم کی نسبت ہندوستان کے اہلِ قلم نے ''لسانی مطالعے'' کو بغور پڑھا، جائزہ لیا اور پھر اپنے اپنے تاثرات وخیالات قلم بند کیے۔ ہندوستان سے ڈاکٹر شمس الرحمٰن فاروقی، ڈاکٹر مظفر حسن عالی، ڈاکٹر رؤف خیر، ڈاکٹر مناظر عاشق ہرگانوی، پروفیسر مسعود علی بیگ، ندیم صدیقی، عظیم اختر، ڈاکٹر سیّد یحییٰ نشیط، ڈاکٹر محبوب راہی، ڈاکٹر سیفی سرونجی، رشید افروز، فراز حامدی، نذیر فتح پوری...... پاکستان سے پروفیسر سیف اللہ خالد، حفیظ الرحمٰن احسن، ڈاکٹر ارشاد شاکر اعوان، پروفیسر فتح محمد ملک، ڈاکٹر معین الدین عقیل، ڈاکٹر

سعادت سعید، بشیر حسین ناظم، ڈاکٹر مظہر محمود شیرانی، ڈاکٹر عبدالکریم راجا، پروفیسر اویس سرور......
برطانیہ سے مقصود الٰہی شیخ، خواجہ محمد عارف، ڈاکٹر جمیل احمد میر، یعقوب نظامی......ترکی سے ڈاکٹر
خلیل طوق اُر......اور کینیڈا سے ڈاکٹر شمس جیلانی کا خصوصی طور پر ممنون ہوں کہ ان سب اہلِ علم و
ادب نے کتاب کو بغور پڑھ کر اپنے اپنے تاثرات قلم بند کیے۔

ہندوستان میں ''لسانی مطالعے'' کی بھرپور پذیرائی کی ایک مستحکم دلیل یہ بھی ہے کہ یہاں
اس کتاب پر دو کتابیں لکھی گئیں جنھیں ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی نے شایع کیا۔ ''لسانی مطالعے''
کے بطن ہی سے ڈاکٹر مناظر عاشق ہرگانوی نے ''لسانی لغت (غازی علم الدین کے حوالے سے)''
مرتب کی۔ بعدازاں انھوں نے ''لسانی مطالعے'' پر اردو دنیا میں شایع ہونے والے مضامین کو
''اُردو: معیار اور استعمال (غازی علم الدین کی کتاب ''لسانی مطالعے'' کے حوالے سے)'' کے
عنوان سے مرتب کیا۔ ایک سال کے دوران ہی میں ان دونوں کتابوں کے تین تین ایڈیشن شایع
ہو چکے ہیں۔

پاکستان سٹڈی سنٹر، یونی ورسٹی آف بلوچستان، کوئٹہ نے ۲۴رستمبر ۲۰۱۲ء میں اپنے ایک
نوٹیفیکیشن کے ذریعے، پی ایچ۔ڈی پشتو زبان و ادب کے کورس کوڈ نمبر ۱۲۰۱ (پشتو زبان و ادب کا
لسانی پس منظر) کے نصاب میں ''لسانی مطالعے'' کو شامل کرنے کی منظوری صادر کی ہے۔ یہ
گراں قدر اعتراف اور توقیر من جانب اللہ ہے۔ وما توفیقی الا باللہ۔

غازی علم الدّین

۱۸ردسمبر ۲۰۱۴ء

رابطہ نمبر: ۰۳۴۵-۹۷۲۲۳۳۱

پیش گفتار

(طبع اوّل)

معاشرتی، معاشی اور نظری وفکری انتشار سے معمور موجودہ حالات کے عوامل تو کئی ایک ہو سکتے ہیں لیکن میرے فہم کے مطابق اہم اور توانا عامل اُردو زبان سے اس کا جائز اور اصل مقام چھین کر لسانی انتشار اور فساد کا دروازہ کھولنا ہے۔ میں یہ بات پورے وثوق سے لکھ رہا ہوں کہ ملکی سالمیت اور قومی یک جہتی وصوبائی ہم آہنگی کے فروغ میں اُردو فیصلہ کُن کردار ادا کر سکتی ہے۔ قومی زبان کی ترویج واصلاح کے تقاضوں سے اِغماض برتنے سے وطنِ عزیز کی سلامتی، عظیم ادبی سرمائے کی حفاظت اور قومی یک جہتی کا حصول خطرے سے دوچار ہو سکتے ہیں۔ دردِ دل رکھنے والا ہر پاکستانی کئی اطراف سے اُردو زبان کو لاحق خطرات محسوس کر رہا ہے۔ اندرونی اور بیرونی ، ہر دو جہات سے اُردو زبان سازش کا شکار ہے۔ ظہورِ پاکستان سے لے کر اب تک 'اشرافیہ' اُردو کی ترقی کی راہ میں حائل ہے۔ اس کے حواس پر یہ خوف ابھی تک مسلّط ہے کہ اُردو کی ترویج وترقی سے عوامی شعور فروغ پائے گا، جمہوری سوچ پروان چڑھے گی اور مُثبت رویّے تشکیل پائیں گے، جس سے عشروں سے قائم اس کی بالا دستی ختم ہو جائے گی۔ دوسری طرف عالمی سطح پر لسانی انتشار کو ہتھیار کے طور پر استعمال کر کے خاکم بدہن پاکستان کو مزید تقسیم کرنے کی مذموم سازش کی جا رہی ہے۔

ان حالات میں ہر فکر مند پاکستانی کی ملتجی نظریں حکومتِ وقت، اُردو کی سرپرستی کرنے والے سرکاری اداروں، جامعات وکلیات، ادیبوں اور دانش وروں کی طرف اُٹھ رہی ہیں۔ لیکن افسوس! لسانی انتشار اور بگاڑ ختم ہونے کی بجائے آئے دن فزوں تر ہوتا چلا جا رہا ہے۔ سیاسی سطح پر

لسانی انتشار اور نشریاتی سطح پر تخریبِ زبان ایک عفریت کی صورت اختیار کرتے چلے جا رہے ہیں۔ میں لسانیات کا طالبِ علم ہوں۔ ذمہ دار اور پڑھے لکھے لوگوں کی طرف سے لکھنے، بولنے، پڑھنے اور پڑھانے میں قومی زبان اُردو کی تخریب مجھ پر شاق گزرتی ہے۔ تخریبِ زبان کا یہ عمل جب سرکاری اور نیم سرکاری نشریاتی ادارے تواتر کے ساتھ دہراتے ہیں تو اصلاحِ احوال کی ساری اُمیدیں دم توڑتی دکھائی دیتی ہیں۔

زیرِ نظر مقالات کی تکمیل کا محرک اُردو زبان سے محبت اور اس کی تخریب کا کرب ہے۔ یہ مقالات پچھلے کچھ سالوں میں وقتاً فوقتاً مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد کے ترجمان ماہ نامہ ''اخبارِ اُردو''، انجمن ترقیٔ اُردو کراچی کے ماہ نامہ ''قومی زبان''، ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور کے سہ ماہی ''المعارف'' اور دیگر علمی و ادبی رسائل و جرائد میں شایع ہوئے۔ اِن مؤقر اداروں کا شکریہ ادا کرتے ہوئے یہ مقالات اِفادۂ عام کے لئے کتابی صورت میں شایع کیے جا رہے ہیں۔ تقابلِ لسانیات اور اُردو صوتیات کے موضوع پر یہ ایک حقیر سی کاوش ہے۔ یہ ذولسانیاتی تحقیقی پیش کش جہاں اُردو زبان کے تخلیقی سفر اور معنوی و اصطلاحی پس منظر سے رُوشناس کرائے گی، وہاں اصلاحِ زبان و ادب کے شعور کا بھی باعث بنے گی۔ میں اس کتاب کی اشاعت کے لئے مقتدرہ قومی زبان کے صدر نشین محترم ڈاکٹر انوار احمد کا بے حد شکر گزار ہوں۔ وما توفیقی الا باللّٰہ۔

غازی علم الدّین

۱۴/مارچ ۲۰۱۲ء

رابطہ نمبر: ۰۳۴۵-۹۷۲۲۳۳۱

زبان وبیان پر معاشرے کے اخلاقی اِنحطاط کا اثر
(ایک تحقیقی جائزہ)

الفاظ ومحاورات اپنے اندر معاشرتی رس لیے ہوتے ہیں کیوں کہ یہ تہذیب کا عَلَم اور تاریخ کا آئینہ ہوتے ہیں۔ اکثر الفاظ ومحاورات اور کہاوتیں معاشرتی اور تہذیبی واقعات ہی کی پیداوار ہوتی ہیں۔قوموں کی ثقافت، معاشرت، تاریخ، رسوم ورواج، ترقی اور تنزّل انھی الفاظ اور ان کے استعمال ہی سے مترشح ہوتے ہیں۔ایک محقق کا کام حوادث کے بڑے ڈھیر سے تلاشِ بسیار کے بعد دانہ دانہ واقعات کا کھوج لگانا اور اکٹھا کرنا ہے۔تحقیق نام ہی بازیافت کا ہے۔عُمرانیات پر تحقیق کرنے والا، قدیم انسان کو اس کے مزاج اور معاشرتی کردار سمیت الفاظ ومحاورات میں دیکھ کر معاشرتی ارتقاء کی کڑیاں ملاتا ہے اور پھر عمومی نتائج اخذ کرتا ہے۔

زبان کسی قوم کا پیمانۂ اخلاق ہوتی ہے۔انسانی زندگی کے ساتھ زبان بھی عُلُوّ مرتبت پر فائز اور اخلاقی انحطاط کا شکار رہتی ہے۔الفاظ اخلاقی اور غیر اخلاقی حقائق کے شاہد ہوتے ہیں جو انسان کے اخلاقی انحطاط اور عروج کی داستان سناتے ہیں۔جس طرح انسان عروج وزوال کی منزلیں طے کرتا ہے اُسی طرح الفاظ بھی سرگرمِ سفر رہتے ہیں۔اخلاقی اور غیر اخلاقی باتیں انسان کے دل میں وقتاً فوقتاً اُٹھتی رہتی ہیں اور زبان کی مدد سے بیان کے لباس میں ظاہر ہوتی ہیں۔

زبان کے اخلاقی تنزّل وانحطاط میں برصغیر کے طبقاتی پس منظر کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ پیٹ کے مسائل نے پیشوں کو جنم دیا اور پیشوں نے عوامی رویہ کے الفاظ جنم دیے۔انھی الفاظ سے محاورات اور کہاوتیں بنیں جو اس وقت کے معاشرے کی سوچ کی عکاس ہیں۔اُمراء اور

حکم ران طبقے کی خوش آمد اور منت سماجت کے لئے الفاظ وضع کیے گئے۔ ذات پات، اونچ نیچ اور متعصّبانہ رویوں کے اظہار کے لئے بھی اردو زبان وادب کی لغت کو ''مالا مال'' کیا گیا۔ طاقت ور اور کم زور کو مدّ مقابل لاکر حفظِ مراتب، نفرت کے اظہار اور غیبت کی عادت جیسے رذیل رویّے تخلیق کیے گئے۔ بعض اوقات تعبیر میں پایا جانے والا کنایہ اور استعارہ کلام کو خوب صورتی اور چاشنی کے اس مقام پر لے جاتا ہے جو صراحت سے حاصل نہیں ہوسکتا، لیکن حق بات کہنے کی جرأت کے فقدان کے پیشِ نظر رمز وایماء اور اشاروں کنایوں پر مبنی ذو معانی الفاظ ومحاورات کا استعمال انسان کی نفسیاتی، معاشرتی اور اخلاقی پستی کی واضح دلیل ہے۔

زبان کے اخلاقی انحطاط کے پس منظر میں ہمیں بھوک، ننگ، افلاس، ناداری، کمزوری، جہالت، نفرت وحقارت اور ایسی کئی کہانیاں اور جذبات نظر آئیں گے۔ معاشی ناہمواری نے غریب اور مفلس کو مجبور کر دیا کہ وہ امیر طبقے کے کمّی بنیں اور نمک حلالی کرنے کے لئے ان کی تفریحِ طبع کے لئے اُوٹ پٹانگ باتیں اور اخلاق سے گری حرکتیں کریں۔ کئی مستعمل الفاظ ومحاورات ان واقعات کی تصدیق کرتے ہیں۔ مجبور ومقہور عوام بے بس تھے۔ الفاظ کی حد تک نفرت وانتقام کے جذبات رکھتے اور اپنی بھڑاس نفرت کے خمیر سے بنے ہوئے محاورات کے ذریعے نکالتے تھے۔

قوموں کی ترقی وتنزل اور عروج وزوال کے اسباب ومحرکات پر غور کیا جائے تو اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ جب کوئی قوم بامِ عروج سے پستی کی طرف سفر شروع کرتی ہے تو اس کی ہر حرکت اور اس کے ہر قول میں عام طور پر کمینگی اور سفلہ پن پیدا ہو جاتا ہے۔ اس کے اخلاق خراب ہو جاتے ہیں، مالی حالت بدتر ہو جاتی ہے، جسمانی حالت کمزور ہو جاتی ہے، اولوالعزمی اور ہمت جاتی رہتی ہے۔ زمانہ بھر کی بدکاریاں، بدتمیزیاں اور بے ہودگیاں اس میں آہستہ آہستہ پیدا ہو جاتی ہیں اور سب سے زیادہ بول چال اور زبان اس قدر خراب ہو جاتی ہے جس کی انتہا نہیں۔ بات بات پر مردوں کا گالیاں بکنا اور عورتوں کا کوسنے دینا اس قوم کا روزمرہ کا معمول ہو جاتا ہے۔

انسانی معاشروں میں افراد کا ایک معتد بہ حصہ ایسا بھی رہا ہے جو فحش گوئی اور جنسی محاوروں سے تفریحِ طبع کا کام لیتا رہا۔ انسان نے ہر دور میں جنسی تسکین اور تفریحِ طبع کے لئے مختلف ذرائع تلاش اور اختیار کیے۔ انسان کا گالی گلوچ سے اپنے ذہن اور زبان کو آلودہ کرنا بھی ایک نفسیاتی مسئلہ ہے۔

بقول علی عباس جلال پوری:

''فحش گوئی مردانہ اوصاف وخصائص سے انحراف ہے۔کوتاہ ہمّت عیاش تسکینِ ہوس کے لئے فحش گوئی کرتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں۔جنسی اعضاء کے مختلف ناموں کی تکرار اور نئی نئی گالیوں کی اختراع ان کا محبوب مشغلہ بن جاتا ہے۔''(۱)

شعر ہو یا نثر، امرد پرستی اردو زبان وادب کا موضوع رہا ہے۔بد قسمتی سے اسے مشرقی قدر کہا جاتا ہے۔یہ سفلی جذبہ اردو کے ہزاروں اشعار، الفاظ وتراکیب اور محاورات میں چھلکتا دکھائی دیتا ہے۔محمد کاظم کے مطابق:

''ہم جنسی محبت کو گزرے زمانوں میں ایک جنسی بے راہ روی سمجھا جاتا تھا لیکن زمانۂ حال کے علمائے جنسیات کے نزدیک یہ ایک شعوری انحراف سے زیادہ ایک حیاتیاتی مجبوری ہے۔بعض اوقات ماحول اور صحبت کے اثرات سے یہ اتنی شدید ہو جاتی ہے کہ اس پر پوری طرح قابو پانا ممکن نہیں رہتا۔تاریخ میں ہم ادب وفن اور سیاست وحکم رانی کی دنیا کے مشاہیر کی ایک بڑی تعداد سے آشنا ہیں جنھوں نے اپنے اپنے میدان میں عظمت وکام رانی کی اونچی چوٹیوں کو سر کیا لیکن وہ اپنی طبیعت کے اس غیر فطری میلان کو مغلوب نہ کر سکے۔ان کی ''ہم جنسیّت'' کسی نہ کسی عنوان سے ان کی زندگیوں میں اور اگر وہ فن کار تھے تو ان کی تخلیقات میں بھی ظاہر ہو کر رہی۔''(۲)

اردو شعر وادب میں اسلامی عقائد وشعائر کی تضحیک اور توہین کے عنصر سے صرفِ نظر نہیں کیا جا سکتا۔اورنگ زیب کے بعد کا عہد بجائے خود جس انتشارِ فکر وعمل، ابتری اور افراتفری کی آماجگاہ تھا، آج ایک معلوم اور معروف حقیقت ہے۔اس دور کے معاشرے میں اسلامی روایات، تصورات اور تخیلات سے انحراف بڑھتے بڑھتے بغاوت کی حد تک جا پہنچا تھا، بلکہ بعض اوقات تو اس کی حدیں صریح کفر اور الحاد تک سے جا ملتی تھیں۔خالقِ حقیقی کا احترام باقی نہ رہا، جنت اور دوزخ کی باتیں فکاہات کا موضوع بن گئیں، حور وفرشتہ کا مذاق اڑایا جانے لگا۔ایسے ماحول میں اردو زبان کا متاثر ہونا قدرتی امر تھا۔شعر ہو یا نثر محض اخلاقی گراوٹ ہی نہیں بلکہ ان میں براہِ راست دینِ اسلام پر زد پڑنے کی مثالیں بھری پڑی ہیں۔آسمان، چرخِ کہن، گردشِ گردوں اور زمانے کو کوسنے اور قصوروار ٹھہرانے والے غیر سائنسی اور غیر منطقی محاورات وتصوّرات جابجا ملتے ہیں۔محاورات میں

بعض قرآنی آیات یا ان کے کچھ اجزاء کو ان کے اصل معانی اور پس منظر کے علی الرّغم انتہائی لغو، غلط اور گھٹیا معانی پہنائے گئے ہیں۔ بعض تاریخی واقعات وشخصیات سے ان کے تلمیحی پس منظر سے ہٹ کر غیر حقیقی مفہوم لیا جاتا ہے۔ برِصغیر کی مخلوط معاشرت کے صدیوں کے سفر نے جہاں مسلمانوں کے مذہبی نظریات اور طرزِ بود وباش کو متاثر کیا، وہاں زبان وادب کو آلودہ کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ جس طرح ابھی تک ہندوانہ اعتقادات وتوہمات ہماری بود وباش کا حصہ ہیں، اسی طرح ''جنم جنم کا ساتھ دینا'' جیسے محاورات ہماری زبان اور ادب سے چمٹے ہوئے ہیں۔

بعض الفاظ وتراکیب اور محاورات معنوی اعتبار سے معاشرے میں مثبت سوچ اور اخلاقی پہلو لیے ہوتے ہیں لیکن اگر طنزیہ لہجے میں استعمال کیے جائیں تو ان کے معانی بالکل الٹ ہو جاتے ہیں۔ ان کے اچھے یا برے معانی کا تعیّن ان کے سیاق وسباق، عبارت یا گفت گو کے قرینے اور استعمال کرنے والے کے لہجے اور انداز سے ہوتا ہے۔ رفتہ رفتہ ان کا محلِ استعمال کسی وجہ سے مثبت کی بجائے منفی ہو جاتا ہے، اس طرح ایک نہایت ہی عمدہ لفظ یا ترکیب کے معنیٰ میں اچھائی کی جگہ برائی اور تحسین کی بجائے توہین وتذلیل کا عنصر شامل ہو جاتا ہے۔ ''شاباش''، ''مبارک ہو''، ''سلام ہو''، ''سبحان اللہ'' وغیرہ ایسے بیسیوں دعائیہ اور تحسین کے کلمات کو طنزاً یا حقارتاً بالکل اُلٹ معانی پہنا دیے جاتے ہیں۔ مُلّا، مولوی، شیخ، حاشیہ بردار، گماشتہ، حواری اور حضرت جیسے کئی الفاظ ایسے ہیں جن کے معانی میں فی زمانہ طنز وحقارت کا رنگ زیادہ جھلکنے لگا ہے۔ کسی زمانے میں ''مُلّا'' اور ''مولوی'' جیسے الفاظ سے احترام وتعظیم کا اظہار ہوتا تھا لیکن آج کل اگر نہایت ہی درویش صفت اور حلیم الطبع دین دار شخص کو ''مولوی'' کہا جائے تو وہ بڑی مشکل سے برداشت کرے گا جب کہ اسے ''مُلّا'' کہنا تو کھلم کھلا اعلانِ جنگ کے مترادف ہوگا۔ اگرچہ کہنے والے کے لہجے سے طنز کی بجائے ادب واحترام ہی کیوں نہ ظاہر ہو رہا ہو۔

بعض تاریخی واقعات کے روشن اور تاریک پہلوؤں میں سے کوئی ایک پہلو کسی وجہ سے معاشرے میں زیادہ نمایاں ہو جاتا ہے کہ دوسرے پہلو کو مکمل طور پر نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ اس رویّے سے اکثر اوقات کسی منفی قدر کا چرچا مثبت قدر پر غالب آ جاتا ہے، ''برادرانِ یوسف'' کی ترکیب اس کی واضح مثال ہے۔ معاشرے میں اگر کسی شخص کو اپنے اقرباء خصوصاً بھائیوں سے کوئی شکایت ہو تو وہ فوراً انھیں ''برادرانِ یوسف'' قرار دے دے گا۔ حال آں کہ یوسف علیہ السلام کے

بھائیوں کی ابتدائی زندگی کے منفی کردار پر کسی قسم کی گرفت نہ کرنے کا اعلان خود یوسف علیہ السلام نے کیا اور اس پر قرآن کی گواہی موجود ہے لیکن ہمارے معاشرے میں ان کی بعد کی زندگی کے مثبت کردار سے کسی کو کوئی دل چسپی نہیں۔

دینِ اسلام کی رُوح کو نہ سمجھنا اور علمی و تحقیقی رویوں کو ترک کر دینا اخلاقی تنزّل کے اہم عوامل میں سے ہے۔ ''اسلامی ہند کی عقلی اور علمی پس ماندگی کا آغاز اٹھارویں صدی سے بہت پہلے اکبری عہد میں بلکہ اس سے بھی بہت پہلے ہو چکا تھا۔ چوں کہ دہلی کا علمی افق یہاں کی عسکری اور سیاسی سربلندی کے مقابلے میں پست رہا لہٰذا ٹھوس علمی روایات قائم نہ ہوسکیں۔ علم کا مفہوم اسلام کے عہدِ زرّیں کے مقابلے میں محدود ہو گیا''[۳] جس زمانے میں برّصغیر میں بارہ دریاں، محلات، قلعے، باغات اور تاج محل تعمیر ہو رہے تھے، مغرب میں پریس قائم ہو چکا تھا اور کاغذ کے کارخانے لگ رہے تھے، ہارورڈ اور شکاگو کی یونی ورسٹیاں مغرب کی نشاۃِ ثانیہ کا اعلان کر رہی تھیں۔ برّصغیر کے اس سماجی اور سیاسی پس منظر میں مسلمانوں کا علمی اور اخلاقی پستی میں اُتر جانا قانونِ فطرت کے عین مطابق تھا۔

شطحیات[۴] کو تصوّف سے اور تصوّف کو ادب سے بھلا کیسے جدا کیا جا سکتا ہے؟ تصوّف کے بارے میں ہر دور میں مختلف آراء رہی ہیں۔ اس تحریر میں اس کے جواز یا عدم جواز کو ثابت کرنا مقصود نہیں بلکہ اس بات کا جائزہ لینا ہے کہ شطحیات نے زبان و ادب پر کیا اثرات مرتب کیے ہیں؟ لوگوں کے دینی اور فکری رجحانات پر کس قدر اثر ڈالا؟ زبان و ادب میں دخیل شطحیات پر مبنی کلمات، الفاظ و تراکیب اور اشعار و محاورات لوگوں کے قلب و ذہن اور عقائد میں کس طرح سرایت کر گئے؟ قطع نظر اس کے کہ شطحیاتی مقولات تحقیق کی رُو سے پایۂ ثبوت کو پہنچتے ہیں یا نہیں، عربی، فارسی اور اردو زبان و ادب میں کس طرح ان کا اثر و نفوذ اور رواج ہو گیا؟

صوفیہ کی شطحیات کی تشریح، تنقید یا تصویب کے لئے طویل مستقل مقالات لکھے گئے ہیں لیکن یہاں چند ایک مثالوں کے ذکر کرنے پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔ منصور کا کلمۂ ''اناالحق''[۵] جنید بغدادی کا ''لَیۡسَ فِیۡ جُبَّتِی سِوَی اللّٰہ''[۶] اور بایزید بسطامی کا ''سُبۡحَانِی مَااَعۡظَمَ شَانِی وَاَنَا سُلطَانُ السَّلَاطِین''[۷] زبان زدِ خاص و عام ہوئے۔ مولانا جلال الدین رُومی کے کلام میں سے ایک مثال ملاحظہ کیجیے:

اللہ اللہ گر کُنی اللہ شوی
راست می گویم بُو واللہ شوی [۸]
(اگر تو اللہ اللہ کرے گا تو تُو اللہ ہو جائے گا۔ اللہ کی قسم میں سچ کہہ رہا ہوں کہ تو واقعی اللہ ہو جائے گا۔)

پنجابی کے معروف شاعر میاں محمد بخشؒ سے منسوب یہ شعر اکثر پڑھا جاتا ہے جو ان کی کسی کتاب سے ثابت نہیں ہے:

ڈھا دے مسجد [۹] ڈھا دے مندر، ڈھا دے جو کُجھ ڈھیندا
اک بندے دا دل نہ ڈھاویں رب دلاں وچ رہندا [۱۰]

شریعتِ اسلامیہ میں شراب نوشی ممنوع اور حرام ہے۔ قرآن مجید اور حدیثِ مبارک میں اس کی حرمت اور حد و تعزیر واضح ہے لیکن اس کے باوجود خمریات کو زبان و ادب میں ایک مقام حاصل ہے اور غزل کا جزوِ لازم تصوّر کیا جاتا ہے۔ شعراء کی ایک بڑی تعداد کا کلام جام و بادہ کے ذکر کے بغیر نامکمل ہے۔ چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے منسوب قصیدہ غوثیہ عرفِ عام میں قصیدہ خمریہ کہلاتا ہے۔[۱۱] عقیدت مند برکت کے حصول کے لئے اس کا کثرت سے وِرد کرتے ہیں۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے اس قصیدے کی نسبت محلِ نظر ہے۔ حضرت شیخ کی عربی شاعری فنی اعتبار سے سطحی اور شکوہِ لفظی سے خالی نہیں ہوسکتی۔ حضرت شیخ اپنی عملی زندگی میں شدید متشرع تھے۔ یہ بات بعید از قیاس ہے کہ آپؒ خمر جو از روئے قرآن مطلقاً حرام ہے، اسے اپنی تشبیہات و استعارات میں استعمال کرنا جائز سمجھتے۔ تاہم اگر یہ بات مان لی جائے کہ یہ قصیدہ حضرت شیخ نے ہی تحریر فرمایا ہے تو پھر یہ کہا جاسکتا ہے کہ قصیدہ لکھتے وقت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ بھی شاعری کے عصری رجحانات اور تقاضوں سے صرفِ نظر نہ کر سکے۔ پہلے دو اشعار ملاحظہ کیجیے:

سَقَانِی الْحُبُّ كَاْسَاتِ الْوِصَالِ
فَقُلْتُ لِخُمْرَتِی نَحْوِیْ تَعَالِی

سَعَتْ وَمَشَتْ لِنَحْوِی فِی كُئُوسٍ
فَهِمْتُ بِسُكْرَتِی بَيْنَ الْمَوَالِی [۱۲]

(عشق ومحبت نے مجھے وصل کے پیالے پلائے۔تب میں نے اپنی شراب سے
کہا کہ میری طرف لوٹ آ۔ پیالوں میں بھری ہوئی وہ شراب میری طرف
دوڑی جس سے میں اپنے احباب میں نشۂ شراب سے سرمست ہوگیا)

حافظ شیرازی کا کلام جام وبادہ کے اذکار سے لبریز ہے۔وہ شراب کو نہ صرف جزِ مسرت سمجھتے تھے بلکہ جُزِ وِزندگی قرار دیتے تھے۔[۱۳] پہلی غزل کے دو اشعار (مطلع اور تیسرا شعر) ملاحظہ کیجیے:

الا یاایھاالسّاقی اَدِر کاساً و ناوِلھا
کہ عشق آسان نمود اوّل ولے افتاد مشکلھا

بہ مے سجادہ رنگین کن گرت پیرِ مغاں گوید
کہ سالک بے خبر نہ بود زَ رسم وراہِ منزلھا [۱۴]

(ہاں اے ساقی شراب دے۔شراب کے پیالے یعنی ساغر کا دور چلا کیوں کہ
پہلے پہل تو عشق بہت آسان نظر آیا لیکن بعد میں بہت مشکلیں آن پڑیں۔اگر
تجھے پیرِ مغاں جائے نماز (مصلّٰی) کو شراب میں بھگونے کو کہے تو کرگزرو کیوں
کہ سالک معرفت کی منزلوں کے رسم ورواج سے بے خبر نہیں ہوا کرتے)

غالبؔ شراب کو حق سے دوری کا موجب سمجھتے تھے۔مسائلِ تصوّف کی گرہیں کھولنے والے اور اپنے بیان وزبان پر نازاں غالب شراب کی علّت سے اپنے آپ کو بچا نہ سکے۔

یہ مسائلِ تصوّف ، یہ ترا بیان غالب
تجھے ہم ولی سمجھتے جو نہ بادہ خوار ہوتا[۱۵]

طُرفہ یہ کہ انھیں اپنے مافی الضمیر کے اظہار کے لئے بادہ وساغر کا سہارا لینا پڑا۔

ہر چند ہو مشاہدۂ حق کی گفتگو
بنتی نہیں ہے بادہ وساغر کہے بغیر [۱۶]

غالب اپنی عملی زندگی میں بلا کے بادہ خوار تھے۔اسی اثر کے تحت ان کی شاعری میں جا بہ جا شراب کا ذکر ہے:

پھر ہوا وقت کہ ہو بال کشا موجِ شراب
دے بطِ مے کو دل ودستِ شِنا موجِ شراب [۱۷]

....

سطحِ شائستگی سے گرے اور بدی اور شرارت کے شاہد الفاظ ومحاورات کی کچھ مثالوں کا مطالعہ اس صورتِ حال کو سمجھنے کے لئے مفید ہوگا۔ قارئینِ کرام کو نتیجہ اخذ کرنے میں کوئی دقت پیش نہیں آئے گی کہ یہ الفاظ ومحاورات، تراکیب اور کہاوتیں جن ادوار اور معاشروں میں وضع کی گئیں، پھر روزمرّہ کی زبان میں مستعمل اور رواج پذیر ہوئیں اور ان کا چلن عام ہوا، وہ معاشرے اور ادوار نظری وفکری اور اخلاقی اعتبار سے پستی کی سطح پر تھے۔

احمد کی پگڑی محمود کے سر: یہ محاورہ حق تلفی اور ناانصافی کے موقع پر بولا جاتا ہے۔

احمد کی داڑھی بڑی یا محمود کی: اس سے مراد بے کار بحث اور لغو باتیں ہیں۔

احمد اور محمود جیسے مقدس ناموں کو سطحی قسم کے محاوروں میں عامیانہ طریق سے استعمال کیا گیا ہے۔ عزّت ووقار کی علامت پگڑی اور شرعی تقاضا داڑھی کی تضحیک بھی عیاں ہے۔ اسی طرح محاورہ ''بے گانی شادی میں عبداللہ دیوانہ'' بھی مقدس ناموں کی تضحیک کے زمرے میں آتا ہے۔

احمق الذّی: اس کا لفظی معنیٰ ''احمق جو'' یا ''احمق جس نے'' ہے۔ اس سے مراد ہے بہت بڑا بے وقوف اور نادان۔

زاید احمق کے ساتھ الذّی کا اضافہ نہ صرف زاید بلکہ غلط ہے۔ یہ ترکیب لفظی اور معنوی ہر دو اعتبار سے غلط ہے۔ احمق افعل التفضیل ہے اور الذّی اسم موصول۔ ان دونوں کا کوئی تعلق اور جوڑ نہیں بنتا۔ عربی زبان میں بھی ان دو لفظوں کا مرکب مستعمل نہیں ہے۔

آشنائیِ مُلّا تا سبق: مُلّا کی مطلب پرستی اور خود غرضی کے لئے بولا جاتا ہے۔

آگ لینے کو جائیں پیغمبری مل جائے: یہ تلمیحی محاورہ بعینہٖ ''اندھے کے ہاتھ بٹیر لگی'' کے مفہوم میں وضع کیا گیا ہے۔

اِلاّالذّی نہ اُلّاالذّی: اس سے مراد ہے نہ ادھر کا نہ اُدھر کا، ڈانواں ڈول شخص۔ ناکارہ اور بے مصرف چیز کے لئے بولا جاتا ہے جو گھر کی ہو نہ گھاٹ کی۔

اصل میں یہ اس آیت کی طرف تلمیح ہے جو منافقوں کی شان میں نازل ہوئی ہے یعنی **لاَ إِلَی هٰؤُلاءِ وَلاَ إِلَی هٰؤُلاءِ**[۱۸] (نہ اِن کی طرف ہیں نہ اُن کی طرف ہیں)۔ **اُلّاالذّی** بگاڑی گئی صورت ہے **اِلّاالذّی** کی۔ اس بگاڑ میں قرآنی طرزِ بیان کا استہزاء جھلکتا ہے۔

الف اللہ: منہیّاتِ شرعیہ سے آزاد اور بے قید لوگوں کا ٹیکا، جو وہ ناک کی نوک سے سر کے بالوں

تک سیدھا کھینچ دیتے ہیں۔ کسی ننگ دھڑنگ کو دیکھ کر بھی الف اللہ کہا جاتا ہے۔

اللہ بھائی کر کے سُلانا: اس محاورے کا معنی ہے بچوں کو لوریاں دے کر اور کوشش کر کے سلانا۔

ان دونوں محاوروں میں الف اللہ اور اللہ بھائی کی ترکیب چہ معنی دارد؟

اللہ کا نام محمدؐ کا کلمہ: یعنی بالکل محتاجی اور ناداری۔ نری مفلسی اور محتاجی کو ظاہر کرنے کے لئے بولا جاتا ہے۔

اللہ میاں بھرے کو بھرتے ہیں: یہ محاورہ اس موقع پر بولتے ہیں جب ضرورت والا محروم رہے اور جسے ضرورت نہ ہو اُسے مل جائے۔

اس مقولے میں اللہ کی تقسیم پر شکوہ اور عدمِ اطمینان ظاہر ہوتا ہے۔

اللہ غنی: اس کا لفظی معنی ہے ''اللہ بے نیاز ہے'' لیکن اس وقت بولا جاتا ہے جب کوئی کام خلافِ طبیعت ہو رہا ہو۔ نیز کسی صدمے، تکلیف اور حیرت واستعجاب کے موقع پر بھی بولتے ہیں۔

اللہ میاں کے پچھواڑے: اس کا معنیٰ لیا جاتا ہے بہت دور۔ ایک معروف افسانہ نگار نے اپنے ایک اخباری کالم میں لکھا تھا کہ فلاں صاحب اللہ میاں کے پچھواڑے یعنی امریکہ چلے گئے۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ زمان و مکان کی قید سے ماوراء ہے۔

اللہ میاں کی بھینس: کریہہ صورت اور قبیح شکل شخص کے لئے بولا جاتا ہے۔

اللہ میاں کی گائے: سادہ لوح اور سیدھے سادھے شخص کو کہا جاتا ہے۔

اللہ ملائی جوڑی، ایک اندھا ایک کوڑھی: ناپسندیدہ اور بے جوڑ کا ذکر کرنا ہو تو یہ کہا جاتا ہے۔

اَلَم نَشرَح کرنا: یعنی بدنام کرنا۔ برائی ظاہر کرنا، راز فاش کرنا۔

أَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ[19] (کیا ہم نے اے نبی ﷺ آپ ﷺ کا سینہ مبارک نہیں کھول دیا) قرآن مجید کی آیتِ کریمہ ہے۔

اِلٰہی خرچ: یعنی خرچ بے ترتیب اور اِسراف۔

اس سے براہِ راست اللہ کی تقسیم اور نظام پر زد پڑتی ہے۔

ایک سے ایک اعلیٰ سبحان ربی الاعلیٰ: بدی اور شرارت میں ایک شخص دوسرے سے بڑھ جائے

تو بلا تکلف یہ محاورہ بولا جاتا ہے۔

بازی بازی باریشِ بابا ہم بازی: یعنی باپ کی داڑھی سے کھیلنا۔ جب کوئی چھوٹا بڑے آدمی سے الجھے اس وقت کہتے ہیں۔

باوا آدم نرالا ہونا: عام طور پر ہجو اور حقارت کے طور پر مستعمل ہے۔

بارک اللہ: اس کا لفظی معنی ہے اللہ برکت دے۔

لیکن اس کا استعمال کسی شخص کی مذمت اور ہجو کے لئے بھی ہوتا ہے۔ درحقیقت یہ ایک دعا ہے۔ بارک اللہ کی ترکیب شعائرِ اسلام میں اس طرح شامل ہے جیسے السلام علیکم، الحمدللہ، ماشاءاللہ، سبحان اللہ اور ان شاءاللہ وغیرہ۔ ہجو اور مذمت کے معنی میں اس کا استعمال یقیناً شعائرِ اسلام کی توہین کے زمرہ میں آتا ہے۔

بڑے میاں سو بڑے میاں چھوٹے میاں سبحان اللہ: روزمرہ استعمال میں اس ضرب المثل کا عام مفہوم یہ لیا جاتا ہے کہ بڑے میاں تو بدمعاش تھے ہی، چھوٹے میاں ان سے بڑھ کر بدمعاش نکلے۔ بدمعاشی اور شرارت کے لئے سبحان اللہ کا استعمال معاشرے کی خفتِ عقل اور ضعفِ ایمان پر دال ہے۔

بسم اللہ کے گنبد میں رہنا: اس محاورے سے مراد لیا جاتا ہے غافل پڑے رہنا اور دنیا و مافیہا سے بے خبر رہنا۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ذریعہ اور زینہ ہے کسی کام کو کامیابی سے مکمل کرنے کا، لیکن اس محاورے میں تسمیہ کی شان اور اثر پذیری کا انکار کیا گیا ہے جو کھلم کھلا شعائرِ اسلام کی توہین ہے۔ فرمانِ رسول ﷺ ہے كُلُّ اَمرٍ ذِی بَالٍ لَم يُبدَأ بِاسمِ اللّٰهِ فَهُوَ اَقطَع[۲۰] (ہر وہ ضروری اور اہم کام جو اللہ کا مبارک نام لیے بغیر شروع کیا جائے وہ ادھورا رہ جاتا ہے)

بسم اللہ ہی غلط: اس سے مراد ابتداء ہی غلط ہو جانا یا چھوٹتے ہی غلطی کا ارتکاب کرنا ہے۔ اس محاورے کے پس منظر میں اخلاقی انحطاط واضح اور عیاں ہے۔

بغض اللّٰہی: ناحق دشمنی، بلاوجہ کینہ اور عداوت کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

بہشت کی قمری: ناچنے گانے والی عورت

پیس پاس منہاج کرے کرامت محمد جھنڈے کی: یعنی محنت کوئی کرے اور صلہ کوئی پائے۔ اس

ضرب المثل میں رسولِ کریم ﷺ کے اسمِ مبارک کے حوالے سے متانت سے گرا ہوا لہجہ قابلِ اعتراض ہے۔

پیغمبری کے ایام پڑنا: غربت اور فاقہ کشی کی حالت کو اس محاورے سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

تین تیرہ کرنا: تتر بتر کرنا، پریشان کرنا، خرچ کرنا۔

تین تیرہ آٹھ اٹھارہ: پریشان، خراب، خستہ۔

تین تیرہ بارہ باٹ: ضائع، برباد، تباہ۔

یہ دراصل غزوۂ بدر کے تین سو تیرہ جاں نثار صحابہ کرامؓ کی شان میں گستاخی ہے جنھوں نے ایک ہزار سے زیادہ کفار کے لشکر کو شکست فاش دی۔

جنم جنم کا ساتھ دینا: اس محاورے کا مفہوم ہے وفاداری کو مرتبۂ کمال تک پہنچانا۔

لیکن محاورے کے الفاظ اور اس کی ترکیب میں آواگون کے مذہبی نظریے کو واضح کرنے کی سعی کی گئی ہے۔ دراصل یہ عقیدۂ تناسخ اور حلولِ باری کا اظہار ہے۔ آواگون کو Incarnation اور Transmigration of Soul بھی کہتے ہیں۔ یہ اسلامی نظریۂ حیات و ممات اور آخرت کی ضد ہے۔ اردو زبان و ادب میں اس کے استعمال سے ایک مشرکانہ اور کافرانہ نظریے کی ترویج ہوتی ہے جس کا عام اردو بولنے والے ادراک نہیں رکھتے۔ ''جُگ جُگ جیو'' بھی اِسی مشرکانہ نظریے کا شاخسانہ ہے۔

جون پور کا قاضی / بدایوں کا مُلاّ: یہ دونوں تلمیحیں ہیں جو کسی شخص کی کم عقلی کے اظہار کے لئے استعمال ہوتی ہیں۔ مُلاّ سیّد محمد یزدی (جون پور کے مشہور قاضی) کو مغل شہنشاہ اکبر نے اپنے خلاف کفر کے فتویٰ کی پاداش میں دریا بُرد کروایا تھا اور مُلاّ عبدالقادر بدایونی (مغلیہ دور کے مشہور مؤرخ اور عالم) بھی مغلوں کے ہاں ناپسندیدہ شخصیت تھے۔ ان کی تحقیر اور تخفیف کے لئے ''جون پور کا قاضی'' اور ''بدایوں کا مُلاّ'' طنزاً اور حقارتاً نادان، مورکھ، احمق اور بے وقوف شخص کے لئے بولا جاتا ہے۔

چار یاری: خلفائے راشدین ''چار یار'' کہلائے اور پھر ''چار یار'' سے ''چار یاری'' کا شوشہ پھوٹا جو بُرے بھلے، نیک و بد، شریف و بدمعاش، چور اُچکے، غرض ہر ہم پیالہ و ہم نوالہ گروہ کے لئے بلا تخصیص مستعمل ہو گیا۔

حضرت: طنزاً شریر، بدذات، چالاک، مکار اور دھوکہ باز شخص کے لئے مستعمل ہے۔
حضرت فاطمہؓ کی جھاڑو پھرے: کسی کی تباہی و بربادی کی خواہش کے لئے یہ دعائے بد ہے۔
کجا حضرت فاطمۃ الزہراء الطاہرہ جن کے تصوّر سے آنکھیں حیا اور عقیدت سے جھک جاتی ہیں کجا اُن سے منسوب دعائے بد۔
حِکمتی: اس سے مراد چالاک، مکار اور عیّار شخص ہے۔
یہ حکمت جیسے مقدس لفظ کی تحقیر ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: مَن یُؤتَ الحِکمَۃَ فَقَد أُوتِیَ خَیراً کَثِیراً (۲۱) (اور جسے حکمت ملی، اسے حقیقت میں خیر کثیر یعنی بڑی دولت مل گئی)
خدا کی سنوار: کسی کی بداخلاقی اور بدباطنی کا اظہار کرنے کے لئے بولا جاتا ہے۔
خداواسطے کا بَیر: ناحق دشمنی، بلاوجہ کینہ اور عداوت کے لئے استعمال ہوتا ہے۔
خدمتی: اس سے مراد نوکر چاکر ہے۔
اس لفظ کے مفہوم کے تعیّن اور استعمال کے پس منظر میں ذات پات، اونچ نیچ اور طبقاتی سوچ کارفرما ہے۔ اسلام کی نظر میں خدمت کرنے والے انسان کی عظمت مسلمہ ہے۔ فرمانِ رسول ﷺ ہے سَیِّدُ القَومِ خَادِمُھُم (۲۲) (قوم کا سردار درحقیقت اپنی قوم کا خدمت گار ہی ہوتا ہے۔)
داڑھی پیشاب سے منڈوانا: حد درجہ ذلّت و رسوائی کا راستہ اختیار کرنا۔
داڑھی کی آڑ میں شکار کرنا: فریب اور دھوکا دینا۔ نیک صورت بنا کر برے کام کرنا۔
داڑھی جار: شرارتی، بدقماش اور حرام زادہ۔
داڑھی نوچ ڈالنا: ذلیل و رسوا کرنا۔
کسی کو ذلیل کرنے اور دھوکا دینے کے لئے داڑھی پر ہاتھ صاف کرنا اور اُسے نجاست سے آلودہ کرنا معاشرتی اخلاقی پستی کا مظہر ہے۔ داڑھی جو شعائرِ اسلام میں شامل اور ایمان کی علامت ہے، کس توہین آمیز طریقہ سے اسے محاوروں میں استعمال کر کے اردو زبان و ادب کو ''ثروت مند'' کیا گیا ہے۔
دو مُلّاؤں میں مرغی حرام: جھگڑالو اور ضدی اشخاص کی تُو تُو میں میں اور بے کار بحث و تمحیص کے موقع پر بولتے ہیں۔
ذاتِ شریف: طنزاً بدذات، شریر، چالاک اور بدمعاش شخص کو کہتے ہیں۔

ریشِ قاضی: لفظی معنی ہے قاضی کی داڑھی۔
لیکن اصطلاحاً شراب کی بوتل کے ڈاٹ (ڈھکن) اور بھنگ چھاننے کے کپڑے کو کہا جاتا ہے۔
رِیش بابا: لفظی معنی ہے بابا کی داڑھی۔
لیکن اصطلاحاً شراب بنانے کے لئے انگور کی ایک قسم کو کہا جاتا ہے۔
رِیش خندہ: استہزاء، ٹھٹھا اور تضحیک۔
رِیش گاؤ: بے وقوف اور احمق۔

ان الفاظ و تراکیب میں ریش (داڑھی) کا گھٹیا استعمال اور اس کی توہین معاشرے کے اخلاقی اِدبار، جہالت اور اسلامی شعائر سے تمسخر کی واضح مثالیں ہیں۔

سات سو چھیاسی (۷۸۶): ان ہندسوں کا استعمال اُردو زبان و ادب میں عام ہے۔ یہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے اعداد کا مجموعہ ہے۔ کتنی ستم ظریفی ہے کہ ایک حُسنِ آغاز کو ہندسوں میں ڈھال کر بے برکت بنا دیا گیا ہے۔

سیّد سُنی نہیں کاٹھ کی کنی نہیں: یعنی سیّد سُنی نہیں ہوتا اور کاٹھ (لکڑی) کی ہنڈیا نہیں ہوتی۔
سیّد کے سُنّی نہ ہونے کے حوالے سے یہ کوئی قاعدہ کلیہ اور لگی بندھی تعیین نہیں بلکہ خلافِ واقعہ کہاوت ہے۔ اس کہاوت کے درپردہ اُمّتِ مسلمہ میں انتشار پھیلانے کی سازش کارفرما ہے۔

سیّد کا جنا کبھی بگڑا کبھی بنا: یعنی سیّد متلوّن مزاج ہوتا ہے۔
یہ انفرادی واقعہ تو ہوسکتا ہے لیکن کوئی قاعدہ کلیہ نہیں بلکہ قابلِ احترام سیّد کی صریحاً توہین ہے۔

شیخ چلّی: بے وقوف، مسخرا اور احمق۔
شیخی باز: مغرور، ڈینگیں مارنے والا اور گھمنڈ کرنے والا۔
شیخی بگھارنا: بڑائی ظاہر کرنا، نمود و نمائش کرنا۔
شیخی جھڑنا: نیچا دکھانا۔
شیخی مارنا: اِترانا۔

یہ الفاظ و محاورات شیخ کی نسبت سے تشکیل پائے ہیں۔ عربی میں شیخ کا معنی علم و عُمر اور مرتبہ کے اعتبار سے بلند شخص کے ہیں۔ گویا شیخ جو عزت و احترام اور تقدس کا حامل لفظ ہے، اُسے

بے وقوفی، تکبّر، بُرائی، عزّت و آبرو کو پامال کرنے، نمود و نمائش اور غرور جیسے خصائل سے متصف کیا گیا ہے۔ معاشروں کی خفّتِ عقل اور ضُعفِ ایمان کا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہوسکتا ہے کہ اس مقدس لفظ کو ذلیل حرکتِ انسانی سے وابستہ کر دیا گیا۔

صَفاًّ صَفاًّ : بے نام و نشان، منہدم اور ویران

صَفاًّ صَفاًّ کرنا : نیست و نابود کرنا، استیصال کرنا۔

صَفاًّ صَفاًّ ہونا: ویران ہونا، تہس نہس ہونا۔

صَفاًّ صَفاًّ کی ترکیب قرآنی آیت کا حصہ ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: **وَجَاءَ رَبُّکَ وَالْمَلَکُ صَفّاً صَفّاً**[۲۳] (اور تمہارا رب جلوہ فرما ہوگا اس حال میں کہ فرشتے صف در صف کھڑے ہوں گے)

صَفاًّ صَفاًّ کا ترجمہ صف در صف اور منظّم ہے جب کہ محاورے میں اس کا بالکل الٹ معنی کر دیا گیا ہے۔ ان محاورات کی تشکیل کے پس منظر میں جہاں قرآنی الفاظ کی تضحیک ہے وہاں اسلام کے اُصولِ عمل، نظم و ضبط اور ڈسپلن پر زد پڑتی ہے۔

صلعم : صلی اللہ علیہ وسلم کا مخفف ہے۔

اس مخفف کے لکھنے اور بولنے کا کوئی اخلاقی، شرعی اور قانونی جواز نہیں ہے بلکہ شانِ رسالت سے نابَلَدی کا اظہار ہے۔

صلوات سنانا: کوسنا، دشنام دینا، بُرا بھلا کہنا۔

صلوات سُننا: گالیاں اور طعنے سُننا

صلواتیں : (صلوٰت کی اردو میں جمع) گالیاں اور طعن و تشنیع۔

صلواتیں پڑنا: گالیاں پڑنا، طعن و تشنیع ہونا۔

پڑھتا تھا میں تو سبحہ لیے ہاتھ میں درود
صلواتیں مجھ کو آ کے وہ ناحق سنا گیا[۲۴]

ان محاوروں کی اصل صلوٰۃ یعنی نماز ہے۔ صلوٰۃ انفرادی اور اجتماعی زندگی میں ایسے دخیل ہے جیسے جسم میں خون۔ قرآن مجید میں یہ لفظ انسانی تربیت اور تزکیہ کے لئے کثرت سے وارد ہوا ہے۔ **إِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنکَر**[۲۵] (بے شک نماز بے حیائی اور بُرائی سے

روکتی ہے)۔ معاشروں کی خفّتِ عقل اور ضُعفِ ایمان کا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہوسکتا ہے کہ اس مقدس لفظ کو ایک ذلیل حرکتِ انسانی سے وابستہ کر دیا گیا۔ کہاں نماز اور درُود، کہاں گالی گلوچ۔

علّتِ مشائخ: یعنی بعض بوڑھوں کو فعلِ بد کروانے کی مفعولی عادت۔

یہ ترکیب بھی معاشروں کی اخلاقی حالت کا پتا دے رہی ہے۔ اس ترکیب نے جہاں نام نہاد مشائخ کے کردار کو طشت از بام کیا ہے وہاں لفظ ''شیخ'' اور ''مشائخ'' کے تقدس کو پامال کیا ہے۔

علیک سلیک: مراد ہے معمولی ملاقات، محض جان پہچان اور واجبی شناسائی۔

السلام علیکم جو امنِ عالم کے قیام کے لئے اسلام کا منشور ہے، ایک دوسرے سے پیار، محبت اور خلوص میں اضافے کا موجب ہے، اُسے لفظی طور پر بگاڑ کر انتہائی سطحی معنوں میں استعمال کیا گیا ہے۔

عیسیٰ بدینِ خود موسیٰ بدینِ خود: یعنی ہر کوئی اپنے ہی دین کو اچھا سمجھتا ہے۔

اس سے تو یوں مترشح ہوتا ہے کہ ان دونوں جلیل القدر رسولوں کا دین ایک دوسرے سے مختلف تھا۔ یہ انداز لَکُمْ دِیْنُکُمْ وَلِیَ دِیْن[۲۶] (تمہارے لئے تمہارا دین اور میرے لئے میرا دین) جیسا ہے۔ اس آیتِ کریمہ کے مطابق فریقین نبی اکرم ﷺ اور کفارِ مکّہ ہیں لیکن مذکورہ کہاوت میں مدمقابل رسولوں حضرت عیسیٰؑ اور حضرت موسیٰؑ کے دین میں کوئی فرق نہیں ہے۔ دونوں ایک ہی دین کے داعی ہیں اور وہ دین ہے اللہ کی توحید اور بنی نوع انسان کی ہدایت کا۔

فاتحہ پڑھنا: مُردے کو ثواب پہنچانا۔

مرے سینے میں خوابیدہ تمناؤں نے کروٹ لی
سرِ خاکِ لحد کون آ گیا یہ فاتحہ پڑھنے[۲۷]

فاتحہ نہ درُود مر گئے مردود: کسی شے کے عبث ضائع ہونے اور کسی شریر اور ظالم کی موت پر بولتے ہیں۔

فاتحہ خوانی: نذر نیاز، مفت کا کھانا۔

گویا اُمّ الکتاب کا وظیفہ اور مصرف اللہ کے سامنے عجز و انکسار، استعانت اور بنی نوع انسان کی ہدایت سے بڑھ کر مُردوں کو ثواب پہنچانا ہے۔ لوگ قطع تعلق کرنے کے لئے بھی فاتحہ پڑھ دینے کا محاورہ استعمال کر کے اُم الکتاب کی توہین کرتے ہیں۔

فرشتوں کا واقف نہ ہونا: بالکل بے خبر ہونا، کانوں کان خبر نہ ہونا۔

فرشتوں کو خبر نہ ہونا: بالکل بے خبر ہونا، کانوں کان خبر نہ ہونا
فرشتوں کا گزر نہ ہونا: کسی کی رسائی نہ ہونا۔

فرشتے جو انسانی قضاء وقدر کے معاملات میں اللہ کے کارندے ہیں، بنی نوع انسان کی ہدایت کے لئے پیغام رسانی کا فریضہ انجام دیتے ہیں، ہمہ وقت ہمارے اعمال کے نگہبان ہیں، جن پر ایمان لائے بغیر ہمارا عقیدہ مکمل نہیں ہوتا، ایسے محاورات کا استعمال ان کی حیثیت کو کم کرنے کے مترادف ہے۔

فطرتی: شرارتی، عیّار، مکار، فتنہ پرداز، فریبی اور سازشی
فطرت باز: چالاک، سازشی
فطرت کرنا: شرارت کرنا، سازش کرنا۔

فطرت ہی کائنات کا حُسن ہے۔ معصومیّت فطرت میں ہے بناوٹ اور نمود و نمائش میں نہیں۔ فطرت کو مندرجہ بالا معنی میں استعمال کر کے اس حدیث مبارک کے مفہوم کو سمجھنے کی کوشش نہیں کی گئی۔

کل مولود یولد علی الفطرۃ فابواہ یھودانہ او ینصرانہ اویمجسانہ[۲۸]

(ہر بچہ فطرت (سلیمہ) پر پیدا ہوتا ہے۔ اُس کے والدین پر منحصر ہے کہ وہ اسے یہودی بنادیں یا عیسائی یا مجوسی)

قرآن کا جامہ پہننا: سچا بننا
قرآن پر ہاتھ رکھنا: قرآن کی قسم کھانا
قرآن سر پر رکھنا: قرآن سر پر رکھ کر قسم کھانا
قرآن کی مار: بددعا
قرآن پر قرآن رکھنے کا کیا مضایقہ: ہم مرتبہ لوگوں کا آپس میں تعلق استوار کرنے پر کہتے ہیں۔
قرآن ٹھنڈا کرنا: قرآن کا زمین پر گرنا اور پھر قرآن کے برابر غلّہ تول کر خیرات کرنا۔

قرآن (جو بنی نوع انسان کے لئے ازلی و ابدی ہدایت کا سرچشمہ ہے) کے حوالے سے مذکورہ محاورات اور کہاوتیں انتہائی بے ادبی پر دال ہیں۔ قرآن اپنے بارے میں خود کہتا ہے **لاَ یَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ**[۲۹] (اسے مطہرین یعنی پاکیزہ لوگوں کے سوا کوئی نہیں چُھوتے)

قل ھواللہ پڑھنا (آنتوں کا): سخت بھوک لگنا
قل پڑھنا: ختم پڑھنا۔
قل کرنا: کام تمام کرنا، مار دینا
قل ہونا: حالت تباہ ہو جانا۔
قل اَعُوذِی: نذر نیاز اور مالِ مفت پر گزارا کرنے والا۔ بے عمل اور طفیلی انسان۔

چار آیات پر مبنی سورۃ اخلاص، جو توحید باری تعالیٰ پر برہانِ قاطع ہے، کس دیدہ دلیری سے اس کی پہلی آیتِ کریمہ کی توہین کی گئی ہے۔ اس کے علاوہ سورۃ الکافرون، الفلق اور النّاس (جن کے شروع میں قل آتا ہے اور یہ خطاب بھی رسول اللہ ﷺ کو ہے) کیسے عجیب وغریب اور گھٹیا معانی ان سے منسوب کیے گئے ہیں اور قل کے استعمال میں کس قدر گھٹیا اور عامیانہ پن کا مظاہرہ کیا جاتا ہے۔ ان محاوروں کے پس منظر میں معاشروں کی بے بضاعتی، بے عملی، مفت خوری اور اخلاقی پستی دکھائی دیتی ہے۔

کاٹی اُنگلی پر نہ مُوتنا: نہایت سخت دل اور بے رحم ہو جانا۔

اس محاورے کے مطابق کسی کی کاٹی انگلی پر کوئی پیشاب کر دے تو یہ عمل شفقت، فیاضی اور رحم دلی کے زمرے میں آئے گا۔ آفرین ہے اس محاورے کے واضع اور خالق پر جو پیشاب کی نجاست اور آلودگی اور اسلام کے تصوّرِ نظافت سے بے خبر ہے۔ اس محاورے کے استعمال سے اسلام کے نظامِ نظافت وطہارت پر حرف آتا ہے۔ حدیث مبارک ہے:

"الطھور شطر الایمان"[۳۰] (صفائی ایمان کا حصہ ہے)

کعبہ ہو تو اس کی طرف منہ نہ کروں: کسی جگہ سے اس قدر بے زار اور تنگ ہو جانا کہ اگر وہ جگہ مقدس اور خدا کا گھر بھی بن جائے تو اس طرف رخ نہ کرنا۔

اہلِ اسلام کے قبلے خانہ کعبہ کی طرف رخ نہ کریں تو عبادت بھی قبول نہیں ہوتی۔ کعبہ تو اہلِ اسلام کے دلوں کی دھڑکن اور اسلام کا مرکز ہے۔ شعائرِ اسلام کے ساتھ اس قسم کا مذاق نام نہاد مسلمانوں ہی کے ذریعے ہوتا رہتا ہے جو اپنے ہر بزرگ کو قبلہ کہہ کر کعبۃ اللہ کی توہین کرتے ہیں۔

کلمہ بھرنا: مطیع اور معتقد ہونا۔
کلمہ پڑھنا: کسی کا شیدا ہونا، کسی کا دم بھرنا۔

شعائرِ اسلام میں شامل وہ کلمہ، جسے دل و جان سے پڑھ کر، توحید و رسالت کا اقرار کر کے ہم دائرۂ اسلام میں داخل ہوتے ہیں، کسی دنیاوی شخصیت کی فرماں برداری کے مطلب اور معنی میں بھی کس ڈھٹائی سے استعمال ہوتا رہا اور ہو رہا ہے۔ کسی کے عشق میں گرفتار ہو کر ''اس کا کلمہ پڑھنا'' کہنا گویا اسلام کی بنیاد ڈھانا ہے۔

کودک باز: بچوں سے بدفعلی کرنے والا۔

یہ لفظ معاشرے کی اخلاقی اور نفسیاتی کیفیت کو واضح کر رہا ہے۔

گزشتہ راصلوٰۃ آیندہ را احتیاط: گزری ہوئی بات کو جانے دو اور آیندہ کے لئے احتیاط کرو۔

یہ ضرب المثل، اس کے وضع کرنے اور استعمال کرنے والوں کے اخلاقی دیوالیہ پن کا ثبوت فراہم کرتی ہے جنھوں نے مقدس لفظ صلوٰۃ کو بنظرِ حقارت دیکھا اور سمجھا۔

لاحول بھیجنا: لعنت بھیجنا، اظہار نفرت کرنا۔ کسی بات پر حد درجہ ناگواریٔ طبع کا اظہار کرنا۔

لاحول ولاقوۃ: اظہارِ نفرت اور بے زاری۔

شعائرِ اسلام میں شامل مقدس کلمہ **لاحول ولاقوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم** جسے پڑھ کر ہم شیطانی قوتوں سے بچتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے حفظ و امان میں آتے ہیں، اسے کس ''خوبی'' سے لعنت اور اظہارِ نفرت کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔

لکھے موسیٰ پڑھے خدا: بدخطی اور بے ترتیبی کو دیکھ کر کہا جاتا ہے۔

اس محاورے میں جلیل القدر رسول حضرت موسیٰؑ کے بارے میں تاثر ملتا ہے کہ وہ بدخط تھے۔ یہ تصوّر خلافِ واقعہ ہے۔ یہ محاورہ اصل میں اس طرح ہے'' لکھے مُوسا پڑھے خودآ ''یعنی بال کی طرح باریک اور اُلجھے ہوئے الفاظ میں تحریر لکھیں گے تو خود آ کر پڑھ کے لوگوں کو سنانا پڑے گی۔

لِمَنِ الملک: اس سے مراد بے جا ناز، فخر اور تکبر و نخوت ہے اس کا لفظی معنی ہے ''کس کا ملک ہے؟''

اس کا معنوی پس منظر قرآن مجید کی آیت ہے۔ **لِمَنِ الْمُلْکُ الْیَوْمَ لِلّٰہِ الْوَاحِدِ الْقَھَّار**[۳۱] (قیامت کے دن اللہ فرمائے گا کہ بتاؤ آج حکومت اور سلطنت کس کی ہے؟ پھر خود ہی فرمائے گا اللہ ہی کی ہے جو ایک ہے اور طاقت ور ہے)۔

کائنات کا حاکم ہونا اللہ کی شان ہے اور اللہ کی شان کو بے جا ناز اور نخوت کے معنوں میں لینا اللہ کی شان میں گستاخی ہے۔

لن ترانی: اس سے مراد خود ستائی، تعلّی اور انانیّت ہے۔ جب کہ اس کا اصل معنی ہے" تُو مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکے گا۔"

یہ تلمیح ہے جس کا پس منظر اللہ تعالیٰ اور حضرت موسیٰؑ کا سوال و جواب ہے۔ قَالَ رَبِّ أَرِنِیْ أَنظُرُ إِلَیْکَ قَالَ لَن تَرَانِیْ [۳۲] (حضرت موسیٰؑ نے کہا اے میرے رب! مجھے اپنی جھلک دکھا کہ میں تجھے دیکھوں۔ اللہ نے فرمایا تو مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکے گا)۔

یہاں قرآنی الفاظ کو اس کے پس منظر سے ہٹا کر فضول معنی پہنائے گئے ہیں۔

لواطت: لڑکوں کے ساتھ بدفعلی

ایک فعلِ شنیع کو جلیل القدر نبی حضرت لُوط علیہ السلام کے نام سے منسوب کر دیا گیا حال آں کہ یہ غیر فطری فعل حضرت لُوطؑ کی قوم کا تھا۔ صدیوں سے جلیل القدر پیغمبر حضرت لوطؑ کے مرتبے کا خیال نہ رکھتے ہوئے ان کے مقدس نام کو ایک غیر اخلاقی فعل سے منسوب کیا جا رہا ہے۔ اسی نسبت کا اثر ہے کہ قرآن مجید میں مذکور تمام انبیاء و رسل کے مقدس ناموں پر لوگ بہ رضا و رغبت اپنے بچوں کے نام رکھتے ہیں سوائے حضرت لوط علیہ السلام کے مقدس نام کے۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ لوگ اس نسبت کو نفسیاتی طور پر پسند اور قبول نہیں کرتے۔ مشہور لغت Lexicon کے صفحہ نمبر ۹۹۲ پر ہم جنس پرستی کی اس بدکاری کو Sodomy کے لفظ سے منسوب کیا گیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت لوطؑ جس قوم کی طرف مبعوث ہوئے تھے وہ قوم سدوم اور عمورہ نامی بستیوں میں رہتی تھی۔[۳۳] اس قوم میں بحیثیت مجموعی یہ لت سب سے پہلے پڑی کہ اس نے امرد پرستی کو بطور قومی تہذیب کے اختیار کر لیا۔ قرآن نے یہ حقیقت مختلف مقامات پر واشگاف کی ہے۔[۳۴] مسلمانوں کو چاہیے کہ اس مفہوم کی ادائی کے لئے بجائے لواطت کے سدومیت کا لفظ استعمال کریں۔

محمودی: اس سے مراد ایک قسم کی باریک ململ (کپڑا) اور عرب میں رائج چاندی کا سکہ ہے۔

یہ لفظ محمود سے اسم نسبت ہے اور محمود رسول اللہ ﷺ کا اہم وصفی نام ہے۔ محمودی کا اس طور سے استعمال محلِ نظر ہے۔

مسجد ڈھا کر امام باڑا بنانا: اس محاورے سے مراد ہے فرض کام کو چھوڑ کر مستحب کام کرنا۔

اس محاورے میں مسجد کو گرانا صریحاً شعائر اسلام کی تضحیک ہے۔ اس پر طُرّہ یہ کہ دو فرقوں (اہل السنہ اور اہل التشیّع) کے درمیان نفرت کی دیوار کھڑی کرنے کی سازش بھی ہے۔

مُلاّ نہ ہوگا تو کیا مسجد میں اذان نہ ہوگی: کسی کو بے قدر، غیر اہم اور خفیف ظاہر کرنے کے لئے بولا جاتا ہے۔

مُلاّ کی دوڑ مسجد تک: مُلاّ کی کم مائیگی یا مذہب کی آڑ یا پناہ لینے کے موقع پر بولتے ہیں۔

مُلاّ کی داڑھی تبرک میں گئی: بے فائدہ، فضول اور بے مصرف خرچ کے موقع پر بولتے ہیں۔

مولا بخش: لفظی معنی ہے خدا کا دیا ہوا لیکن اس سے مراد سزا دینے کے لئے بڑا جوتا اور استاد کا ڈنڈا بھی ہے۔

مولا دولا: بے وقوف، بھولا بھالا اور بے پروا۔

مولا بخش کی عربی اور فارسی ترکیب میں لفظ ''مولا'' کو جو اللہ کے معنی میں ہے، استہزاء کے انداز میں نیا معنی پہنایا گیا ہے۔ مولا دولا کی ترکیب میں کس ڈھٹائی سے مولا کے ساتھ دولا کا استعمال کر کے عامیانہ انداز اختیار کیا گیا ہے۔ مولا کا لفظ قرآن میں بہت جگہ استعمال کیا گیا ہے مثلاً نِعْمَ الْمَوْلٰی وَنِعْمَ النَّصِیْرُ [۳۵] (اللہ تعالیٰ کتنا ہی اچھا کارساز اور مددگار ہے۔)

میاں کی داڑھی واہ ہی واہ میں گئی: بے فائدہ اور بے نتیجہ خرچ کے موقع پر بولتے ہیں۔

میاں کی جوتی میاں کا سر: اپنے ہی ہاتھوں لاچار ہو جانا۔

میاں کا لفظ ہمارے ہاں احترام اور عزت کا حامل ہے لیکن اہلِ زبان نے اس کے احترام کو بھی تار تار کر دیا ہے۔ بعض مواقع پر یہ اللہ کے معنی میں بھی مستعمل ہوتا ہے۔ داڑھی حکم شرعی ہے۔ ان دونوں کہاوتوں میں ہر دو الفاظ کی تضحیک کی گئی ہے۔

نماز بخشوانے گئے روزے گلے پڑے: واقعۂ معراج سے متعلق اس تلمیحی محاورے کو مفت کی مصیبت لینے کے موقعے پر بولتے ہیں۔

نوج: اُردو زبان و ادب میں یہ کلمۂ پناہ اور کلمۂ نفی ہے۔ یہ تخریب ہے نَعُوْذُ (ہم پناہ مانگتے ہیں) کی۔ اُردو میں اس لفظ کے معانی لیے جاتے ہیں خدا نہ کرے، خدانخواستہ، مبادا، ہرگز نہیں۔ یہ لفظی اور معنوی بگاڑ تعوّذ (اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم) کی صریحاً توہین ہے۔

نُورٌ علٰی نُورٍ: لفظی معنی ہے روشنی پر روشنی لیکن غلطی پر غلطی کرنے پر طنزاً بولا جاتا ہے۔

حال آں کہ یہ قرآنی آیت کا جزو ہے۔ نُّوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ یَهْدِیْ اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ یَشَاءُ [۳۶] (نور پر نور ہے۔ اللہ اپنے نور کی طرف جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔) اہلِ زبان کا اس لفظ کو

استعمال کرنے کا سلیقہ ملاحظہ کیجیے کجا روشنی پر روشنی اور کجا غلطی پر غلطی کا معنی؟
ولی را ولی می شناسد: چور، چور کو اور اُچکا، اچکے کو خوب پہچانتا ہے اور اس کے ہتھے نہیں چڑھتا۔

معاشرے میں اگر غیر صحیح الفاظ وتراکیب یا محاورات رواج پا جائیں تو انھیں غیر صحیح ثابت کرنا ایک مشکل امر ثابت ہوتا ہے۔ اس کی ایک اہم وجہ یہ ہے کہ لوگ کسی لفظ، رسم یا مشہور واقعہ کی مروّجہ باتوں سے مانوس ہو جاتے ہیں۔ عام لوگوں کے نزدیک کسی اُصول کی بجائے رواج زیادہ اہم ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں کسی محقق کی تحقیق کو قبولِ عام حاصل ہونا خاصا دشوار ہوتا ہے۔ اکثر اوقات اس کی محنت کو ایک فضول کام سمجھ کر نظر انداز کر دیا جاتا ہے بلکہ ''آئینِ نَو سے ڈرنا، طرزِ کہن پہ اَڑنا'' کی نفسیاتی کم زوری کے تحت بعض لوگ کج بحثی اور مخالفت پر بھی اتر آتے ہیں۔ دریا کے بہاؤ کے ساتھ ساتھ بہنے والی مچھلی کو مخالف سمت میں سفر کرتے ہوئے دیکھ کر اسے ایک بے کار شوق سے تعبیر کرتے ہیں۔ عوام کی سینہ زوری کے سامنے اصل زبان کی رعایت کوئی معنیٰ نہیں رکھتی۔ وہ صرف اسی پر بس نہیں کرتے بلکہ جہاں تک ان کو اپنے حسبِ حال لہجہ بنانے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے اس حد تک وہ الفاظ میں ادل بدل کر کے الفاظ کی صورت اور تلفظ کو بگاڑتے رہتے ہیں۔ اگر اہلِ علم انھیں غلط زبان بولنے سے نہیں روکتے اور لکھنے اور بولنے میں درست زبان استعمال نہیں کرتے، زبان کے بگاڑ کو سند مل جاتی ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ اُردو زبان میں بہت سے محاورے اور ضرب الامثال ایسی ہیں جن سے شعائرِ اسلام کی تنقیص اور تضحیک کا پہلو نکلتا ہے اور ان سے ہماری اخلاقی پستی کی نشان دہی بھی ہوتی ہے۔ اِن تراکیب اور محاورات کو کب اور کیسے رواج ملا، یہ واضح کرنا ایک نہایت مشکل اور تحقیق طلب کام ہے۔ اسی طرح انھیں زبان سے خارج کرنا یا متروک کا درجہ دینا بھی کارِ دشوار ہے۔ ان کا استعمال اور چلن اس تواتر سے ہو رہا ہے کہ ان کے آگے بند باندھنا مشکل ہو گیا ہے۔ رفتہ رفتہ اہلِ علم کے صحیح الفاظ ومحاورات، معاشرے میں رائج غلط الفاظ کے مقابلے میں غریب، اجنبی اور غیر مانوس قرار دے دیے جائیں گے اور اہلِ علم بھی انھیں مِن وعَن قبول کرنے پر مجبور ہو جائیں گے۔ ماضی میں بھی یہ خرابیاں یوں ہی در آئی ہوں گی جن کا آج کسی کو ادراک واحساس تک نہیں۔ اہلِ علم کا فرض ہے اور ان پر قرض بھی کہ وہ غلط کے مقابل صحیح کی نشان دہی کا عمل جاری رکھیں اور غلط الفاظ وتراکیب کے استعمال سے خود اجتناب کرتے رہیں۔

حواشی وحوالہ جات

۱۔ جلال پوری، علی عباس، جنسیاتی مطالعے (جہلم: مکتبہ خرد افروز، ۱۹۹۱ء) ص ۲۶۴

۲۔ محمد کاظم، عربی ادب میں مطالعے (لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۴ء) ص ۱۰۵

۳۔ ندوی، محمد حنیف، افکار ابنِ خلدون (لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۱۹۵۴ء) ص ۵۳-۵۴

۴۔ تصوّف کی ایک اصطلاح ہے جس سے عالمِ سُکر میں کہے گئے خلاف شرع الفاظ مراد ہیں۔ اہلِ شرع اسے اسلام سے انحراف (Deviation of Islam) کہتے ہیں اور کفر کا فتویٰ لگاتے ہیں۔

۵۔ ابوالمغیث الحسین بن منصور الحلاّج (۸۵۷ء-۹۲۲ء) ایک معروف متنازع فیہ صوفی تھے جنھوں نے حالتِ سُکر میں ''اناالحق'' کا نعرہ لگایا۔ اس پاداش میں اسے سولی پر چڑھا دیا گیا۔ ''اناالحق'' سے مراد ہے کہ میں حق ہوں۔

۶۔ ابوالقاسم جنید بن محمد نہاوندی بغدادی (وفات ۲۹۷ھ/۹۰۹ء) معروف صوفی سری سقطی کے بھانجے اور شاگرد تھے۔ صوفیانہ سلسلے کی تشکیل میں ان کا زبردست ہاتھ ہے۔ اُن سے متعدد مقولات منسوب ہیں جن میں سے ایک مشہور مقولہ ہے ''لیس فی جبتی سوا اللّٰہ'' اس سے مراد ہے کہ میرے جُبے یعنی لباس میں سوائے اللہ کے کوئی اور نہیں۔

۷۔ بایزید طیفور بن عیسیٰ البسطامی (وفات ۲۶۱ھ/۸۷۴ء) معروف صوفیہ کرام میں سے ایک ہیں۔ ان سے کئی سو مقولات منقول ہیں جن میں سے مشہور ہے ''**سبحانی ما اعظم شانی وانا سلطان السلاطین**'' اس سے ان کی مراد ہے کہ میں بہت زیادہ پاک ہوں اور میری شان بہت اعلیٰ و ارفع ہے اور میں بادشاہوں کا بادشاہ ہوں۔

۸۔ رومی، جلال الدین، مفتاح العلوم، شرح مثنویٔ معنوی (لاہور: الفیصل ناشران، ۲۰۰۵ء)

جلال الدین رومی (۱۲۰۷ء-۱۲۷۳ء) جو مولانا اور مولوی کے عرف سے بھی مشہور ہیں بلخ میں پیدا ہوئے۔ مولانا کے سلسلۂ طریقت کو جلالیہ اور مولویہ کہا جاتا ہے۔ اس فرقے کی خصوصیت سماع اور رقص کا خاص انداز ہے۔ ان کی تصانیف میں دیوان مشتمل بر غزلیات و رباعیات، مثنویٔ معنوی اور فیہ مافیہ زیادہ مشہور ہیں۔

۹۔ مسجد کے تقدس اورحرمت کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ملاحظہ کیجیے۔

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّن مَّنَعَ مَسَاجِدَ اللّٰهِ أَن يُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ وَسَعَى فِي خَرَابِهَا أُوْلَـئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ أَن يَدْخُلُوهَا إِلاَّ خَآئِفِينَ لهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَلَهُمْ فِي الآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ (البقرہ:۱۱۴)(اوراس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جواللہ کی مساجد میں اس کے نام کی یاد سے روکے اوران کی ویرانی کے در پے ہو؟ ایسے لوگ اس قابل ہیں کہ ان عبادت گاہوں میں قدم نہ رکھیں اوراگر وہاں جائیں تو ڈرتے ہوئے جائیں۔ان کے لئے تو دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں بھی عذاب عظیم)

إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللّٰهِ مَنْ آمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ وَأَقَامَ الصَّلاَةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَلَمْ يَخْشَ إِلاَّ اللّٰهَ فَعَسٰى أُوْلٰئِكَ أَن يَكُونُواْ مِنَ الْمُهْتَدِيْن (التوبہ:۱۸)(اللہ کی مسجدوں کو آباد کرنے والے تو وہی لوگ ہوسکتے ہیں جو اللہ اورروزِ آخرت کو مانیں اور نماز قائم کریں،زکوٰۃ دیں اوراللہ کے سوا کسی سے نہ ڈریں۔انہی سے یہ توقع ہے کہ سیدھی راہ چلیں گے۔)

۱۰۔ محمد بخش،میاں،سیف الملوک (میر پور: میاں محمد بخش پبلک لائبریری،۲۰۱۰ء)

میاں محمد بخش (۱۸۳۰ء-۱۹۰۴ء) پنجابی کے معروف شاعر تھے۔میر پور (آزاد کشمیر) کے نواحی گاؤں کھڑی کے رہنے والے تھے۔کئی کتابوں کے مصنف تھے۔سیف الملوک ان کی معرکہ آرا تصنیف ہے۔یہ شعر سیف الملوک کے کسی بھی نسخے میں موجود نہیں ہے لیکن کئی لوگ اسے میاں محمد بخش سے منسوب کر کے محافل اور مساجد میں پڑھتے ہیں۔کئی گلوکاروں نے بھی اس شعر کو سیف الملوک کا شعر سمجھ کر گایا ہے۔

۱۱۔ شیخ عبدالقادر جیلانی،قصیدہ غوثیہ مترجم عنصر صابری چشتی (لاہور: شبیر برادرز،۲۰۰۷ء) ص۲

۱۲۔ ....ایضاً............،ص۳

۱۳۔ شیرازی،خواجہ حافظ،دیوانِ حافظ شیرازی (لاہور: مکتبہ دانیال،۲۰۰۳ء)

حافظ شیرازی (۱۳۲۵ء-۱۳۸۸ء) فارسی کے عظیم شاعر تھے۔ان کا اصل نام خواجہ شمس الدین محمد تھا۔شیراز میں پیدا ہوئے۔غزلیات،قصائد،قطعات اور رباعیات پر مبنی ان کا دیوان فارسی زبان وادب میں ایک قیمتی اثاثے کی حیثیت رکھتا ہے۔

۱۴۔ ....ایضاً............،ص۲۴

۱۵۔ دیوانِ غالب بہ تصحیحِ متن وترتیب حامد علی خان (لاہور: الفیصل ناشران، ۲۰۰۳ء) ص ۳۱

۱۶۔ ایضاً، ص ۶۰

۱۷۔ ایضاً، ص ۵۲

۱۸۔ النساء: ۱۴۳۔ پوری آیت کا ترجمہ ہے ''کفر و ایمان کے درمیان ڈانواں ڈول ہیں۔ نہ پورے اس طرف نہ پورے اُس طرف۔ جسے اللہ نے بھٹکا دیا ہو اس کے لئے تم کوئی راستہ نہیں پا سکتے۔''

۱۹۔ الانشراح: ۱

۲۰۔ ابنِ ماجہ بحوالہ بیضاوی، تفسیر تسمیہ

۲۱۔ البقرہ: ۲۶۹

۲۲۔ شعب الایمان للبیہقی

۲۳۔ الفجر: ۲۲

۲۴۔ میر تقی میر، کلیاتِ میر (لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۱۹۹۹ء) ص

۲۵۔ العنکبوت: ۴۵

۲۶۔ الکافرون: ۶

۲۷۔ بحوالہ اردو محاورات (لاہور: فیروز سنز، س ن)، ص ۱۳۱

۲۸۔ بخاری، کتاب الجنائز

۲۹۔ الواقعہ: ۷۹

۳۰۔ مشکوٰۃ، کتاب الطہارت

۳۱۔ المومن: ۱۶

۳۲۔ الاعراف: ۱۴۳

۳۳۔ بائبل، کتابِ پیدائش، باب نمبر ۱۳، آیت ۱۳

۳۴۔ العنکبوت: ۲۷، الاعراف: ۸۰-۸۱

۳۵۔ الانفال: ۴۰

۳۶۔ النور: ۳۵

الفاظ کا تخلیقی، معنوی اور اصطلاحی پس منظر

(منتخب الفاظ: ذولسانیاتی تحقیقی مطالعہ)

اس بارے میں کوئی دوسری رائے نہیں ہے کہ زبان ہی ذریعۂ اظہارِ خیال وفکر ہے۔ مافی الضمیر کے اظہار کے لئے منہ سے بولے جانے والے الفاظ، ہاتھوں، ہونٹوں اور آنکھوں سے کیا جانے والا اشارہ کنایہ، کندھوں کا اچکانا اور چہرے بشرے کے تاثرات، سبھی زبان قرار پاتے ہیں لیکن مقالہ زیر بحث منہ سے بولے جانے والے الفاظ کے حقائق کے انکشاف کے حوالے سے ہے۔ خیالات وافکار کی تخلیق اور ان کا اِبلاغ الفاظ کا مرہونِ منت ہوتا ہے۔ علم کی دولت الفاظ ہی کے ذریعے نسل در نسل منتقل اور متداول ہوتی ہے۔ صفحۂ قرطاس پر بکھرے الفاظ محض مہمل اور بے ربط نشانات نہیں بلکہ زندہ وتوانا عامل ہوتے ہیں۔ نسلِ انسانی کا امتیاز ہے کہ اسے زبان ورثے میں ملتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ ایک عطیہ ہوتا ہے۔ انسان اپنے خیالات وافکار کو لفظی پیکر اور پہناوے میں بیان کرنے کی استعداد بتدریج حاصل کرتا رہا ہے اور یہ خودکار نظام جاری وساری رہے گا۔

اہمیتِ موضوع

الفاظ خزانوں کی مثل ہیں جن کے اندر جہانِ معانی آباد ہوتا ہے۔ لسانیات وادبیات کے طالب علم کے لئے تحقیقاتِ لفظی، مطالعۂ الفاظ اور ان کے مخفی خزائن کی دریافت اور جستجو سے بڑھ کر کوئی مفید اور دل چسپ مشغلہ نہیں ہوتا۔ زبان کے مخفی خزانوں کی دریافت کے لئے ہر دور میں تفحص اور تجسّس ہوتا رہا ہے۔ پُر معانی الفاظ کی اصلیت کی نقاب کشائی اور حقائق کا انکشاف

اہلِ ادب کے ہاں پسندیدہ اور مرغوب عمل رہا ہے۔ الفاظ جو معنوی تنوّع اور لطافت و نزاکت کا خزانہ ہوتے ہیں، نباتات و حیوانات کی طرح ہی نشو ونما پاتے ہیں۔ پھلتے پھولتے ہیں اور گروہِ خاندانی بناتے ہیں۔ زندہ قوم ہونے کا ثبوت دیتے ہوئے اپنی زندہ و توانا زبان کی مشاطگی کے لئے تحقیق کا سفر جاری و ساری رکھنا از بس ضروری ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ پیکرِ الفاظ میں پوشیدہ جہانِ معانی دریافت کیا جائے۔ مختلف زاویوں اور پہلوؤں سے الفاظ کا مطالعہ کر کے اس بات کا کھوج لگایا جائے کہ رنگا رنگ معانی اور مفاہیم کا تنوع کس طرح وجود میں آتے ہیں۔ ہر لفظ بجائے خود گنجینۂ معنی کا ایک طلسم ہوتا ہے جسے کھولے بغیر گوہرِ مقصود کا حصول ممکن نہیں ہوتا۔ اس مرحلۂ دشوار کو ہر لفظ کی صحت اور اس کے املاء اور تلفظ کے تعین کے بعد ہی سر کیا جا سکتا ہے۔ یہ کام جو بہ ظاہر بہت حقیر اور معمولی نظر آتا ہے، جس دیدہ ریزی اور جگر کاوی کا متقاضی ہے وہ تیز رفتاری کے اس دور میں نایاب نہیں تو کم یاب ضرور ہے۔

زیرِ نظر مقالہ الفاظ کے تخلیقی سفر اور معنوی و اصطلاحی پس منظر کے حوالے سے ایک ذولسانیاتی تحقیقی کاوش اور گزشتہ مباحث کا تسلسل ہے۔

آپ کے طُفَیل

(آپ کے توسط اور وسیلے سے) مثلاً آپ کے طفیل سے مجھے یہ رتبہ ملا۔ طفل عربی زبان کا لفظ ہے۔ یہ اسم مذکّر ہے جس کی جمع اطفال ہے۔ اس کا معنی بچہ، بالک، شیر خوار، لڑکا، نادان اور ایانا ہے۔

شہ زور اپنے زور میں گرتا ہے مثلِ برق
وہ طفل کیا گرے گا جو گھٹنوں کے بل چلے (۱)

طفل سے کئی تراکیب اور محاورے رائج ہیں مثلاً طفلانِ چمن (باغ کا سبزہ اور پھولوں کی کلیاں) طفلِ اشک (آنسو) طفلِ دبستان / طفلِ مکتب (نو آموز، نا تجربہ کار) طفل مزاج، طفل مشرب (جس کے مزاج میں لڑکپن ہو)۔

طِفل کا اسمِ تصغیر طُفیل (چھوٹا بچہ) ہے۔ طفیل عربی ادب کی تاریخ کا ایک مشہور کردار ہے۔ اس کا اصل نام طفیل بن زلال تھا۔ یہ کوفی شاعر تھا جو بغیر بلائے دعوتِ ولیمہ میں شامل ہوتا تھا۔(۲) بعد میں اسی وجہ سے اس شخص کی نسبت کہنے لگے جو مدعو کے ساتھ بن بلائے دعوت میں چلا

جائے۔ فارسی میں اسے ناخواندہ مہمان کہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ لفظ طفیل بہ توسط، بدولت، بوسیلہ، بذریعہ اور بہ تصدّق کے معنوں میں استعمال ہونے لگا۔

آئندہ

یعنی آنے والا، مستقبل، آگے چل کر اوراب کے بعد۔ اُردو میں عام طور پر آئندہ لکھا جاتا ہے۔ قواعد کے لحاظ سے یہ آمدن مصدر کا اسم فاعل ہے۔ مصدر: آمدن، مضارع: آید، امر: آئے، اسم فاعل: آیندہ (آئے+ندہ = آیندہ) اس میں ی جز و لفظ ہے۔ اس بنا پر اس میں یا (ی) لازماً لکھی جائے گی۔ (ہمزہ نہیں لکھا جائے گا)۔ مرزا غالب نے آیندہ ہی لکھا ہے۔[۳]

اِجابت

اس لفظ کے اردو میں کئی معانی ہیں مثلاً جواب دینا، قبولیت دعا، رفع حاجت، بول و براز وغیرہ۔ اس کا مادہ جوب (ج و ب) ہے۔ مُجیب، مستجاب اور جواب اسی مادہ سے مشتق ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَ لْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّهُمْ یَرْشُدُوْنَ[۴]

(اے نبی ﷺ میرے بندے اگر آپ ﷺ سے میرے متعلق پوچھیں تو انھیں بتادیں کہ میں ان سے قریب ہی ہوں۔ پکارنے والا جب مجھے پکارتا ہے میں اس کی پکار سنتا اور جواب دیتا ہوں۔ لہٰذا انھیں چاہیے کہ میری دعوت پر لبیک کہیں اور مجھ پر ایمان لائیں۔ یہ بات آپ ﷺ انھیں سنا دیں شاید کہ وہ راہِ راست پالیں)

اجابت سے بول و براز اور پاخانے سے فراغت کا معنی غور طلب ہے۔ رفع حاجت ایک فطری تقاضا ہے۔ اسے پورا کرنے کے لئے اقدام اجابت طلب و تقاضا ہے۔ رفع حاجت کے وقت شیطان انسان پر اپنے شر اور خُبث کا وار کرتا ہے۔ نبیٔ اکرم ﷺ نے اس موقع کے لئے اُمت کو جس دعا کی تعلیم دی ہے اس میں شیطان کے شر سے اللہ کی پناہ طلب کی گئی ہے۔ بول و براز سے فارغ ہو کر انسان بیماری، رغبتِ معصیّت اور مصیبت سے بچ جاتا ہے۔ لہٰذا پاخانہ اور بول و براز سے سلامتی کے ساتھ فراغت پانا اجابت کہلاتا ہے۔

اُجلا

اس کا معنٰی روشن، نمایاں، واضح اور خوب صورت ہے۔ اس لفظ کی اصل شکل اجلیٰ ہے جس کا مادہ جلی ہے۔ اس مادہ سے جلوہ، جلاء، تجلی اور جلی مشتق ہیں۔ اُجالا بھی اِس مادہ سے متغیر شکل ہے۔

اَسامی

یہ اسم کی جمع الجمع ہے۔ اسم کی جمع اسماء اور اسماء کی جمع اسامی۔ لیکن اردو میں واحد کے صیغے میں مستعمل ہے۔ اس وجہ سے اردو میں اسامی کی جمع اسامیاں اور اسامیوں لاتے ہیں۔ الفِ مقصورہ کی جگہ الف ممدودہ لکھنا غلط ہے۔ اردو میں آسامی (الفِ ممدودہ کے ساتھ) غلط العوام ہو چکا ہے۔ اسامی کے مختلف معانی ہیں۔ ا۔شخص، نفر، آدمی جیسے لاکھوں کی اسامی ۲۔ گاہک ۳۔ عہدہ ۴۔ کرایہ دار ۵۔ مدعا علیہ، ملزم ۶۔ امیر وغیرہ۔ ان سب معانی میں لفظ ''اسم'' کا دخل ہے۔

اَسیر

اس کا معنی قیدی ہے۔ اسیر کا مادہ اسر (ا س ر) ہے اور معنی ہے رسیوں سے باندھنا۔ اسیر بروزن فعیل اسم مفعول ہے یعنی جسے رسیوں سے باندھ دیا گیا ہو۔ پرانے زمانے میں قیدیوں کو رسیوں سے باندھ کر رکھا کرتے تھے۔ اب رسی کی جگہ لوہے کی ہتھ کڑیوں، بیڑیوں اور زنجیروں سے یہ کام لیا جاتا ہے۔ اسی مادہ سے عربی میں لفظ اُسرہ ہے جو خاندان کے لئے مستعمل ہے۔ اُسرہ کا معنی مضبوط زرہ ہے۔ خاندان کے افراد بھی زنجیر کے حلقوں کی طرح آپس میں مضبوطی سے منسلک ہوتے ہیں۔ یہی مناسبت زرہ کے حلقوں اور افرادِ خاندان میں ہے۔

اَشرفی

(سونے کا سکہ) صاحبِ غیاث اللغات نے شرح دیوانِ خاقانی کے حوالے سے لکھا ہے کہ ایران میں اشرف نامی ایک بادشاہ تھا جس کے عہد میں دس ماشے سونے کے وزن کا یہ سکہ رائج ہوا۔ اسی نسبت سے اس سکے کو اشرفی کہا جانے لگا۔[۵]

اَعیان واَرکان

لفظی معنی آنکھیں اور ستون ہے۔ اعیان عین (آنکھ) کی جمع اور ارکان رکن (پایہ۔ ستون) کی جمع ہے۔ اصطلاحی معنیٰ اُمراء، وزراء، رہنما اور سرکردہ لوگ ہیں۔ چوں کہ یہی لوگ

ریاست کی حفاظت اوراس کے استحکام کے ذمہ دار ہوتے ہیں، اسی نسبت سے اعیان وارکان (آنکھیں اوردست وپا) کہلاتے ہیں۔

افراتفری

یہ اصل میں اِفراط وتفریط کا مخرّب ہے جس سے ہل چل، تہلکہ، کھلبلی، گھبراہٹ اور پریشانی کا معنٰی لیاجاتا ہے۔

اَفواہ

فوہ کی جمع ہے یعنی زیادہ منہ۔ارشادباری تعالیٰ ہے:

اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ[٦]

(آج ہم ان کے مونہوں پرمہرلگادیں گے اوران کے ہاتھ ہم سے بات کریں گے اوران کے پاؤں ان کے کیے کی گواہی دیں گے۔)

اردو میں افواہ کا استعمال بازاری خبر، آوارہ اور غیرمعتبر بات، اڑتی ہوئی خبر بے اصل بات اور متعدد مونہوں سے چلتی بے تکی بات کے لئے ہوتا ہے۔ یہ لفظ اگرچہ جمع ہے لیکن اردو میں واحد کی جگہ استعمال ہوتا ہے۔اصطلاحی معنوں میں وہ بے اصل اور غیرمعتبر بات جو بہت سے لوگوں کے مونہوں سے نکل کرپھیل جائے۔

اَلْف

اس کا معنٰی ''ہزار'' ہے۔سورۃ القدر میں ہے خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَھْر (ہزارمہینوں سے زیادہ بہتر ہے)۔الف لیلہ ولیلہ (ایک ہزارایک رات) مشہورداستان ہے۔اَلْف کے اصل معنٰی اجتماع کے ہیں۔ چوں کہ اس میں آحاد (اکائیاں) عشرات (دہائیاں) اور مِئات (سیکڑے) سب جمع ہوجاتے ہیں اس لئے اس مناسبت سے اسے اَلْف کہتے ہیں۔یادرہے کہ اَلِف (حروف الہجاء کا پہلارکن) ایک الگ لفظ ہے۔

اُمُّ الخبائث

(کُل برائیوں اورخباثتوں کی ماں)۔خبائث جمع ہے خبث اورخباثت کی۔اصطلاحاً شراب

کو کہا جاتا ہے۔ چونکہ شراب برائیوں کی جڑ ہوتی ہے اور معصیت کا باعث بنتی ہے، لٰہذا اُم الخبائث کہلاتی ہے۔ حافظ شیرازی نے اس ترکیب کو یوں بیان کیا ہے۔

آں تلخ وش کہ صوفی اُمّ الخبائثش خواند

اشہیٰ لنا و احلی من قبلۃ العذاریٰ (۷)

اَمّی

اردو اور علاقائی زبانوں میں ماں کے لئے مستعمل ہے۔ اس کی اصل اُمّ (ماں) ہے۔ ضمیر متصل (یائے متکلم) کے ساتھ اُمّیِ (میری ماں) بن جاتا ہے۔ اردو میں استعمال کے سفر میں الف پر پیش کی جگہ زبر نے لے لی اور اُمّی سے اَمّی بن گیا۔

اِنشاء

اس عربی لفظ کے آخر میں ہمزہ ہے جس کا مادہ نَشاً اور نُشوُء ہے۔ لغوی معنی پیدا کرنا، بڑھانا، بڑھوتری (growth) اور کسی چیز کو مرتبۂ کمال تک پہنچانا ہے۔ اسی مادہ سے نَشو ہے یعنی نشو ونما۔ نشأۃ بھی اسی مادہ سے ہے مثلاً نشاۃِ ثانیہ (دوبارہ پیدا ہوکر ترقی کی طرف سفر کرنا)۔ اردو میں اصطلاحاً اس کا معنیٰ ہے دل سے کوئی بات پیدا کر کے عبارت اور نثر کی صورت میں تحریر کرنا۔ انشاء خوبی عبارت، طرزِ تحریر اور نثر نگاری کے لئے بھی مستعمل ہے۔ ہر معنی میں پیدا کرنا، بڑھانا اور مرتبۂ کمال تک پہنچانے کا مفہوم موجود ہے۔

اِنْ شَاءَ اللّٰہُ

(اگر اللہ نے چاہا تو)۔ اِنْ (اگر) شرطیہ حرف ہے۔ شَاءَ فعل ماضی اور اللّٰہ فاعل ہے۔ یہ کلمہ عام طور پر کوئی کارِ خیر شروع کرنے پر حصول برکت کے لئے بولا جاتا ہے۔ اردو میں عام طور پر انشا اللہ یعنی اِنْ کو شَاءَ کے ساتھ ملا کر غلط طور پر لکھا جاتا ہے۔ اِنشا ایک الگ لفظ ہے جس کا معنی نثر نگاری ہے۔ شَاءَ کا ہمزہ نہ لکھ کر دوسری غلطی کی جاتی ہے۔

اَہلاً وسہلاً مرحبا

یہ الفاظ مہمان کی تعظیم اور اس کے خیر مقدم کے لئے مستعمل ہیں۔

اَہلاً: تو اپنے ہی عزیزوں میں آیا ہے۔ اپنے آپ کو اپنے اہل وعیال میں ہی سمجھیں۔ یہ اصل

میں اَتَیتَ اھلاً (آپ اپنے اہل میں تشریف لائے ہیں) ہے۔
سہلاً: تیرے لئے یہ زمین (گھر) آسان اور ہموار ہے۔ اپنے آپ کو سہولت میں سمجھیں۔ یہ اصل میں وَطَیتَ سَھلاً (آپ سہولت کی طرف چل کر آئے ہیں) ہے۔
مرحبا: تیرے لئے یہ جگہ (گھر) کشادہ اور فراخ ہے یعنی تیرا آنا مبارک۔ خوش آمدید۔ یہ اصل میں رَحَبَتْ لَکَ الدَّارُ مَرحَباً (تیرے لئے یہ گھر بہت وسیع ہو گیا ہے) کا مخفف ہے۔
مرحبا کا مادہ رَحب (رح ب) ہے جس میں کشادگی کا معنی پایا جاتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَضَاقَتْ عَلَیْکُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ (اور زمین اتنی کشادہ ہو کر تم پر تنگ ہو گئی)[8]
ایک اور جگہ پر ارشاد ہے: هٰذَا فَوْجٌ مُّقْتَحِمٌ مَّعَكُمْ لَا مَرْحَبًا بِهِمْ اِنَّهُمْ صَالُوا النَّار (یہ ایک لشکر تمہارے پاس گھسا چلا آ رہا ہے۔ کوئی خوش آمدید ان کے لئے نہیں ہے۔ یہ آگ میں جھلسنے والے ہیں)[9]

سَہلاً کا مادہ سھل (س ہ ل) ہے۔ اس کا لفظی معنی ہموار ہے۔ سَھلُ الاَبَاطِح ہموار میدان والی وادی کو کہتے ہیں جس میں دوڑنا اور گھومنا پھرنا آسان ہوتا ہے۔ عربی میں کہا جاتا ہے یُحِلُّ العُصَمَ سَھْلَ الاَبَاطِح (ہرن کو ہموار راستہ والی وادی میں اتار دیتا ہے) جس میں ہرن شکاری سے بچ کر بغیر کسی رکاوٹ کے دوڑ سکتا ہے۔ اس سے مراد مشکل کا آسان ہو جانا ہے۔ غزل اور تشبیب کے شاعرِ شہیر کثیّر عزّہ کا شعر ہے:

وَاَدْنَیْتِنِی حتیَّ اِذَا مَا مَلَکْتِنِی
بِقَولٍ یُّحِلُّ العُصَمَ سَھْلَ الاَبَاَ طِح
(تو نے مجھے اپنا قرب دیا یہاں تک کہ جب تو مجھ پر چھا گئی تو ایک ایسے قول کا وقت آ گیا جو معاملہ آسان کر دیتا ہے یعنی وصال کی صورت پیدا ہو جاتی ہے۔)[10]

بابت

اس کا معنیٰ بارے میں، متعلق، لئے اور واسطے ہے۔ یہ درحقیقت باب (دروازہ) کا صیغہ مونث ہے۔

بادپا

بادہوا کو کہتے ہیں اور پا کا معنی پاؤں ہے۔یعنی ہوا کی رفتار سے دوڑنے والا گھوڑا۔ایسا گھوڑا جس کے پاؤں میں ہوا کی تیزی پائی جاتی ہو۔

بادہ

(شراب) یہ لفظ باد (ہوا) سے مشتق ہے۔شراب پی اور سر میں ہوا بھر گئی۔یا شراب پی کر ہوا کے گھوڑے پر سوار ہو گیا اور غلط کاریوں کا مرتکب ہونے لگا۔

بادی

یہ باد (ہوا) سے منسوب ہے اور اسمِ صفت ہے۔طبّ اور حفظانِ صحت کے حوالے سے یہ لفظ ایک مرض کے لئے استعمال ہوتا ہے۔انسانی خوراک از قسم پھل، سبزی، ترکاری اور غذائی اجناس میں سے کچھ ایسی اشیاء ہوتی ہیں جن کے ایک خاص حد سے زیادہ استعمال سے جسمِ انسانی پُھول جاتا ہے۔یہ چوں کہ سرد، بادانگیز، نفاّخ اور ریاح پیدا کرنے والی ہوتی ہیں اس لئے انھیں "بادی چیزیں" بھی کہا جاتا ہے۔یہ گٹھیا اور وجع المفاصل (جوڑوں کا درد) کا سبب بھی بنتی ہیں۔

بالکل

ب حرفِ جر ہے جس کا معنیٰ 'ساتھ' اور 'سے' ہے۔الکُل (لام معرفہ کے ساتھ) کا معنی ہے سب۔کُل۔سارا۔پورے لفظ کا معنی ہے مکمل طور پر۔

بحال

اس لفظ میں ب حرفِ اصلی نہیں ہے بلکہ حرف جرّ ہے یعنی ب حال (حال کے ساتھ)۔ بحال کرنا کا معنی ہے پہلی حالت پر برقرار کر دینا۔

برباد/ بربادی

بر (اوپر) اور باد (ہوا) کا مرکب یعنی ہوا کے اوپر۔ہوا کا خس و خاشاک اڑا کر تنکا تنکا کر کے ایک دوسرے سے جدا کرنا۔کوئی کہیں، کوئی کہیں، اپنے اصل مقام سے کوسوں دور۔انسان ناکامی کی حالت میں شکستہ اور بکھرا ہوا ہوتا ہے۔اسی نسبت سے انسان کی بے چارگی اور ناکامی کو

بربادی کہا گیا ہے۔

بُزِ اخفش

(اخفش کا بکرا) اصطلاحاً احمق، بے وقوف، بے سمجھ، گردن ہلانے والے اور نا فہمیدہ اقرار کرنے والے کو کہتے ہیں۔ اخفش ایک نحوی کا نام ہے۔ اس نے ایک بکرا پالا ہوا تھا۔ جب تک بکرا اپنا سر نہ ہلاتا وہ اس کے سامنے اپنے مسائلِ نحو یہ بیان کرتا رہتا اور اپنے سبق کا پیچھا نہ چھوڑتا۔ اب اس آدمی کو جو بے سوچے سمجھے یوں سر ہلا دے جیسے وہ بات کو سمجھ رہا ہے بُزِ اخفش کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

بِسمل

بسم اللہ پڑھنا یعنی ذبح کرنے کے لئے جانور کے گلے پر چھری رکھتے ہوئے **بسم اللّٰہ اللّٰہ اکبر** پڑھنا۔ اصطلاحاً ذبح ہوتے وقت تڑپتے ہوئے جانور اور مرغ کو کہتے ہیں۔ یہی اصطلاح معشوق پر مرتے ہوئے عاشق کے لئے خاص ہوگئی۔ ایسا عاشق جو معشوق کے عدم التفات سے گھائل اور اس کی محبت میں مضطرب ہے۔

بلوہ

اس کا مادہ بلو (ب ل و) ہے۔ اِبتلاء، مبتلاء، بلاء، بَلِیَّات اسی کے مشتقات ہیں۔ عربی میں اس کی املاء بلویٰ بھی ہے۔ اس کا لغوی معنی مصیبت اور آزمائش ہے۔ جامع اللغات اور فیروز اللغات کے مطابق یہ ہندی لفظ ہے۔ فرہنگِ آصفیہ نے اسے فارسی لکھا ہے۔ نوراللغات کے مطابق عربی ہے۔ راقم کی تحقیق کے مطابق یہ اصلاً عربی لفظ ہے۔ عربی سے فارسی میں آیا، پھر عربی یا فارسی سے ہندی میں شامل ہوا۔ اردو لغت کے مطابق اس کا معنی ہنگامہ، دنگا فساد، سرکشی، بغاوت، ہلچل اور بدانتظامی ہے۔ ان سب معانی میں مصیبت اور آزمائش کا پہلو موجود ہے۔

بورانی طعام

ایک کھانے کا نام۔ ایک قسم کا رائتہ جو دہی اور بینگن کے مرکب سے بنایا جاتا ہے۔ صاحبِ قاموس کی رائے ہے کہ یہ کھانا جسے بورانیہ بھی کہتے ہیں، بوران بنت حسن بن سہل زوجہ خلیفہ مامون رشید سے منسوب ہے۔[۱۱]

بِیڑا اُٹھانا

یعنی ذمہ لینا۔عہد کرنا، آمادہ ہونا۔ ہامی بھرنا۔ بِیڑا کا معنی ہے پان کی گلوری

ے گلوری پان کی غیروں کو تم کھلاتے ہو

ہمارے قتل کا بِیڑا مگر اٹھاتے ہو (۱۲)

اگلے زمانہ کے راجاؤں اور سرداروں میں دستور تھا کہ جب کوئی مشکل کام آن پڑتا تو وہ اپنے ماتحتوں کو بلا کر اوّل اس کام کی حقیقت اور کیفیت سناتے۔ بعدازاں خاص دان میں ایک گلوری رکھ کر ہر ایک کے آگے پیش کرتے۔ جو اُسے اٹھا کر کھا جاتا اس پر یہ کام فرض ہو جاتا۔ بعض لوگ اسے بطور غلط العام بیڑا (با کی زیر کے بغیر) بھی بولتے ہیں۔ بِیڑی (سگریٹ کی ایک قسم) بھی بِیڑا سے مشتق ہے۔ پان کی گلوری پان کے پتے کو لپیٹ کر بنائی جاتی ہے۔ اسی طرح ایک خاص قسم کے تمباکو کے خشک پتے کو لپیٹ کر سگریٹ کی شکل بنائی جاتی ہے جسے بیڑی کہا جاتا ہے۔

بے وقوف

یعنی احمق، نادان اور بے عقل۔ وقوف کا معنی ٹھہرنا، رکنا اور وقف کرنا ہے۔ احمق اور نادان کی سمجھ بوجھ اور عقل کو چونکہ قرار اور ٹھہراؤ نہیں ہوتا، اسی نسبت سے اسے بے وقوف کہا جاتا ہے۔ ایک دوسری رائے کے مطابق قدیم زمانے میں ایسی طویل عبارت لکھی جاتی جس میں بہت کم وقفہ (Full stop) کیا جاتا تھا۔ ایسی طویل عبارت کو لوگ بے وقوف کہتے تھے۔ البتہ اصطلاحی معنی میں ایسا شخص مراد ہوتا ہے جو دوسروں کی سنے بغیر اپنی ہی سناتا جائے اور نہ رُکے۔

پیش خیمہ

فارسی اور عربی کی یہ ترکیب تہذیبی، سماجی اور عسکری پس منظر کی حامل ہے۔ اردو زبان و ادب میں اس کا معنی ہے کسی واقعہ کی تمہید، کسی کام یا چیز کے ظہور کا سامان، سامانِ تشریف آوری، سبب، وجہ اور باعث...... کہا جاتا ہے

ع وہ پیش خیمہ آ گیا فصلِ بہار کا

اس ترکیب کا عسکری پس منظر یہ ہے کہ گزرے زمانوں میں فوج کی روانگی سے قبل ہی کچھ ضروری سامانِ حرب اگلی منزل اور پڑاؤ پر بھیج دیا جاتا۔ یہ ہراول دستہ فوج کے پہنچنے سے پہلے

ہی خیمے وغیرہ گاڑ دیتا تھا تا کہ پہنچنے پر انتظار نہ کرنا پڑے۔ سامان کو پہنچانے کے اس اقدام کو پیش خیمہ کا نام دے دیا گیا۔ اس کا تاریخی اور تہذیبی پس منظر یہ ہے کہ امراء اور سلاطین جب سفر اور شکار پر جاتے تو کچھ لوگ شاہی خیمے کو لے کر آگے آگے چلتے تا کہ بادشاہ کے منزل پہ پہنچنے پر خیمہ نصب کرنے کا انتظار نہ کرنا پڑے۔

تازی

اصطلاح میں عرب کا، عربی، عرب کا گھوڑا، عربی زبان اور وہ حروف جو عجمی نہ ہوں، کے لئے مستعمل ہے۔ لیکن اس کے لغوی معنی اجنبی کے ہیں۔ ایرانی اپنے زبان و ادب میں عربوں کو تازی ہی کہتے رہے۔ اپنی عصبیت اور نیشنل ازم کو قائم رکھتے ہوئے ایرانیوں نے عربوں کی اجنبیت کو اس لفظ میں قائم رکھا اور ہمیشہ عربوں کی حکومت کا جُوا اہلِ ایران کی گردن سے اتار دینے کے خواہاں اور کوشاں رہے۔ فارسی ادب میں فردوسی کا ''شاہ نامہ'' ایرانی نیشنل ازم کی زندہ مثال ہے۔

تحریر

نوشت، دستاویز، اور خط و کتابت کے لئے اصطلاحاً مستعمل ہے مگر اس کے مادہ (حَرَّرَ) میں آزاد کرنا کے معنی ہیں۔ حُرّ جس کی جمع اَحرار ہے، اسی مادہ سے مشتق ہے۔ تحریر کا اصطلاحاً معنی نوشت قابل غور ہے۔ انسانی افکار اور تخیلات الفاظ کے پیکر میں ڈھل کر جب قلم کے ذریعے قرطاس پر منتقل ہوتے ہیں تو وہ آزاد اور عام ہو جاتے ہیں۔ اس معنی کا دوسرا پہلو یہ بھی ہے کہ زمانہ قدیم میں غلام کی آزادی بذریعہ نوشت ہوتی تھی۔

رسم است کہ مالکان تحریر
آزاد کنند بندۂ پیر (۱۳)

ترکش

ترکش اصل میں تیر کش کا مخفف ہے یعنی پسِ پشت تیروں سے بھری تھیلی جس میں سے تیر کھینچ کر کمان پر چڑھایا اور چلایا جاتا ہے۔

تصنیف

کتاب، تالیف اور پبلی کیشن کے لئے مستعمل ہے۔ لیکن اس کا اصل معنی ہے نوع نوع

گرفتن اور جمع کرنا۔قسم قسم علیحدہ کر کے بیان کرنا۔تصنیف یا پبلی کیشن لانے کے لئے خیالات و الفاظ کا جمع کرنا از بس ضروری ہوتا ہے۔ان خیالات و الفاظ کو میلانِ طبعی سے حُسنِ ترتیب میں بدلا جاتا ہے۔تب جا کر کہیں کوئی تصنیف معرضِ وجود میں آتی ہے۔

تعصب

اس کا مادہ عصب (ع ص ب) ہے۔عُصبہ رگ اور پٹھے کو کہتے ہیں۔دینی،قومی، لسانی اور علاقائی غیرت وحمیّت کے معاملات میں خلافِ مزاج گفتگو سن کر غصہ آجاتا ہے۔اس غصہ کی وجہ سے انسان کی رگیں نمایاں ہو کر پھڑ کنے لگتی ہیں۔انسان کی اس کیفیت اور مظاہرے کو تعصّب کہا جاتا ہے۔یہ ایک فطری ردّعمل ہوتا ہے جسے منفی نہیں کہا جا سکتا لیکن اس لفظ کا زیادہ تر استعمال منفی اور مذموم معنوں میں ہوتا ہے۔جب کسی معاملے میں بالخصوص امورِ مذہبی میں جذبہ داری پر اُتر جائیں اور عقل وانصاف کو بالائے طاق رکھ کر ایک رائے بنالیں یا عمل کریں تو وہ تعصب ہوگا۔اس لفظ کے مادے کے مشتقات میں جماعت اور گروہ کا معنیٰ ہوتا ہے۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"قَالُوْا لَئِنْ اَكَلَهُ الذِّئْبُ وَ نَحْنُ عُصْبَةٌ اِنَّا اِذًا لَّخٰسِرُوْن"

(انہوں نے جواب دیا،اگر ہمارے ہوتے اسے بھیڑیے نے کھالیا، جب کہ ہم ایک جتھا ہیں،تب تو ہم بڑے ہی نکمّے ہوں گے۔)(۱۴)

تعویذ

اس کا مادہ عوذ (ع و ذ) ہے۔یہ باب تفعیل ہے۔اس سے مشتق کئی الفاظ اردو میں مستعمل ہیں مثلاً العیاذ،تعَوُّذ،اعوذ باللہ،نعوذ باللہ من ذالک،معاذ،مُعَوّذ،اور مُعَوَّذَتَین (آخری دونوں سورتیں) وغیرہ۔لفظی معنی پناہ لینا ہے جب کہ اصطلاحی معنی شیطان کے شر سے نکل کر اللہ کی پناہ میں آجانا ہے۔تلاوت قرآن حکیم کی ابتداء اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم سے کی جاتی ہے۔معوذتین یعنی قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس کی تلاوت از روئے شریعت جادو اور ہر قسم کے شیطانی شر سے حفاظت کے لئے تریاق ہے۔لوگ حصول مراد اور حفاظت کے لئے کاغذ پر تعوذ والی آیات لکھ کر یا اسمائے الٰہی سے خانہ پری کر کے چرم، چاندی یا سونے کی ڈبی میں بند کر کے گلے میں پہنتے ہیں۔بعض لوگ بازو پر باندھ لیتے ہیں۔عرف عام میں اس ڈبی کو تعویذ کہا

جاتا ہے۔ گلے کے ایک زیور کو بھی تعویذ کہا جاتا ہے۔ لوح مزار کو بھی تعویذ کہا جاتا ہے۔ پنجابی زبان وادب میں تعویذ کو تویت یا تویتڑی کہتے ہیں۔ ''سونے دی تویتڑی'' پنجابی شاعری کا دل چسپ موضوع ہے۔

تلاطم

اس کا مادہ **لطم** (ل ط م) ہے۔ تلاطُم بروزن تقابُل، توازُن، تخاطُب اور تناسُب باب تفاعُل سے ہے یعنی دریا اور سمندر کی لہروں کا ایک دوسرے سے ٹکرانا اور باہم تھپیڑے مارنا۔ لطمہ طمانچہ اور تھپڑ کو کہتے ہیں۔ موج، لہر اور پانی کے تھپیڑوں کے علاوہ اصطلاحاً جوش اور ولولے کو بھی کہتے ہیں۔ انسانی سوچ اور فکر میں جب خواہشات، تمنائیں اور کچھ کر گزرنے کے جذبے باہم حرکت میں ہوتے ہیں تو کیفیت سمندر کے طوفان کی سی ہوتی ہے۔

تلاوت

اس کا مادہ تَلُوٌ ہے جس کا معنیٰ اتباع اور پیروی ہے۔ اس لفظ میں اتباع یا پیچھے آنے کا جو پہلو پایا جاتا ہے اس کا تعلق ایک آیت کے بعد دوسری آیت کے پڑھنے کے ہیں۔

تلافیٔ مافات

اس سے مراد ضائع شدہ امر کا معاوضہ ہے۔ مافات اصل میں مَافَاتَ (جو فوت ہو گیا) ہے۔

تماشا

اس کا مادہ مشیٰ یَمشِی مَشْیاً سے ہے۔ عربی میں اس کی املاء تماشیٰ ہے۔ باہم مل کر پیدل چلنا۔ ٹہل ٹہل کر کسی منظر سے لطف اندوز ہونا۔ باہم اچھل کود کرنا۔ لیکن اصطلاح میں کھیل کود، ناٹک، سیر سپاٹا، کرتب، سرکس اور تھیٹر کو کہتے ہیں۔ ان سب اصطلاحی معنوں میں حرکت، باہم پیدل چلنا اور اُچھل کود کرنا پایا جاتا ہے۔ تماشا کے اصطلاحی معنوں میں دید اور نظارہ بھی ہیں۔ بظاہر ان کی تماشا کے لغوی معنی سے کوئی مناسبت نظر نہیں آتی۔ اس کی ایک توجیہ یہ ہو سکتی ہے کہ نظریں چار ہونے یا خوب صورت چیز اور منظر دیکھنے سے انسانی قلب و ذہن میں ایک ہیجان کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ تماشا یعنی حرکت، اچھل کود اور باہم پیدل چلنے سے اس ہیجانی کیفیت کی مماثلت بن جاتی ہے۔

تیزاب

یہ دولفظوں تیز اور آب کا مرکب ہے یعنی آبِ تیز۔ چوں کہ یہ انتہائی درجے کا تیز اور ترش کیمیائی سیال مادہ ہوتا ہے اس لئے اسے تیزاب یعنی تیز پانی کہتے ہیں۔اس سیال مرکب کا بڑا جز ہائیڈروجن ہوتی ہے۔اس کے ساتھ کوئی معدن یا گیس مل کر ایک سیال چیز بن جاتی ہے۔ یہ بدن پر لگے تو اس کو جلا دیتا ہے۔کئی چیزوں کے رنگ بدل دیتا ہے۔

جاری وساری

یعنی رواں دواں، بہتا ہوا، مسلسل، لگا تار۔ یہ دونوں لفظ اسم فاعل ہیں۔ جَرٰی یَجرِی (دوڑنا) سے جاری (دوڑنے والا) اور سَریٰ یَسرِی(چلنا) سے ساری (چلنے والا) ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: فِیۡهَا عَیۡنٌ جَارِیَةٌ(اس (جنت) میں رواں دواں چشمہ ہے)۔(۱۵) اس آیت کریمہ میں جاریہ اسم فاعل مونث ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے۔قُل سِیۡرُوۡا فِی الۡاَرۡضِ ثُمَّ انۡظُرُوۡا کَیۡفَ کَانَ عَاقِبَةُ الۡمُکَذِّبِیۡن (آپ ﷺ فرمادیں زمین میں چلو پھرو، پھر دیکھو کہ جھٹلانے والوں کا کیسا انجام ہوا۔)(۱۶)

جَرح

یعنی زخم لگانا، گھائل کرنا۔اس کے مشتقات میں سے جارِح (زخمی کرنے والا) اسم فاعل ہے۔ مجروح (زخمی کیا گیا) اسم مفعول ہے۔ جراح (جراحی کا پیشہ اختیار کرنے والا) اسم مبالغہ ہے۔ جراحت اور جارحانہ بھی اسی سے مشتق ہیں۔اردو میں غلطی سے جارحانہ کی جگہ جارہانہ بھی لکھا جاتا ہے جو کسی طور پر درست نہیں۔جرح عدالتی اور علم الحدیث کی اصطلاح بھی ہے۔جرح سے مراد اپنے دلائل سے فریق مخالف کو نیچا دکھانا اور کمزور کرنا ہے۔ گواہان پر فریقِ مخالف کے سوالات جرح سے تعبیر کیے جاتے ہیں۔سوالاتِ جرح کا منشاء یہی ہوتا ہے کہ گواہ کی شہادت کم زور اور نکمّی کردی جائے۔علوم الحدیث میں علم الجرح والتعدیل بہت اہم ہوتا ہے جس سے رجال الحدیث کے عادل ہونے اور نہ ہونے پر بحث کی جاتی ہے۔ جرح کی جمع جُروح ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:وَ کَتَبۡنَا عَلَیۡهِمۡ فِیۡهَآ اَنَّ النَّفۡسَ بِالنَّفۡسِ وَالۡعَیۡنَ بِالۡعَیۡنِ وَ الۡاَنۡفَ بِالۡاَنۡفِ وَ الۡاُذُنَ بِالۡاُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَ الۡجُرُوۡحَ قِصَاص (اور ہم نے توریت میں ان پر فرض کیا کہ جان

کے بدلے جان، آنکھ کے بدلے آنکھ، ناک کے بدلے ناک، کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت اور زخموں میں بدلہ ہے۔)[۱۷]

جزیہ

اس کا مادہ جزاء (کسی چیز کا بدلہ، صلہ، انعام اور سزا) ہے۔ اصطلاح میں اس کا معنیٰ ہے اسلامی ریاست کا وہ ٹیکس جو ادا کر کے ذِمّی ان تمام حقوق کو حاصل کر لیتا ہے جو مسلمان شہری کو حاصل ہیں۔ مزید برآں جزیہ دینے والا جہاد کی ذمہ داریوں سے بھی بے نیاز ہو جاتا ہے۔

جَوہر

کسی شے کی وہ حقیقت جو نمایاں ہو۔ اس کا مادہ جَھَرَ ہے جس کے تمام استعمالات میں ظہور، اعلان یا کسی شے کے کھل کر سامنے آ جانے کے ہیں۔ سورۃ النساء کی آیت نمبر ۱۵۳ میں ہے۔
فَقَالُوْٓا اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً (انہوں نے کہا (اے موسیٰ) ہمیں اللہ کو کھلم کھلا دکھا دے۔)

حِفظِ ماتَقَدَّمَ

تَقَدُّمُ کہنا غلط ہے۔ تَقَدَّمَ فعل ماضی ہے۔ اس سے قبل ما موصولہ ہے۔ کسی واقعہ سے پہلے حفاظت کا انتظام کر لینا۔ پہلے سے کسی امر کی پیش بندی کرنا۔ وہ بچاؤ جو پہلے سے کیا جائے۔

حلقہ بگوش

یعنی غلام، فرماں بردار اور مطیع۔ ایران میں دستور تھا کہ غلاموں کے کانوں میں سوراخ کر کے لوہے، چاندی یا سونے کا حلقہ ڈال دیا کرتے تھے۔ یہ علامت ہوتی تھی کہ یہ آزاد نہیں بلکہ غلام ہے۔

؎ طاعت میں ایک عُمر سے خانہ بدوش ہوں
تم سے کمان کشوں کی میں حلقہ بگوش ہوں [۱۸]

صنفِ نازک کا ناک اور کان چھدوا کر سونے کے حلقے (نتھلی اور بالیاں) پہننا اسی رسمِ بد کا تسلسل ہے۔ یہ رسم گزرے وقتوں میں غلامی، مجبوری اور ظلم و جور کی علامت تھی لیکن بعد کے زمانے سے زیب و زینت اور آرائش کے زُمرے میں شامل ہوگئی۔

خامہ فرسائی

یہ فارسی ترکیب ہے۔ خامہ قلم کو کہتے ہیں۔ فرسائی فرسودن مصدر سے ہے جس کا معنیٰ

ہے گھسیٹنا۔ خامہ فرسائی کا لفظی معنی قلم گھسیٹنا ہے۔ اصطلاحاً لکھنے اور تحریر کرنے کو کہتے ہیں۔

خاوند

یہ اصل میں خداوند کا مخفّف ہے۔ فارسی اور اردو میں شوہر اور مالک کے معنٰی میں مستعمل ہے۔

خَتلی

گھوڑے کی ایک قسم۔ ایسا گھوڑا جو بدخشاں کے علاقے خَتلان کا پروردہ ہو۔

خراد

یہ اپنی اصل کے اعتبار سے عربی لفظ خراط ہے جس کے مشتقات میں سے خریط، خریطہ، مخروط اور مخروطی ہے۔ لفظی معنی ہے چھیلنا اور خراد کا کام کرنا۔

خسیس

کنجوس، ذلیل، کمینہ اور فرومایہ کے معنوں میں مستعمل ہے۔ اس لفظ کی اصل خس (گھاس پھونس) ہے خَسُّ الحمارِ وخَسُّ البقرِ (جنگلی گھاس جو گدھے اور بیل کھاتے ہیں) [۱۹] اسی سے خسّت، خساست، خسوست، خساس اور استخساس مشتق ہیں۔ روپیہ پیسہ جمع کرنے والے کی ایک خس سے زیادہ حقیقت نہیں ہوتی۔ ہر کوئی خس کو اپنے پاؤں تلے روندتا ہے۔ اس کی کوئی وقعت نہیں ہوتی۔ اسی طرح کنجوس کی نہ تو دنیا میں عزت اور پذیرائی ہوتی ہے، نہ ہی اللہ کے حضور بامراد ٹھہرے گا۔

خوشامد

یہ اصل میں خوش آمد (اُسے خوش آئے) ہے۔ مخاطب کو خوش کرنے کے لئے اس کی ہاں میں ہاں ملانا۔ اپنی آزادانہ رائے ظاہر نہ کرنا۔ خوشامد کا لفظ ظاہر کر رہا ہے کہ اپنی رائے کچھ بھی نہیں اور جو کچھ کہا جا رہا ہے وہ بھی مبنی بر حقیقت نہیں ہے۔ پرانے وقتوں میں بادشاہوں، راجوں مہاراجوں، نوابوں اور اُمراء کے درباروں میں مطلب برآری اور حصولِ مدّعا کے لئے خوشامد کا سِفلی رویّہ حد درجہ کارفرما رہا ہے۔ حتیٰ کہ مشرقی ادب (عربی، فارسی اور اردو شاعری) بھی خوشامد کی قباحتوں سے آلودہ ہوتا رہا۔ شریعتِ اسلامیہ نے خوشامد کی صریحاً مذمت کی ہے کیونکہ یہ حق و باطل کے التباس کا باعث بنتی ہے۔

خمر

ایسا مشروب جو پی لینے کے بعد عقل کو ڈھانپ لے یعنی شراب۔ خمیر، خمار، مخمور، مخموری اسی سے مشتق ہیں۔ ان سب الفاظ میں چھپانے، پوشیدہ رکھنے اور ڈھانپ لینے کا معنی پایا جاتا ہے۔ انسان شراب پی کر اپنے ہوش وحواس کو ڈھانپ لیتا ہے اور عقل گم ہو جاتی ہے۔ عقل گم گشتہ، حواس باختہ، دین و دنیا فراموش، نہ خدا کا ڈر نہ رسول ﷺ کا پاس۔ ننگ و ناموس کو بالائے طاق رکھ کر سر بازار خوار اور معصیّت کا شکار نظر آتا ہے۔ عربی زبان میں شراب کا معنٰی محض خمر نہیں ہے بلکہ ہر پی جانے والی شے کو شراب کہا جاتا ہے۔

داعی

یہ اسم فاعل ہے یعنی دعوت دینے والا، دعا کرنے والا، بلانے والا، دعویٰ کرنے والا۔ لیکن یہ لفظ اپنے تاریخی اور سیاسی پس منظر کے حوالے سے زیادہ پہچانا اور جانا گیا۔ یہ لفظ ایشیائی تاریخ میں سیاست اور مذہب ہر دو اعتبار سے ایک زبردست عامل رہا ہے۔ بنی اُمیہ کے آخری دور میں بنی عباس کی حکومت کے قیام اور بنی امیہ کی حکومت کے خاتمے کے لئے لوگوں کو در پردہ ہم نوا بنانے والوں کو داعی کہا جاتا تھا لیکن اس کی شہرت فرقہ اسماعیلیہ سے تعلق رکھنے والے حسن بن صباح کی وجہ سے زیادہ ہوئی۔ حسن بن صباح کا مرکز قلعہ الموت تھا۔ اس کے پیروکاروں کو حشیشیین کہا جاتا ہے۔ پیروکاروں کو حشیش (بھنگ) پلا کر جنت کے خواب دکھانا ان کا موثر ہتھیار تھا۔ اس کے پیروکار داعی کہلاتے تھے اور حکومت اور مذہب دشمن کارروائیاں کرتے تھے۔ یہ پُر اسرار جماعت تھی جس کے افراد ہر سازش کے کل پرزے ہوتے۔ ان داعیوں نے اپنی خفیہ اور عیاّرانہ کارروائیاں کر کے تاریخِ دنیا میں خوب خون ریزیاں اور تباہیاں کی ہیں۔

داماد

اصل میں دائم آباد کا مخفف ہے۔ جس کے عقد میں بیٹی دے دی جائے اس کے لئے یہی دعا دل سے نکلتی ہے کہ تو ہمیشہ آباد رہے اور میری بیٹی بھی تیرے ہمراہ خوش حال رہے۔ فارسی میں داماد کا معنی دولہا بھی ہے۔

دائرہ

گول شکل جس کے گھیرے پر ہر نقطہ مرکز سے برابر فاصلے پر ہوتا ہے۔ حلقہ، کُنڈل،

چکر اور محیط کو بھی کہا جاتا ہے۔ اس کا مادہ دَور ہے جس سے اردو میں مستعمل کئی الفاظ مشتق ہیں مثلاً ادارہ، ادارت، مدار، اداریہ، مدیر، دار، دیار، دائر، مدوّر، دور اور دورہ۔ ان سب الفاظ میں مرکز کے گرد گھومنے اور انتظام چلانے کا مفہوم موجود ہے۔

دلاسا

یہ اصل میں دِل آسا ہے یعنی دل کی تسلی۔

دلاّل

یہ اسم مبالغہ ہے جس کا معنی ہے بہت زیادہ موثر اور پرزور دلیل دینے والا۔ اس کا مادہ **دلل (دل ل)** ہے جس سے اردو میں مُدلّل، دلیل، اِستدلال، دلالت اور دَلّہ کے الفاظ مستعمل ہیں۔ اردو میں اس کے معنی سودا کرنے والا، آڑھتیا اور دوسروں کو قائل کرنے کی بھرپور صلاحیت رکھنے والا کے ہیں۔ جدید اصطلاح میں یہ شخص کمیشن ایجنٹ ہوتا ہے۔ سوسائٹی میں صاحب عزّت و حیثیت شخص کو بھی یہ نام دیا جاتا ہے کیونکہ تجارتی حلقوں میں اس کا وقار ہوتا ہے۔ منفی معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے مثلاً کوئلوں کی دلالی میں منہ کالا۔ حرام کاموں کو کروا کر کمیشن کھانے والے کو بھی دلاّل کہا جاتا ہے۔ کسی کو گالی دینا ہو تو زیادہ حقارت سے دلّہ کہہ دیتے ہیں۔ عربی لغت میں دلّہ لاجواب دلیل کو کہا جاتا ہے۔ دلّہ کا مفہوم اس قول کی روشنی میں بہت جامع ہے۔ **خیر الکلام ما قَلَّ و دَلَّ** بہترین کلام وہ ہے جو قلیل ہونے کے باوجود مدلّل ہو۔[۲۰]

دنیا

یہ ادنیٰ کی مونث ہے۔ ادنیٰ جو افعل التفضیل ہے، کا معنی ہے انتہائی قریب ترین چیز۔ ایسی چیز جو ہر وقت انسانی پہنچ میں ہو۔ اردو میں ادنیٰ گھٹیا اور کمتر چیز کو کہا جاتا ہے، کیوں کہ جو اشیاء ہمہ وقت انسانی دست رس میں ہوں ناقدری کا شکار ہوتی ہیں۔ دنیا کا اصطلاحی مفہوم ہے عالم موجود۔ ہمارے گرد و پیش میں جو کچھ بھی ہے وہ دنیا ہے۔

دہریہ

یہ لفظ دہر (زمانہ) سے بنا ہے یعنی زمانہ کو ہی خدا تصور کرنے والا۔ اللہ کو نہ ماننے والا، نیچری۔ وہ شخص جو زمانے کو قدیم مانے اور حادث نہ جانے۔ اس جہان کی بنا علل و معلول پر ہی قائم

کرنے والا۔ کسی خارجی عاملِ ہستی کا قائل نہ ہونے والا۔

دیباچہ

اردو میں پیش لفظ اور مقدمہ کے لئے مستعمل ہے۔ عربی میں یہ دیباجہ ہے۔ یہ دیبا سے معرّب کیا گیا ہے۔ دیبا اصل میں دیوبافتہ کا مخفّف ہے۔ کپڑے کی خوب صورتی کی بنا پر دیکھنے والوں نے اسے انسانی ہنر کی طاقت سے باہر خیال کیا اور دیووں کا بنایا ہوا سمجھا۔ پھر اِسی نسبت سے کتاب کے سرورق نے اپنی خوب صورتی کو اِسی دیبا سے تعبیر کرایا۔ مقدّمۂ مضمون سرورق کی ہمسائیگی میں اس کے رُوپ اور نام کا مستحق ہو گیا۔

دیوانہ

یعنی پاگل، یہ لفظ دیو سے مشتق ہے۔ وہ لوگ جو افعال و اقوال میں دیووں کے سے کام کرتے ہیں، ان کی باتوں اور کاموں میں عقل و تمیز نہیں ہوتی۔ شرارت اور ضرر رسانی کے حوالے سے دیووں کے طبعی خواص ان میں بدرجہ اتم پائے جاتے ہیں۔

ذِمّہ

ہر وہ معاہدہ، ذمہ داری اور قول و قرار جس کی پابندی نہ کرنے سے یا جسے توڑ دینے سے انسان کی مذمّت کی جاتی ہو۔ اس کا مادہ ذَمّ ہے جس سے مذموم، مذمت، ذِمّی، ذمیم اور ذم مشتق ہیں۔

ذِمّی

وہ غیر مسلم جو اسلامی سلطنت میں رہے اور جزیہ ادا کرے۔ اس کے عوض اُسے فوجی خدمت سے مستثنیٰ قرار دیا جاتا ہے۔ مسلمانوں کی سلطنت کی توسیع نے ان کے سیاسی اور معاشرتی امور میں اہم مسائل پیدا کر دیے۔ ان مسائل میں مشکل ترین مسئلہ غیر مسلم قوموں کا اسلامی حکومت کے دائرے میں آنا اور ان کے ساتھ مسلمانوں کے طریقِ عمل کا ضابطہ طے کرنا تھا۔ ملکی اور قومی لڑائیوں میں مسلمانوں کی طرح غیر مسلموں کی خدمات سے فائدہ اُٹھانا مصلحت کے منافی تھا لیکن ان کے جان و مال اور عزّت و آبرو کی حفاظت بھی ضروری تھی۔ فوجی خدمت سے برّیت اور حفاظت جان و مال کے لئے ان لوگوں سے ٹیکس وصول کیا جاتا تھا جسے جزیہ کہتے ہیں۔ یہ لوگ اس اعتبار سے کہ ان کی ہر طرح کی حفاظت جان و مال و ننگ و ناموس حکمران قوم کے ذمہ تھی، ذِمّی کہلائے۔

رَدِیف

فعیل کے وزن پر اسم فاعل ہے۔اس کا لغوی معنی ہے سُرین۔ چوتڑ(Buttocks) اور وہ شخص جو گھوڑے، شُتر، خچر یا گدھے پر کسی سوار کے پیچھے بیٹھے۔اس کا مادہ ر دف ہے۔مُرادِف (کسی کے پیچھے بیٹھنے یا سوار ہونے والا) تَرادُف (یکے بعد دیگرے۔سلسلہ وار۔ لگا تار) اور مُتَرادِف (دو ایسے لفظ جن کے معنی ایک ہی ہوں)اسی مادہ ر دف کے مشتقات ہیں۔اس مادہ سے بننے والے ہر لفظ میں ایک دوسرے کے پیچھے، ایک دوسرے کے ساتھ ساتھ اور تسلسل کا مفہوم پایا جاتا ہے۔قرآن مجید میں رَدِف، رَادِفة اور مردِفین کی مثالیں ملتی ہیں۔ اَنِّیْ مُمِدُّکُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِکَۃِ مُرْدِفِیْن (میں تمہاری مدد کے لئے پے در پے ایک ہزار فرشتے بھیج رہا ہوں۔) [۲۱] قُلْ عَسٰی اَنْ یَّکُوْنَ رَدِفَ لَکُمْ بَعْضُ الَّذِیْ تَسْتَعْجِلُوْن (آپ ﷺ کہیں کہ کیا عجب کہ جس عذاب کے لئے تم جلدی مچارہے ہو اس کا ایک حصہ تمہارے پیچھے (قریب) ہی آ لگا ہو) [۲۲] یَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَۃُo تَتْبَعُھَا الرَّادِفَۃُ (جس روز ہلا مارے گا زلزلے کا جھٹکا اور اس کے پیچھے ایک اور جھٹکا پڑے گا) [۲۳] ردیف کا اصطلاحی معنی ہے وہ لفظ جو غزل یا قصیدہ وغیرہ کے مصرعوں یا بیتوں کے اخیر میں قافیے کے پیچھے بار بار آئے۔حروفِ تہجی کی ترتیب کو بھی ردیف کہتے ہیں۔ الفاظ یا اشعار جو حروفِ تہجی کی ترتیب سے لکھے جائیں ان کے لئے بھی ردیف کا لفظ مستعمل ہے۔

رقیب

اس کا لغوی معنٰی ہے انتظار کرنے والا، حفاظت ونگرانی کرنے والا۔اردو شاعری کی اصطلاح میں محبوب کا دوسرا عاشق جو پہلے عاشق کی تاک جھانک میں رہتا ہے اور اسے اپنی دشمنی، ہم چشمی اور ہم سری کا احساس دلاتا رہتا ہے۔اس کا مادہ رقب ہے جس سے رقبہ، رقابت، تراقب، راقب، مراقبہ اور مرقب مشتق ہیں۔ رقبہ گردن کو کہتے ہیں۔ سورۃ البلد میں ہے فَکُّ رَقَبَۃٍ (چھڑانا ہے گردن کا)۔گردن سے انتظار اور حفاظت کا معنی کیسے ہوا؟ جو شخص کسی چیز کا نگران مقرر کیا گیا ہو وہ گردن اونچی کر کے ادھر ادھر دیکھتا رہتا ہے تاکہ کوئی اسے نقصان نہ پہنچا سکے جس کی نگرانی اور حفاظت اس کے ذمّے کی گئی ہے۔

رُومال

منہ صاف کرنے کا کپڑا۔تولیا۔ یہ لفظ رُو اور مال کا مرکب ہے۔رُو کا معنی چہرہ اور مال

مالیدن مصدر سے ہے جس کا معنی ہے مَلنا یعنی ایسا کپڑا جس سے چہرے کو مَلا اور صاف کیا جائے۔

زُلیخا

تاریخی اعتبار سے عزیزِ مصر (فرعون کے وزیر) کی بیوی جو حضرت یوسفؑ کے حُسن پر فریفتہ ہو گئی تھی۔ قرآن میں اس کے نام کی بجائے اِمرأۃ اور اِمرأتُ العزیز کے الفاظ سے ذکر کیا گیا ہے۔[۲۴] معنوی اعتبار سے یہ لفظ زَلَخ مادے سے بنا ہے جس کا معنی پاؤں کا پھسلنا ہے۔ زلخ سے یہ اسم تصغیر کی صورت ہے جس کا لغوی معنی ہے ایسی خوب صورت عورت جس کے دیدار سے صبر و تحمل کے پاؤں پھسل جائیں۔ ہوش و حواس باختہ ہو جائیں۔ دل اور جگر گھائل ہو جائیں۔

زندیق

اصطلاح میں بے دین، کافر اور وہ شخص ہے جو توحید کا قائل نہ ہو۔ 'زند' زردشت کی کتاب کا نام ہے۔ اس لفظ کی تشکیل کا پس منظر یہ ہے کہ پارسیوں کی مقدس کتاب اِستا (اوِستا) قدیم اصل زبان میں تھی۔ بعد میں اوستا کو آسان کر کے اُسی زبان میں اس کی تشریح و تفسیر لکھی گئی۔ اس تفسیر کو ژند یا زند کا نام دیا گیا۔ اس تفسیر کے حوالے سے پارسیوں کے دو گروہ بن گئے۔ ایک جو اس تفسیر (زند) کو مانتا جب کہ دوسرا زند کا منکر۔ اسی لحاظ سے زندیق وہ شخص ٹھہرا جو اس کتاب (زند) کی تفسیر اور روایات کا انکاری تھا اور اجتماعِ ملّت سے سرگرداں ہو کر بدعت اور انکار کا مرتکب ہو گیا۔ معرّب ہونے کے بعد یہ لفظ زندیق کی شکل اختیار کر گیا۔

زیور

(گہنا) اس کی اصل زیب ور ہے (بہت زیادہ خوب صورت لگنے والا)۔ ب اور و کا اجتماع سہولتِ ادائی میں رکاوٹ کا باعث بنا لہٰذا ب کو حذف کر کے زیور بنا دیا گیا۔

سارنگی

ایک قسم کا ساز جس میں تاروں کی بجائے تانت اور بال لگے ہوئے ہوتے ہیں اور اسے گز سے بجایا جاتا ہے۔ برصغیر پاک و ہند میں سارنگی ایسا باجہ ہے جس کا جواب کسی اور ملک میں ایجاد نہیں ہوا۔ محمد شاہ رنگیلا (شاہ دہلی) کے دربار کے نامور مغنی میاں سارنگ نے اسے ایجاد کیا اور انھی کے نام سے مشہور ہوا۔ ایک دوسری روایت کے مطابق اسے اُجّین کے حکیم سارنگا نے

ایجاد کیا تھا۔ حکیم سارنگا کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ جس طرح قدرت نے آدمی کے گلے میں کئی طرح کے نغمات پیدا کیے ہیں اسی طرح کا کوئی ساز ایجاد کیا جائے۔ چنانچہ اس نے نصف دھڑ سے لے کر گلے تک کی شکل کا ایک ساز ایجاد کیا اور اس کا نام سارنگی رکھا۔ اسی ایجاد کی بنا پر وہ سارنگا کہلایا۔ اس سے پہلے اس کا نام کچھ اور تھا۔ سارنگی میں اس نے آدمی کے بدن کا ڈھانچہ بنایا اور تانت اور تار کی وہ رگیں بنائیں جو آواز اور نغمات کو اندر باہر لاتی اور لے جاتی ہیں۔ پہلے سارنگی میں تمام وہ رگیں موجود تھیں جو آدمی کے بالائے ناف سے لے کر گلے تک ہیں۔ گویا یہ ساز علمِ تشریح کا ایک نمونہ تھا لیکن اب چودہ یا سترہ طرب سے زیادہ نہیں ہوتیں۔

سدّ باب

لفظی معنی ہے دروازہ بند کرنا۔ یہ دو لفظوں کا مرکب ہے سدّ بند کرنا، روکنا اور باب کا معنی دروازہ ہے۔ یعنی کسی برائی، قباحت یا منکر کا دروازہ ہی بند کر دینا۔ اصطلاحاً اس کا معنی ہے روک دینا، بند کر دینا۔

سعی

عمل کرنا، چلنا، دوڑنا، جدوجہد کرنا۔ حج اور عمرہ کے دوران مکّے کی دو پہاڑیوں صفا اور مروہ کے درمیان دوڑنا۔ چونکہ کچھ حاصل کرنے کے لئے دوڑ دھوپ کرنا پڑتی ہے اس لئے کوشش اور جدوجہد کو سعی کہا جاتا ہے۔ بے نتیجہ دوڑ دھوپ کو سعی لا حاصل اور سعی نامشکور کہا جاتا ہے یعنی کسی کام کے لئے دوڑ دھوپ تو بہت کی لیکن حاصل کچھ بھی نہیں ہوا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰیo وَاَنَّ سَعْيَهٗ سَوْفَ يُرٰی (اور یہ کہ انسان کے لئے کچھ نہیں ہے مگر وہ جس کی اس نے سعی کی ہے۔ اور یہ کہ اس کی سعی عنقریب دیکھی جائے گی۔)[۲۵]

سکھّا شاہی

یعنی بے انصافی، ظلم وستم، زبردستی، آپا دھاپی اور اندھیر کا زمانہ۔ اس لفظ کے پس منظر میں سکّھوں کی عمل داری (جو بے انصافی اور ظلم و غارت کا زمانہ تھا) ہے، جیسے نادر گردی میں نادر شاہ درانی کا دہلی پر حملہ کر کے اینٹ سے اینٹ بجانا اور مرہٹی گھس گھس میں مرہٹوں کے راج کی بدانتظامی اور ابتری۔[۲۶]

سُو

عربی اور فارسی کے یہ دو الگ الگ لفظ الگ الگ معنوں میں مستعمل ہیں۔ اردو زبان و ادب میں بعض اوقات ان کا لکھنا اور سمجھنا مبہم ہو جاتا ہے۔ عربی میں سُوء (ہمزہ کے ساتھ) کا معنی برائی ہے۔ جیسے سوءِظن (بدگمانی) سوءِظن کی ترکیب لکھتے وقت عام طور پر یائے اضافت (سوئےظن) کا اضافہ کر دیا جاتا ہے جو قطعی غلط ہے۔ اس ترکیب میں اضافت کے لئے زیر ہی کافی ہے۔ یہاں اس بات کی صراحت ضروری ہے کہ سوءِظن کے مقابلے میں سوءِاتّفاق (بُرا اتفاق) کی ترکیب معنوی طور پر درست نہیں ہے۔ اتفاق، موافقت، توفیق، وفاق، توافق، موافق، متفق جیسے الفاظ جن کا مادہ وفق ہے، ان میں سوء یعنی شر کی بجائے خیر اور بھلائی کا پہلو ہی ہوتا ہے۔

فارسی میں سُو (ہمزہ کے بغیر) کا معنی طرف، سمت اور جانب ہے۔ جیسے سوئے منزل، سوئے مقتل، سوئے ہدف وغیرہ۔ سُو کے آخر میں ہمزہ نہیں آتا۔ البتہ کسی اسم کا مضاف بنائے جانے کی صورت میں سُو کے بعد ہمزہ اور یائے اضافت آئیں گے جیسے سوئے دار (سولی کی طرف) سوئے مقتل (قتل گاہ کی طرف) سوئے منزل (منزل کی طرف) سوئے ہدف (نشانے کی طرف) وغیرہ۔

شاہ باز/شاہین

ان دونوں لفظوں میں شاہ (بادشاہ) کی نسبت ہے۔ اس بڑے اور اعلیٰ خواص کے حامل پرندے سے بادشاہ لوگ اکثر شکار کھیلا کرتے تھے۔ دوسری اہم توجیہ یہ ہے کہ اس پرندے میں بادشاہوں والے خواص ہوتے ہیں اور واقعی یہ پرندوں کا بادشاہ ہوتا ہے۔ بلند پروازی اس کا شیوہ ہے۔ خوددار اتنا کہ کسی کا کیا ہوا شکار نہیں کھاتا۔ تیز نگاہی میں اپنا کوئی ثانی نہیں رکھتا۔ قناعت پسند اتنا کہ آشیاں نہیں بناتا۔

شُدنی

شدن مصدر سے ہے یعنی ہونی، ہو جانے والی اور نازل ہونے والی مصیبت۔ اس کا مفہوم شامتِ اعمال سے وابستہ ہے۔ ہماری گنہگاری اور معصیت اور اس پر ہمارا احساسِ عصیاں اور پھر اس کی اٹل سزا کا تصور اور ہمارا سرِ تسلیم اس ایک لفظ میں نمایاں ہے۔

شرابور

شرابورشراب سے مشتق ہے یعنی پانی یا پسینے سے جسم اور کپڑوں کا بھیگا ہوا ہونا۔شرابور اصل میں شراب آ ور ہے۔شراب آ ور سے شراب وَر ہوگیا۔شراب ور کو ملا کر لکھنے سے شرابور کی صورت بن گئی۔ باء پرُ پیش ٗ غلط العوام ہوگئی۔

شریعت

اس کا مادہ شرع (ش ر ع) ہے۔اس کا معنی راستہ اور گھاٹ ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے۔شَرَعَ لَكُمَ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا (تمہارے لئے دین کی وہ راہ ڈالی جس کا حکم اس نے نوح کو دیا۔)[۲۷] ثُمَّ جَعَلْنَا كَ عَلٰى شَرِيعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ (پھر ہم نے اس کام کے عمدہ راستہ پر تمہیں چلایا)[۲۸]

گھاٹ اصل میں ندی یا دریا کا کنارہ ہے جہاں سے لوگ اور جانور پانی پیتے ہیں۔ چونکہ اسلام کے فیض عام کا دریا ہر قوم وملّت اور ہر کہ ومہ کے لئے ہر وقت جاری تھا اور جیسے ندی کا پانی طبیعت کو فرحت بخشنے والا بلکہ زندگی کو قائم رکھنے والا ہوتا ہے،اسی طرح شریعت اسلامی روحانی زندگی میں تر و تازگی اور اس کے قیام و دوام کی کفیل ہونے کی وجہ سے اس نام سے موسوم ہوگئی۔

شیخی رشیخی مارنا

شیخ (جمع شیوخ) کی نسبت سے یہ لفظ تشکیل پایا ہے۔عربی میں شیخ کا معنی بزرگ، بوڑھا اور علم وعمر اور مرتبہ کے اعتبار سے بڑھ کر ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:قَالَتَا لَا نَسْقِيْ حَتّٰى يُصْدِرَ الرِّعَآءُ وَاَبُوْنَا شَيْخٌ كَبِيْرٌ (انہوں نے کہا ہم اپنے جانوروں کو پانی نہیں پلاسکتیں جب تک یہ چرواہے اپنے جانور نہ نکال لے جائیں اور ہمارے والد ایک بوڑھے آدمی ہیں۔)[۲۹]

اسلامی ادب میں شیخ عزّت و وقار اور احترام کی علامت ہے۔شیخین (حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمر فاروقؓ) شیخ الاسلام (امام وقت۔سب سے بڑا پیشوائے دین۔امام ابنِ تیمیہ کا لقب) شیخ الشیوخ (تمام تر عالموں اور فاضلوں کا سرکردہ) شیخ الرئیس (بوعلی سینا کا لقب) اور شیخ الجامعہ (وائس چانسلر) اس کی خوب صورت مثالیں ہیں۔اردو میں شعری صنف نے اس لفظ کو خوب بدنام کیا اور اس کی خوب گت بنائی۔شیخی کا شیخ کی نسبت سے ظاہر ہونا کوئی قابل تعریف امر نہیں رہا۔

شیخ چلّی (ایک فرضی احمق کردار) شیخ چنڈال (حریص) شیخ سَدّو (عورتوں کا فرضی جن) شیخ ڈونڈوں اور شیخ کا بکرا کی تراکیب لفظ ''شیخ'' کے لئے استہزاء کا باعث بنیں۔ شیخ کی نسبت سے شیخی باز (گھمنڈی) شیخی بگھارنا (خودستائی کرنا) شیخی جتانا (بڑائی ظاہر کرنا) شیخی جھڑنا (سبکی ہونا) شیخی مارنا (ڈینگ مارنا) اور شیخی میں آنا (اِترانا) کے محاورات نے ''شیخ'' کے وقار کو ختم کرنے کی رہی سہی کسر بھی پوری کردی۔

صلواتیں سنانا

(بُرا بھلا کہنا اور گالیاں دینا)۔ یہ صلوات کی اردو میں جمع ہے۔ اردو زبان وادب میں ہجو، گالی اور دُشنام کے معنوں میں بطور واحد مستعمل ہے۔ صلوات دراصل دینی ادب (قرآن، حدیث اور فقہ) کے اہم ترین لفظ صلوٰۃ کی جمع ہے۔ اس محاورے کی اصل صلوٰۃ یعنی نماز ہی ہے۔ صلوٰۃ انفرادی اور اجتماعی زندگی میں ایسے دخیل ہے جیسے جسم میں خون۔ قرآن مجید میں یہ لفظ انسانی تربیت اور تزکیہ کے لئے کثرت سے وارد ہوا ہے۔ **اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنۡھٰی عَنِ الۡفَحۡشَآءِ وَ الۡمُنۡکَر** (بے شک نماز بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے)[۳۰]

نماز کا احترام اور تقدس مسلّمہ ہے۔ ہر مسلمان کی زبان پر اس کی عظمت وشان روز روشن کی طرح عیاں ہے۔ لیکن معاشروں کی خِفّتِ عقل اور ضُعفِ ایمان کا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہوسکتا ہے کہ اس مقدس لفظ کو جمع کی صورت میں ایک ذلیل حرکتِ انسانی سے وابستہ کر دیا گیا۔ کہاں صلوٰۃ (نماز) اور کہاں صلواتیں (گالی گلوچ)۔ گزشتہ را صلوٰۃ آیندہ را احتیاط کا محاورہ بھی اُردو میں عام ہے۔ ہم احساس کیے بغیر بلا روک ٹوک اس مقدس لفظ کو مسلسل ان گھٹیا معنوں میں استعمال کرتے رہتے ہیں اور اپنی اخلاقی اور مذہبی کمزوری کو لمحہ بھر کے لئے بھی محسوس نہیں کرتے۔

ضَربُ المَثَل

یہ ترکیب آیاتِ قرآنیہ سے تشکیل پائی ہے۔ سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۲۶ میں ہے

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَسۡتَحۡیٖۤ اَنۡ یَّضۡرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوۡضَۃً فَمَا فَوۡقَھَا (بے شک اللہ ہرگز نہیں شرماتا اس سے کہ بیان کرے مثال کسی قسم کی، مچھر کی یا اس سے بھی حقیر تر چیز کی)

سورۃ ابراہیم کی آیت ۲۴، النحل کی ۷۵، ۷۶ اور ۱۱۲، سورۃ رُوم کی آیت نمبر ۲۸ بھی حوالہ کے طور پر دیکھی جاسکتی ہے۔

طاعون

ایک مہلک اور متعدی بیماری جس میں چھاتی، بغل یا خصیے کے نیچے گلٹیاں نکلتی ہیں اور تیز بخار ہو جاتا ہے۔ یہ بیماری چوہے کے پسوؤں کے کاٹنے سے ہوتی ہے۔ انگریزی میں اسے پلیگ(Plague) کہتے ہیں۔ طاعون کی اصل طعن ہے۔ اسی سے طعنہ، طاعن اور مطعون مشتق ہیں یعنی تیر مارنا اور زخمی کرنا۔ اس اعتبار سے طاعون زخمی کرنے والی اور صدمہ دینے والی بیماری ہوتی ہے۔

طعنہ

اُردو میں طنز، ملامت، برا بھلا کہنا، آوازہ کسنا اور طعن و تشنیع کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَطَعَنُوْا فِیْ دِیْنِکُمْ فَقَاتِلُوْا اَئِمَّۃَ الْکُفْرِ اِنَّھُمْ لَا اَیْمَانَ لَھُم (اور تمہارے دین پر طعنہ زنی شروع کر دیں تو کفر کے علم برداروں سے جنگ کرو کیونکہ ان کی قسموں کا کوئی اعتبار نہیں)[۳۱] طعنہ کا مادہ طعن (ط ع ن) ہے جس کا معنی نیزہ سے زخمی کرنا ہے۔ طعنہ دراصل کسی کو اس کی کمزوری کا احساس دلا کر اپنی باتوں سے زخمی کرنا ہوتا ہے۔ اب اردو میں کسی شخص کی عیب جوئی اور برا بھلا کہنے کے لئے مستعمل ہے۔

طوفان

اس کا مادہ طوف (ط و ف) ہے۔ اسی مادہ سے طواف، مطاف، طائف اور طائفہ ہیں۔ ان سب میں گھومنے، چکر کاٹنے اور مُلک مُلک پھرنے کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ طوفان اگر بادوباراں کا ہے تو اس میں ہوا کے گھومنے سے ہی شدّت پیدا ہوتی ہے۔ اگر سیلاب کا طوفان ہے تو سمندر اور دریا کا پانی گھومتا اور چکر کاٹتا ہوا زمین، اشیاء اور حیوانات کو اپنی لپیٹ میں لیتا ہے۔

طومار

اُردو میں لمبی کہانی، جھوٹ، بہتان، ڈھیر، کتاب، دفتر اور صحیفہ کے معنوں میں مستعمل ہے۔ عربی میں طَمَر کا معنی لپیٹنا ہے۔ اسی سے طومار تشکیل پایا ہے۔ یعنی ایک لمبی داستان جو رطب و یابس سے بھری ہوئی ہو۔

؎ اک عمر کا قصہ ہے برسوں ہی کا جھگڑا ہے
سنتے وہ اسے کب تک طومار ہے دفتر کا [۳۲]

طیش

خفت، سبکی، بے عقلی، غصہ، جوش اور غضب کے معانی میں مستعمل ہے۔ بالعموم غصے میں بپھرنا اور قابو سے باہر ہونا کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ عربی میں اس کا مادہ ط ی ش ہے جس کا معنی تیر کا نشانہ سے خطا ہونا ہے۔ اسی سے طائش (نشانہ خطا کرنے والا) طیّاش (جو خفت عقل کی وجہ سے ایک طریقے پر نہ جمے) اور طیشان (سبکی۔ اوچھا پن) مشتق ہیں۔ انسان اپنی غلط حکمت عملی سے ناکامی پر پہلے سُبکی اور خفت اٹھاتا ہے پھر فریق مخالف سے غصہ اور غضب سے پیش آ کر اپنے اوچھے پن کا مظاہرہ کرتا ہے۔

عادت

چال چلن، طور طریقہ، دستور، قاعدہ، خصلت، خُو اور طبیعت کے معنوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اس کا مادہ عود (ع و د) ہے۔ اعادہ، عید، عود، عیادت اور معید اسی مادہ کے مشتقات ہیں۔ اس مادہ سے مشتق الفاظ میں بار بار ہونے اور کرنے نیز لوٹنے اور لوٹانے کا معنی پایا جاتا ہے مثلاً عید، جو بار بار آئے، جس کے بار بار لوٹنے کی خواہش اور انتظار ہو۔ اس مادہ کی نسبت سے عادت ایسی حرکت، بات یا ادا ہوتی ہے جس کا بار بار ارتکاب کیا جاتا ہے۔ اس کا ایک مفہوم قوم عاد سے منسوب بمعنیٰ قدیم بھی ہے یعنی جو بات پرانے زمانے سے چلی آ رہی ہو۔

عبارت

تحریر، مضمون اور مُراد کے لئے اردو میں استعمال ہوتا ہے۔ اس کا مادہ عبر (ع ب ر) ہے۔ مختلف الفاظ مختلف معانی میں اس مادہ سے مشتق ہیں مثلاً عبرت، عبور، تعبیر، مُعَبِّر، معتبر، اعتبار اور عابر وغیرہ۔ عَبَرَ کا معنی پانی اور آنسوؤں کا بہنا ہے۔ عبارت میں پانی کی سی روانی ہوتی ہے، چونکہ تحریر میں خیالات کا تسلسل اور فکر کی روانی ہوتی ہے اس لئے اسے عبارت کہا جاتا ہے۔

علاحدہ/علیحدہ

یہ اسم صفت ہے۔ اصل میں یہ علیٰ حَدِّہٖ (اپنی حد پر) ہے۔ علیٰ حرفِ جرّ ہے اور ہٖ متصل ضمیر ہے۔ ایک دوسری بلکہ ثقہ رائے کے مطابق یہ علیٰ + حِدَۃٍ ہے۔ حِدَۃٌ (تنہا) اصل میں وَحُدٌ کی دوسری شکل ہے۔ علیٰ حِدَۃٍ کا معنی اور مفہوم ہے۔ ''دوسروں سے نمایاں اور الگ''۔

غنیمت

غنم (بکری) سے ہے۔ابتدائے زمانہ عرب میں چونکہ لوٹ مار میں زیادہ تر بکریاں ہاتھ آتی تھیں اور بکری کو عربی میں غنم کہتے ہیں اس لئے لُوٹ کے مال کو عربی میں غنیمت کہنے لگے۔ اس لفظ نے پھر یہاں تک وسعت حاصل کر لی کہ قیصر و کسریٰ کا تاج وتخت لُٹ کر آیا تو اسی نام یعنی غنیمت سے پکارا گیا۔رفتہ رفتہ یہی لفظ عربی قوم،عربی زبان اور عربی تاریخ کا نمایاں اور وسیع الاثر لفظ بن گیا۔آج بھی قبیلے کا سربراہ جب اپنے کسی عزیز کو سفر کے لئے رخصت کرتا ہے تو کہتا ہے ''سالماً غانماً'' یعنی سلامت آنا اور کچھ لوٹ کر لانا۔اردو میں سب سے عزیز چیز کو بھی ''غنیمت'' کہتے ہیں مثلاً آپ کا تشریف لانا نہایت غنیمت ہے یا اس کا وجود معاشرے کے لئے غنیمت ہے۔ اگر توقع سے کم چیز ملے تو قناعت کرتے ہوئے اسے غنیمت کہا جاتا ہے۔

فَبِہا

یہ اصل میں عربی کے ایک مکمل جملے فَرَضِیْنَا بِھاَ (ہمیں منظور ہے۔ہم اس پر راضی ہیں) کا مخفف ہے۔اردو محاورے میں ''یہ بھی سہی'' بھی اس کا ایک مفہوم ہو سکتا ہے۔

فطرتی

اردو میں شرارتی،شوخ،فتنہ پرداز اور چالاک کے معنوں میں مستعمل ہے۔اس کا مادہ فطر (ف ط ر) ہے جس سے فطرت، فاطر، فطری، فطرانہ اور افطار مشتق ہیں۔فطرتی سے شریر کا معنی قوم کے اخلاقی انحطاط کا ثبوت دے رہا ہے گویا کہ شرارت خاصہ اور طبیعت انسانی ہے۔ایک رائے یہ ہے کہ فطرت کے معنی جبلت کے بھی ہیں۔لہٰذا اس معنی کو پیشِ نظر رکھ کر اسے منفی معنوں میں بدفطرت بھی کہا جاتا ہے ورنہ عام طور پر اس کے معنی قدرتی،از خود یا خود بخود ہیں۔

فقط

صرف، محض اور بس کے معنوں میں مستعمل ہے۔ یہ فَ اور قطّ کا مرکب ہے۔ف کا معنی پس اور قط کا صرف ہے۔

فی زمانہ

یہ فِي زَمَانِہٖ (اپنے زمانے میں-In his age) کی متغیر صورت ہے۔اصل میں '' فِي

زَمَانِنَا ‘‘ ہے یعنی ہمارے زمانے میں، آج کل، آج کے دور میں۔اس کی سند شیفتہ کے اس شعر سے ملتی ہے۔

؎ تم کو نہیں ہے عجب، تعجب ہے شیفتہ
ہے فی زمانا یہ سرشتِ کرام میں

قافیہ

اس کا مادہ قفی (ق ف ی) ہے۔اس کا معنی پے در پے آنے والا اور پیچھے چلنے والا ہے۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے:وَ لَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَی الْکِتٰبَ وَ قَفَّیْنَا مِنْ بَعْدِہٖ بِالرُّسُل (اور بے شک ہم نے موسیٰ کو کتاب عطا کی اور اس کے بعد پے در پے رسول بھیجے)(۳۳) علم عروض کی اصطلاح میں چند ہم آواز حروف وحرکات کا مجموعہ جس کی تکرار مختلف الفاظ کے ساتھ مصرع کے آخر میں پائی جائے۔

کالعدم

عدم کی مانند، ک حرفِ تشبیہ ہے جس کا معنی مانند ہے۔اس مرکب جاری کا معنی ہے ناپید۔ جس کا وجود نہ ہو۔

کھٹمل

کھٹ / کھاٹ چار پائی کو کہتے ہیں اور مل کا معنی پہلوان ہے یعنی چار پائی کا پہلوان جو قابو میں ہی نہیں آتا اور لوگوں کے خون کا پیاسا ہوتا ہے۔

لفظ

’’لفظ‘‘ جو اس مقالے کا موضوع ہے عربی زبان کا لفظ ہے۔اس کا معنی ہے ’’مُنہ سے پھینکی ہوئی کوئی چیز یا بات‘‘ عربی میں کہا جاتا ہے اَکَلتُ التَّمرَ وَلَفَظتُ النَّوَاۃ (میں نے کھجور کھالی اور گٹھلی پھینک دی)۔’’لفظ‘‘ کا پس منظر یہ ہے کہ خیالات وافکار کو الفاظ کے پیکر میں منہ سے بول دیا جاتا ہے یا قرطاس پر بکھیر دیا جاتا ہے۔

لیت ولعل

دوسرے لفظ لَعَل کی عین پر زبر ہے۔ یہ اصل میں لَیتَ (کاش) اور لَعَلّ (شاید) کا

مرکب ہے۔اس کا معنی ہے ٹال مٹول کرنا۔ بہانہ کرنا، بہانہ کرنے والا عام طور پر کہتا ہے کاش ایسے ہوتا تو۔۔۔شاید ایسے نہ ہو۔۔۔

ماجرٰی

ما موصولہ ہے جس کا معنی ہے جو۔ جرٰی فعل ماضی ہے جس کا معنی ہے وہ جاری تھا، یا وہ جاری ہوا، یعنی جو معاملہ جاری ہوا تھا۔اس سے مراد گزرا ہوا واقعہ لیا جاتا ہے۔

مجلّہ

پُر معانی رسالہ جو تحریروں کی شان اور جلالت کا حامل ہوتا ہے۔اس کا مادہ جَلَّ ہے جس سے جلالت، جلال، اِجلال، جلیل اور اَجَلّ مشتق ہیں۔

محراب

یہ حَرَبَ (جنگ لڑنا) سے مشتق ہے۔اس مادہ سے اردو میں استعمال ہونے والے دیگر الفاظ میں سے حرابہ، حربہ، حرب، حریب، محاربہ اور حارب ہیں۔ یہ مِفعال، مِضراب، مِثقال، مسمار، مفتاح، مقیاس، مِعیار اور مِسواک کے وزن پر اسمِ آلہ ہے جب کہ میلاد، منہاج، میعاد اور میثاق کے وزن پر اسمِ ظرف ہے۔اسم آلہ کے طور پر اس کے لغوی معنی آلۂ حرب، ہتھیار اور سلاح کے ہیں۔اسم ظرف کے طور پر اس کے لغوی معنی لڑنے کی جگہ ہے۔

اصطلاحاً مسجد کے اندر اس قوس یا کمان نما جگہ کو کہا جاتا ہے جو قبلہ رخ بنی ہوتی ہے اور وہاں امام کھڑا ہو کر نماز پڑھاتا ہے۔اس جگہ کو محراب کہنے کے پس منظر میں مسلمانوں کا وہ خیال ہے کہ جس کے مطابق یہاں امام کھڑا ہو کر مسجد کے اندر صف آراء نمازیوں کی قیادت کرتے ہوئے شیطان اور نفسِ امارہ سے جنگ کرتا ہے۔

مُرَوَّت

یہ لفظ اُمُرُؤ (مرد) سے مشتق ہے۔ یہ اصل میں مُرُوْءَت ہے۔ ہمزہ کو واؤ سے بدل کر ادغام کر کے مُرَوَّت بنا لیا گیا۔اس کا لفظی معنی ''کامل مردانگی'' ہے۔عربی، فارسی اور اردو ادب میں مروّت اُن دوامی آدابِ نفسانیہ کو کہتے ہیں جو انسان کو اخلاقِ حسنہ اور آدابِ جمیلہ کی ترغیب دیں۔ ایک صاحب کردار اور کامل شخص چوں کہ مردانگی، بہادری، جواں مردی، خوش

اخلاق، فیاضی، انسانیت، بھل منساہٹ، نیک نہادی، پاس داری اور دریا دلی جیسے اجزائے ترکیبی سے تشکیل پاتا ہے لہٰذا یہ تمام اعلیٰ اوصاف اور مثبت معانی مُرَوَّت کی ذیل میں آجاتے ہیں۔ الغرض مروّت کی اصل، مرد یعنی انسان ہے اور مروّت محض انسانیت ہے۔

مستری

(اہل حرفہ، لوہار، معمار، کاری گر، اوزار بنانے والا، ترکھان، بڑھئی) یہ اصل میں مسطری ہے۔ اس کا مادہ سَطَرَ یَسطُرُ ہے۔ اس کے مشتقات میں سے سطر، سطور، اساطیر، مسطر، مُسطر، اسطار، اُسطور، اُسطورہ، ساطِر، مسطور اور مسطار ہیں۔ اسی سے مِسطر ہے جو لکڑی، دھات یا پلاسٹک کا بنا ہوتا ہے۔ مسطر اسم آلہ ہے یعنی سطریں کھینچے والا پیمانہ۔ اسی سے مُسَطّر ہے۔ یہ اسم مفعول ہے یعنی خط کشیدہ کاغذ جس پر کاتب ٹریسنگ پیپر رکھ کر کتابت کرتا ہے اور کاپی پیسٹر (CopyPaster) اس پر کتابت شدہ ٹریسنگ پیپر رکھ کر کاپی پیسٹنگ کرتا ہے۔ اشاعتی دنیا میں غلط العام کے طور پر اسے مِسطر ہی کہا جاتا ہے۔

مشّائین

یہ لفظ مَشَیٰ یَمشی (چلنا) سے مشتق ہے۔ مشّائی (جو نسبت یا مبالغہ کا صیغہ ہے) کی جمع ہے۔ اصطلاح میں وہ حکیم جو ایک دوسرے کے پاس جا کر تحصیل علم کیا کرتے تھے۔ بخلاف اشراقین کے جو بیٹھے بیٹھے معلوم کرلیا کرتے تھے۔ حکیموں کا یہ گروہ حقائق اشیاء کا ادراک دلیل کے بغیر نہیں کرتا تھا اور علامات کے ذریعے ملک ملک پھر کر مقصد تک پہنچتا۔

دوسری روایت یہ ہے کہ یہ گروہ فلسفیانِ یونان ارسطا طالیس اور اس کے جانشینوں پر مشتمل تھا۔ مذکورہ فلسفیوں نے مسائل فلسفیہ کی تعلیم کے لئے ایک انوکھا طریقہ اختیار کیا تھا۔ بیٹھ کر تعلیم دینا انھیں گوارا نہیں تھا۔ ان کا عام دستور تھا کہ ٹہلتے اور چلتے جاتے تھے اور بولتے جاتے تھے۔ قدم اٹھاتے اور منہ سے لفظ نکالتے۔ چلتے اور پڑھاتے تھے۔ اس لئے ان کے ہم خیال اور پیروکار مشائین کے نام سے شہرت پا گئے۔ (۳۴)

مُشک

یعنی خوش بُو اور عطر وغیرہ۔ اس لفظ کی اصل عربی میں مِسک ہے۔ عربی سے مفرّس کیا

گیا اور مِشک بولا جانے لگا۔ فارسی سے اُردو میں آیا تو مِشک کی بجائے مُشک ہو گیا۔

مصرع

صَرَعَ یَصْرَعُ سے مشتق ہے۔ مِصرع اسم آلہ ہے جس کا معنی ہے دروازے کا ایک تختہ، ایک کواڑ، ایک پٹ۔ مراد شعر کے دو مصرعوں میں سے ایک مِصرع۔ آدھا شعر۔ نصف بیت۔ جس طرح دروازہ کھول کر (پہلے ایک پٹ پھر دوسرا) گھر کے اندر داخل ہو کر سکون، امن، عافیت اور حفاظت کا احساس ہوتا ہے بعینہٖ اچھا شعر پڑھ کر (پہلے ایک مصرع پھر دوسرا) الفاظ کی حلاوت، معنی آفرینی، نفیس خیالات اور اعلیٰ و ارفع سوچ کا احساس ہوتا ہے۔ اب بھی اور پرانے وقتوں میں بھی دروازے کے دو کواڑ ہوتے تھے۔ لہٰذا شعر کے دو کواڑوں کو دو مصرعے کہا گیا ہے۔

معمولی

عَمِلَ یَعْمَلُ (کام کرنا) سے مشتق ہے۔ عمل، عامل، تعمیل، عُمّال، عاملہ، معمل، مستعمل، استعمال، معمول، عملہ، تعامل اور معاملہ اسی مادہ سے اردو اور فارسی میں مستعمل ہیں۔ معمول اسم مفعول ہے جس سے اردو ترکیب معمولی وضع ہوئی۔ اس کا معنی ہے وہ چیز جو کام میں آئے۔ زیر تصرف رہے۔ ہر وہ چیز جو ہمہ وقت استعمال میں رہے، اس کی وقعت اور قدر و قیمت کم ہو جاتی ہے جیسے پانی، ہوا اور مٹی وغیرہ۔ اسی نسبت سے کم قیمت اور بے وقعت اشیاء اور باتوں کو معمولی کہا جاتا ہے۔

مُعَمّیٰ / مُعَمّا

عَمِیَ یَعْمیٰ عَمیً (اندھا ہونا) سے مشتق ہے۔ درست املاء مُعَمّیٰ ہے۔ معمہّ غلط املاء ہے۔ اردو میں زیادہ تر مُعَمّا لکھا جاتا ہے۔ لغوی معنی ہے وہ معاملہ، بات یا چیز جو اندھیرے میں ہو، نظروں سے پوشیدہ ہو لیکن اصطلاحاً اس معاملے اور مسئلے کو کہتے ہیں جس کا حل یا جس تک رسائی ممکن نظر نہیں آتی۔ اردو میں مخفی، پوشیدہ، مبہم چیز، پہیلی، رمز، پیچیدہ بات اور الجھے ہوئے مسئلے کے لئے مستعمل ہے۔

موسلا دھار بارش

زوردار اور مسلسل بارش کے معنی میں بولا اور لکھا جاتا ہے۔ موسلا چھلکا اُتارنے کی غرض سے اناج کوٹنے کے لئے لکڑی کا موٹا اور لمبا آلہ ہوتا ہے جس کی مسلسل عمودی ضربیں اُکھلی میں

ڈالے ہوئے اناج پر پڑتی ہیں تو چھلکا اُتر جاتا ہے۔ یہ عمودی ضربیں تواتر سے پڑیں تو دھار (اوپر سے نیچے قدرے عمودی پانی کے بہاؤ) کا روپ اختیار کر جاتی ہیں۔ چوں کہ زوردار بارش بھی عمودی برستی ہے اس لئے اسے موسلا دھار بارش کہا جاتا ہے۔

نائکہ

یہ ہندی الاصل لفظ نائک کی تانیث ہے۔ نائک فوج میں ایک عہدہ ہے۔ فوجی حلقوں اور عام سوسائٹی میں اپنی شرافت، عہدہ اور حیثیت کے لحاظ سے قابل توقیر ہے۔ معاشرے کے اخلاقی انحطاط پر تعجب ہوتا ہے کہ اس کی تانیث ''نائکہ'' معاشرے کا ذلیل ترین کردار ہے جو عصمت فروشی کے اڈے کی نگران اور اس دھندے کی ماہر ہوتی ہے۔

نرغہ

لغوی معنیٰ ہے محاصرہ، گھیرا۔ اسی سے محاورہ تشکیل پایا ہے ''نرغہ میں آنا''، یعنی پھنس جانا۔ شکار کو قابو میں لانے کے لئے شکاری ایک حلقہ بنالیتے ہیں جسے نرغہ کہا جاتا ہے۔ جب کوئی انسان چاروں طرف سے مصائب و آلام میں گھر جائے اور اسے بچاؤ کی کوئی تدبیر نظر نہ آئے تو اپنے آپ کو نرغہ میں دیکھتا ہے۔

نستعلیق

وہ خط جس میں آج کل فارسی اور اردو زبان لکھی جاتی ہے۔ اس کا موجد میر علی تبریزی تھا۔ یہ خط اپنی لطافت، خوب صورتی، تناسب، نزاکت اور خوش اسلوبی کے سبب ایک دل فریب شان رکھتا ہے۔ نستعلیق نسخ اور تعلیق سے مرکب ہے۔ نسخ کی خ کثرتِ استعمال سے ساقط ہوگئی ہے۔ اس خط سے پیشتر خطِ نسخ رائج تھا۔ میر علی تبریزی نے خطِ نسخ سے خطِ تعلیق ایجاد کیا۔ اس بنا پر اسے خطِ نستعلیق کا نام دیا گیا۔

چوں کہ اس خط میں لطافت، تناسب اور خوش اسلوبی بھرپور موجود ہے لہٰذا اعلیٰ انسانی اور شخصی اوصاف از قسم نفاست، عمدگی، شائستگی، تہذیب، اخلاق، خوش گفتاری اور حُسنِ ترتیب سے متصف شخصیت کو بھی ''نستعلیق شخصیت'' کہا جاتا ہے۔

واہیات

واہیہ کی جمع ہے جس کا معنی ہے بے ہودہ۔ لغو، فضول، نکما اور آوارہ وغیرہ۔ یہ لفظ عربی

الاصل ہے جو وَھِیَ یَہِی وَھْیاً (پھٹنا، بوسیدہ ہونا، کمزور ہونا، گرنا اور بے وقوف ہونا) سے مشتق ہے۔اس طرح واہی ٹوٹی پھوٹی اور ناکارہ چیز کو کہتے ہیں اور فضول باتوں کو واہیات کہتے ہیں یعنی بے ہودہ اور بکواس۔اردو میں واہی تباہی بکنا بطور محاورہ مستعمل ہے۔

وغیرہ

اس کا لغوی معنی ہے ''اور اس کے علاوہ۔'' یہ تین الفاظ کا مجموعہ ہے۔واؤ عاطفہ، غیر (ماسوا۔علاوہ) اور متصل ضمیر ہٗ۔اس کا پورا معنی ہے ''اور اس کے علاوہ''۔

ولی عہد

وارثِ تاج وتخت جس کی بیعت حکمران خلیفہ کی موجودگی میں کر لی جائے۔خلفائے بنی اُمیہ اس لفظ کے رواج کے ذمہ دار ہیں۔جب حضرت امیر معاویہؓ نے سلطنتِ اسلامی اپنے قبضے میں لی اور سیاسی حالات نے انھیں اس بات پر آمادہ کیا کہ سلطنت اب ان کے خاندان میں رہے تو انھوں نے اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے مسلمانوں کے مشہور ایفائے عہد کے وصف سے فائدہ اٹھانے کی ٹھانی۔مسلمانوں سے عہد لیا کہ ان کے بعد وہ ان کے بیٹے یزید کو خلیفہ بنائیں گے۔اس عہد کی پختگی بیٹے کے ہاتھ پر باضابطہ بیعت کرنے سے کی۔اس طرح اس بیعت کے عہد کا ولی یعنی مالک حکمران خلیفہ کی زندگی میں ولی عہد کے نام سے موسوم ہو گیا۔اب رفتہ رفتہ وارثِ تاج وتخت بلا لحاظ کسی بیعت یا عہد کے، اس نام سے پکارا جاتا ہے۔

ہری چُگ

یعنی خود غرض، موقع پرست، بے وفا اور ہرجائی۔اس لفظ کے پس منظر میں ایسا چرندہ ہے جو جہاں پر ہری گھاس پاتا ہے چرتا رہتا ہے۔جب وہ گھاس نہ رہے تو جہاں اور ہری گھاس دیکھتا ہے جا پہنچتا ہے یعنی وہ ایک جگہ مستقل طور پر نہیں رہتا۔

ؔ آج یہاں کل وہاں گزرے یوں ہی جُگ ہمیں
کہتے ہیں سب سبزہ رنگ اس سے ہری چُگ ہمیں (۳۵)

ہڑتال

ہٹ تالا (دوکان کی تالا بندی) سے مرکب ہے۔ہٹ تالا سے ہٹ تال کی صورت

بنی۔ چوں کہ ٹ اور ت کے اتصال میں سہولتِ ادائی نہیں ہے لہٰذا ٹ کو ڑ سے بدل دیا گیا تو یہ لفظ ہڑتال کی شکل اختیار کر گیا۔

ہَیُولیٰ/ہَیُولا

یعنی ابتدائی مادہ، ہر چیز کی اصل ۔ایک رائے کے مطابق یہ لفظ ہیئت اُولیٰ کا مُخَفَّف ہے۔ حکماء کے نزدیک وہ جو ہر جو صورتِ جسمی کا محل ہو۔

ے جلوہ کس کا ہے صُوَر کیا ہے ہیولا کیا ہے
میں کوئی چیز ہوں تم نے مجھے سمجھا کیا ہے (۳۶)

یدِطولیٰ

لفظی معنی ہے لمبا ہاتھ۔ ید (ہاتھ) چوں کہ عربی میں مونث اسم ہے لہٰذا اس کی صفت بھی مونث یعنی طُولیٰ ہوگئی۔ مہارت اور لمبے ہاتھوں میں قدرِ مشترک محلِ غور ہے۔ مہارت کے لئے ہاتھوں کا صحیح وسالم، مضبوط اور لمبے ہونا ضروری ہے۔ ہاتھ کی مہارت کے حوالے سے سیکڑوں محاورے اردو زبان وادب میں رائج ہیں جن میں سے چند ایک یہ ہیں۔ ہاتھ جمنا، ہاتھ چڑھانا، ہاتھ چلنا، ہاتھ چالاک، ہاتھوں کی صفائی، ہاتھ لگانا، ہاتھ کھلا رہنا، ہاتھ کا چالاک ہونا، ہاتھ کا سچا، ہاتھ کا دیا، ہاتھ دکھانا، ہاتھ دوڑانا، ہاتھ دھونا، ہاتھ ڈالنا، ہاتھ روکنا، ہاتھ رواں کرنا/ہونا وغیرہ۔

یعنی

(مراد یہ ہے۔ مطلب یہ ہے۔) یہ لفظ اردو میں کسی بات کی توضیح کے لئے مستعمل ہے۔ عِنَایَۃً مصدر سے یہ فعل مضارع معروف کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے۔ عَنٰی (اس نے یہ مراد لیا) فعل ماضی ہے جب کہ (یَعْنِی) (وہ یہ مراد لے رہا ہے) فعل مضارع ہے۔

حواشی وحوالہ جات

۱۔ مرزا عظیم بیگ بحوالہ سیّد احمد دہلوی، مولوی: فرہنگِ آصفیہ، جلد سوم (لاہور: اردو سائنس بورڈ، ۲۰۰۳ء) ص ۲۴۶

۲۔ نیّر، مولوی نور الحسن: نور اللغات جلد سوم (لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۱۹۸۹ء) ص ۵۲۰ نیز دیکھیے خواجہ عبدالمجید: جامع اللغات جلد دوم (لاہور: اردو سائنس بورڈ، ۲۰۰۳ء) ص ۱۳۷۸ و فرہنگ آصفیہ جلد سوم ص ۲۴۶

۳۔ رشید حسن خان، املائے غالبؔ (کراچی: ادارہ یادگارِ غالب، ۲۰۰۰ء) ص ص ۳۶، ۳۷

۴۔ البقرۃ: ۱۸۶

۵۔ بحوالہ: نور اللغات، جلد اوّل، ص ۳۱۳، نیز دیکھیے فرہنگِ آصفیہ، جلد اولؒ، ص: ۱۷۴ اور جامع اللغات جلد اوّل، ص ۱۷۸)

۶۔ یٰس: ۶۵

۷۔ شیرازی، حافظ، دیوان خواجہ حافظ شیرازی (لاہور: مکتبہ دانیال ۲۰۰۳ء) ص ۲۸

۸۔ التوبۃ: ۲۵

۹۔ ص: ۵۹

۱۰۔ زیّات، احمد حسن: تاریخ الادب العربی، (لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، ۱۹۷۲ء)

۱۱۔ فرہنگِ آصفیہ: جلد اول، ص ۴۲۲

۱۲۔ ذوق، محمد ابراہیم: بحوالہ فرہنگِ آصفیہ، جلد اول، ص ۴۶۵

۱۳۔ احمد دین: سرگزشتِ الفاظ (اسلام آباد: پورب اکادمی، ۲۰۰۸ء) ص ۱۵۸

۱۴۔ یوسف: ۱۴

۱۵۔ الغاشیۃ: ۱۲

۱۶۔ الانعام: ۱۱

۱۷۔ المائدۃ: ۴۵

۱۸۔ نور اللغات، جلد اول، ص ۱۲۲۸

۱۹۔ بلیاوی، عبدالحفیظ مصباح اللغات (کراچی: مدینہ پبلشنگ کمپنی ۱۹۸۲) ص ۲۰۱

۲۰۔ قول حضرت علیؓ بحوالہ منارُ السّبیل

۲۱۔ الانفال: ۹

۲۲۔ النمل: ۷۲

۲۳۔ النازعات: ۶-۸

۲۴۔ یوسف: ۳۰

۲۵۔ النجم: ۳۹-۴۰

۲۶۔ فرمان فتح پوری، ڈاکٹر: اردو لُغت، جلد ۱۱ (کراچی: اردو لغت بورڈ، ۱۹۹۰ء) ص ۸۶۴

۲۷۔ الشوریٰ: ۱۳

۲۸۔ الجاثیہ: ۱۸

۲۹۔ القصص: ۲۳

۳۰۔ العنکبوت: ۴۵

۳۱۔ التوبۃ: ۱۲

۳۲۔ نسیم دہلوی، بحوالہ فرہنگِ آصفیہ، جلد سوم، ص ۲۵۳

۳۳۔ البقرۃ: ۸۷

۳۴۔ نوراللغات، جلد چہارم، ص ۱۲۶۸ نیز دیکھیے: فرہنگِ آصفیہ جلد چہارم، ص ۳۵۵ اور جامع اللغات: جلد دوم، ص ۱۸۳۳ نیز دیکھیے: مولوی فیروز الدین: فیروز اللغات (لاہور: فیروز سنز لمیٹڈ، ۲۰۰۵ء) ص ۱۳۱۱

۳۵۔ نوراللغات، جلد چہارم، ص ۱۶۷۲

۳۶۔ فرہنگِ آصفیہ، جلد چہارم، ص ۶۸۷

الفاظ معانی بدلتے ہیں

(ایک تجزیاتی مطالعہ)

یہ ایک فطری عمل ہے کہ الفاظ ایک زبان سے دوسری زبان میں منتقل ہوتے وقت اپنے اصل معانی اور مفاہیم بدل لیتے ہیں۔ اس کا سبب لسانی انجذاب، قوموں کا اختلاط، طرزِ معاشرت، ثقافتوں اور موسموں کا اختلاف ہوسکتا ہے۔ یہی صورتِ حال بہت سے عربی الفاظ کی ہے جو اردو میں استعمال ہوتے وقت اپنے بنیادی معانی بدل لیتے ہیں۔

اپنی قومی زبان اردو کے بارے میں یہ کہنا کہ ''گیسوئے اُردو ابھی مِنّت پذیرِ شانہ ہے'' ذہن پر قدرے گراں گزرتا ہے۔ یہ ہمارا جذباتی شعور تو ہوسکتا ہے لیکن امرِ واقع یہی ہے کہ اردو زبان ابھی اپنے تشکیلی اور تکمیلی مراحل طے کررہی ہے۔ اُردو اہلِ ہند کی وہ مشترکہ زبان ہے جو ہندوستان میں مسلمانوں کی آمد، تمدّنی روابط، تہذیبوں کی آمیزش اور مختلف بولیوں اور الفاظ کے امتزاج سے معرضِ وجود میں آئی۔ انجذاب اور اخذ وعطا کے عمل نے بلاارادہ اور قدرتی طور پر اُردو کو ثروت مند کیا ہے۔ عربی کے ہزارہا الفاظ اس میں شامل ہوگئے اور اہلِ ہند انھیں سمجھنے اور بولنے لگے۔ عربی الفاظ نے اُردو کے ارتقائی مدارج طے کرنے اور اس کے حُسن میں اضافہ کرنے کے عمل میں بہت حِصّہ لیا۔ برّصغیر کی علاقائی زبانوں کا احصاء کیا جائے اور ان کے مفردات کا مآخذ تلاش کیا جائے تو سیکڑوں نہیں ہزاروں الفاظ عربی الاصل نکلیں گے۔ اُردو جو اسلامی ثقافت کی زندہ مثال ہے، عربی اثرات کا نتیجہ ہے۔ یوں کہا جاسکتا ہے کہ عربی زبان نے اردو کی ساخت وپرداخت میں مادرانہ کردار ادا کیا ہے۔

اردو میں جذب ہونے والے عربی کے اکثر الفاظ قرینے کے مطابق اپنے اصل معانی دیتے ہیں لیکن کچھ الفاظ ایسے مستعمل ہیں جو خلافِ قرینہ اپنے بنیادی معانی بدل لیتے ہیں۔ ذیل میں دیے گئے ایسے الفاظ جن کے معانی عربی سے اردو میں منتقل ہو کر بدل گئے ہیں، اُن میں سے کچھ کا تقابلی مطالعہ صورتِ حال کو سمجھنے کے لئے مفید رہے گا۔ بعض الفاظ تو اصل معانی کے بالکل اُلٹ ہو گئے ہیں۔ میرے نقطۂ نظر سے یہ قلبِ ماہیت اپنے اندر ایک دلچسپی اور جہانِ معانی رکھتی ہے، اس لئے اسے اہلِ تحقیق کی نذر کیا جا رہا ہے۔ (۱)

اردو میں مستعمل عربی الفاظ	عربی الفاظ کے اصل معانی اور مشتقات	اردو میں معانی اور استعمال
اِتّفاق	باہم ملنا، موافقت، مطابقت (وفاق، موافق، توفیق، موافقت، اتفاقیہ، متفق، متفقہ، توافق، موفق وفق سے مشتق ہیں)	اردو میں اپنے اصل معانی کے علاوہ مندرجہ ذیل معانی میں بھی مستعمل ہے۔ اچانک، کسی امر کا بے ارادہ یا بغیر اطلاع واقع ہونا۔ اسی سے اتفاقاً ہے یعنی ناگہاں، یکا یک، خلافِ توقع، ناگاہ ے میرے تغیر حال پر مت جا اتفاقات ہیں زمانے کے (۲)
اَثر	قدم کا نشان	اختیار، فائدہ، خاصیت، علامت، نتیجہ، طبیعت
اِجلاس	بٹھانا۔ (جلسہ، جلوس، مجلس، مجالس، جلیس اور جالس جلس سے مشتق ہیں۔ ان سب میں بیٹھنا اور بٹھانا کا مفہوم پایا جاتا ہے)	کچہری، دربار، نشست، میٹنگ، جلسہ، اجتماع، بیٹھک، عدالتی اصطلاح میں دفتری دورانیہ کار
اِحتجاج	دلیل پیش کرنا۔ (حج، حجّت، حُجّیت، الحاج، حجّاج، حجیج، محجوج، ذوالحجہ حجج سے مشتق ہیں)	اعتراض، انکار، مخالفانہ آواز، اظہار ناپسندیدگی، عذر، بحث کرنا، پروٹیسٹ
اِحتمال	بوجھ اٹھانا۔ برداشت کرنا۔ (حمل، حامل، محمول، حمّال، حمّالہ، تحمُّل، حملہ، حمائل، محمل اور حمالہ حمل سے مشتق ہیں)	شک، شُبہ، گمان، اندیشہ، اِمکان، گنجائش، ممکنہ پہلو، وہم، قیاس
اِحتیاط	گِھرنا، گھیرنا، احاطہ کرنا۔ (احاطہ، محیط،	عاقبت اندیشی، آئندہ کے لئے سوجھ بوجھ، سمجھ

	حائط، حیطہ، محتاط، محاط حوط سے مشتق ہیں)	سے کام لینا، دوراندیشی، ہوشیاری، بچاؤ، توجہ، روک تھام، بصیرت، نقصان سے بچنا، حفظِ ماتقدم
اِختِلاج	جھٹر جانا، آنکھوں کا غیرارادی طور پر پھڑ کنا، کھینچ کر نکالنا، بچے کو دودھ چھڑانا۔ (خلیج اور خلجان خلج سے مشتق ہیں)	دل کی بیماری جس سے دل معمول سے زیادہ دھڑکتا ہے
اِخلاص	خالص کرنا۔(خلوص، خُلاصہ، مخلص، تخلص، اخلاص، استخلاص ، خلاصہ، خالص اور متخلص خلص سے مشتق ہیں)	بےلوث پیار محبت، دوستی، میل ملاپ، ربط ضبط
اِدارہ	گھُمانا، چکر دینا۔ عربی میں مونث ہے لیکن اردو میں مذکر بولا جاتا ہے۔ (دار، دیار، دور، ادوار، دوران، دورہ، دائر، دائرہ، مدیر، ادارت، اداریہ، مداورت، دارہ، دوارہ، مدار، مدارت، مدارات، متدائر، دَیر، مدوّر، مدوّرہ، دُور(دار کی جمع) دَور سے مشتق ہیں)۔ان سب میں گھومنے گھمانے اور نظم ونسق چلانے کا مفہوم موجود ہے)	دفتر، محکمہ، مجلس، انجمن، تنظیم، شعبہ، سکول، کالج، یونی ورسٹی
ادنیٰ	انتہائی قریب (اس کی مونث دنیا ہے)	کم تر، کم رتبہ، گھٹیا، حقیر، کمینہ، کم ذات، فقیر، مفلس، معمولی
ارادہ	خواہش کرنا، راغب ہونا	قصد، عزم، مرضی، منصوبہ
اِرتسام	فرماں برداری کرنا، حکم بجالانا (رسوم، رسم، مرسم، ارتسام، رسمی، مرتسم اور مراسم رسم سے مشتق ہیں)	نقش ونگار بنانا، نقاشی کرنا، نشان لگانا
اِرتکاب	سوار ہونا۔ (راکب، رکاّب، مرَکب، مرتکب، ترکیب،	انجام دہی، کوئی کام کرنا، عمل میں لانا، اختیار کرنا، کوئی غلط یا ناجائز کام کرنا، گناہ

	مُرکّب، ترکّب، تراکب، رُکبہ، ارکب، مرکوب اور رکیب رکب سے مشتق ہیں)	کرنا، کسی فعل کا صدور
اِرشاد	ہدایت کرنا۔(رُشد، رشاد، رشید، مرشد، ارشد، راشد رشد سے مشتق ہیں۔)	حکم، فرمان، قول
اسباب	راستے، رسیاں (سبب کی جمع)	ضرورت کا سامان، اثاثہ، وسائل، ذرائع، وجوہات
اِستبداد	اپنے آپ کو ترجیح دینا، کسی معاملہ کا بے قابو ہو جانا۔(بداد، مبادّہ، بادّ، تبُّدد، مُستبِدّ بَدّ مشتق ہیں۔)	مطلق العنانی، ظلم و جور سے حکومت کرنا
اِستحصال	حاصل کرنا۔(حاصل، حصول، محصول، تحصیل، حوصلہ، اور محاصل حصل سے مشتق ہیں)	چھیننا، زبردستی حاصل کرنا، مجبوری سے فائدہ اُٹھانا، Exploitation
اِستدراج	آہستہ آہستہ اپنے قریب کرنا، ایک درجہ سے دوسرے درجے میں ترقی دینا، زمین پر ہل چلانا، فریب دینا (درج، درجہ، درجات، اندراج، مندرج، مندرجہ، دریج اور دراجہ درج سے مشتق ہیں۔)	خلافِ معمول کام کرنا، مافوق الفطرت
اِستعداد	تیار ہونا، تیاری کرنا، شمار کرنا۔ (عدد، اعداد، معدود، عدت، تعداد، تعدّد، متعدّد، مُعتَد، عددی، عُدّۃ اور عدید عدد سے مشتق ہیں)	فطری قابلیت، صلاحیت، لیاقت، مہارت، علمی مادہ، دماغی قوّت، ذہنی قوّت، ملکہ، گنجائش، وسعت ؎ کھا کے خُونِ دل کہی ناصرؔ غزل صرف کر دی جتنی استعداد تھی (۳)
اِستعفاء	معافی طلب کرنا۔(عفو، عافیت، معافی عفو سے مشتق ہیں)	نوکری چھوڑنے کی درخواست دینا، ترکِ ملازمت، ترکِ خدمت
اِستعمار	آباد کرنا۔(عمر، عمارت، تعمیر، معمرّ، عامر، عمّار، عمرہ، معتمر، عُمران، مِعمار، عمران، معمور، معمورہ، عمرو، عمیر، عُمّار اور مستعمر	کسی آزاد ملک پر قبضہ کر کے غلام بنا لینا، غاصبانہ تسلط، سامراج، Colonization

	عمر سے مشتق ہیں)	
اِستقلال	اس کا مادہ ''قلل'' ہے جس کا معنی ہے کمی اور قلّت ۔(قلّت، قلیل، اقلّ، قُلہّ، قِلال ،قلّہ اور مستقل قلل سے مشتق ہیں)	ثابت قدمی، پامردی، ڈٹے رہنا، قائم رہنا، ٹھہراؤ، قرار، اطمینان، قیام، مضبوطی، استحکام، مستقل مزاجی، سلطنت یا قوم کا خود مختار ہونا، آزادی
اُسوہ	کسی شخص کے نقشِ قدم پر چلنا	نمونہ، مثال، چال ڈھال، ڈھنگ
اِشتِباہ	کسی چیز کا دوسری چیز کے مشابہ ہونا۔ مشابہت رکھنا (شبہ، تشبیہ، مشبہ، مشابہت، شبیہ، شباہت شبہ سے مشتق ہیں۔)	شک، غلط فہمی، شُبہ، گمان
اُصول	اصل (جڑ) کی جمع	قاعدہ۔ ڈھنگ، طریقہ، دستور، طور
اصیل	عصر اور مغرب کے درمیان کا وقت	خالص نسل کا، شریف، نجیب، عالی خاندان کا
اِضطِراب	زخمی ہونا، تڑپنا، تھرکنا۔ آپس میں لڑنا۔ (ضرب، ضارِب، مضروب، مضاربت، ضریب، مَضرب، مِضراب، مُضارِب، مضطرب ضرب سے مشتق ہیں)	بے چینی، بے قراری، تشویش، رنج و ملال، بدحواسی، گھبراہٹ، بدنظمی، تردّد، تذبذب، بے تابی، بوکھلاہٹ
اِضطِرار	محتاج کرنا، مجبور کرنا۔ اس کا مادہ ضرر ہے۔ (ضرر، مضر، مضرت، ضِرار، ضرّار، ضارّ، ضرورت، ضریر اور انضرار ضرر سے مشق ہیں)	بے قراری، بے چینی، بے تابی، بے بسی، مجبوری کی حالت
اُفّ	کان اور ناخن کا میل، بدبُو، عفونت	کلمۂ نفرین، اظہارِ تاسُّف، اظہارِ ملامت
اقبال	آگے بڑھنا۔(مقبل ، قابل، قبول، استقبال، استقبالیہ، مستقبل، قبلہ، قبالہ، قبیل، قبیلہ قبل سے مشتق ہیں)	خوش بختی، خوش قسمتی، عروج، اقرار، اعتراف، تسلیم
اِلزام	لازم کرنا، لازم ٹھہرانا، واجب کرنا، ذمّے لگانا۔ (لازم، ملازم، ملازمت، ملزم، ملزوم، لازمہ، لوازمہ، لزوم، لزومت، تلازم،	بہتان، تہمت، اِتّہام، حرف گیری، کسی کو بدعنوانی سے مُتّہم کرنا، بدنامی، قصور، دوش۔ اردو زبان میں الزام سے کئی محاورے تشکیل پائے ہیں مثلاً الزام دینا، الزام لگانا، الزام تھوپنا،

	تلازمہ،استلزام اور مُستلزم لزوم سے مشتق ہیں)	الزام پانا، الزام آنا، الزام اٹھانا، الزام رکھنا، الزام عاید کرنا، الزام ملنا اور الزام کے ردّے رکھنا وغیرہ۔
اِنبِساط	پھیلنا، دراز ہونا، بے تکلف ہونا۔ (بسیط، بساط، باسط، مبسوط، بسط، بسطہ اور تبسّط **بسط** سے مشتق ہیں)	خوشی، شادمانی، کھِلنا، مسّرت، سُرور
اِنحِراف	اس کا مادہ ''حرف'' ہے جس کا معنی ہے کنارہ، دھار، پیشہ اختیار کرنا، پھِرنا، جھکنا (حرف، حریف، حرفت، حراف، حرافہ، حرفہ، منحرف، تحریف، مُحرِف اور اَحرف **حرف** سے مشتق ہیں)	انکار، مخالفت، روگردانی، تجاوز، خلاف ورزی، نافرمانی، حکم عدولی، بغاوت، برگشتگی، مُکر جانا، پھر جانا، خلاف ہو جانا۔
اِنحصار	گھِرنا، محصور ہونا، تنگی اور گھٹن محسوس کرنا۔ (منحصر، حصار، حصیر، حصر، محاصِر، محاصرہ، محصور اور حصور **حصر** سے مشتق ہیں)	دارومدار، بھروسا، آسرا، اعتبار، موقوف، مشروط
اِنحِطاط	اس کا مادہ ''حطّ'' ہے جس کا معنی ہے اُترنا، تیز دوڑنا، سستا ہونا۔ (محطّہ، حطوط، حطاطہ اور حطیط **حطّ** سے مشتق ہیں)	زوال، کمی، نقصان، بڑھاپا، نیچے آنا، تنزّل، مائل بہ غروب، کم ہونا، گھٹنا
اِنسِلاک	کسی چیز میں داخل ہونا (سلوک، سالک، مسلک اور منسلک **سلک** سے مشتق ہیں۔)	وابستہ ہونا
اِنصِراف	باز رہنا، چلے جانا، چھوڑ بیٹھنا (صارف، مصروف، صرَف، صِرف، صَرفہ، مَصرَف، مصارف، مُصرِف، مصاریف، مصرفیہ اور تصرّف **صرف** سے مشتق ہیں)	پھر آنا، لَوٹ آنا، مراجعت، رجوع، روانگی، رُوگردانی
اِنصِرام	ختم ہونا، ٹکڑے ٹکڑے ہونا۔	بندوبست، انتظام، اہتمام

اِنعِقاد	گرہ لگنا (عقیدہ، عقیدت، عاقد، تعقّد، اعتقاد، معتقد، عقدہ، عقد سے مشتق ہیں)	منعقد ہونا، اجتماع ہونا، طے پانا۔
انکسار	ٹکڑے ٹکڑے ہونا۔ شکست کھانا (کسر، کسور، کسرہ ،منکسر اور کسرت کسر سے مشتق ہیں)	عاجزی، فروتنی، خاکساری (اردو میں غلط العام کے طور پر اسے انکساری لکھا اور بولا جاتا ہے۔)
اوقات	وقت کی جمع۔ مثلاً جملہ بولا جاتا ہے ''انسان کو اوقات کی پابندی لازم ہے'' (وقت، اوقات، موقوت، مؤقّت اور میقات وقت سے مشتق ہیں)	حیثیت، استطاعت، بساط، حالت، گزران چشمِ تر رات مجھ کو یاد آئی اپنی اوقات مجھ کو یاد آئی (۴)
اِہتمام	پریشان ہونا، فکر کرنا، دکھ ہونا۔ (ہمّت، مہّم، اہم، مہتم، مہتمم، ہمام، مہموم ھمّ سے مشتق ہیں)	انتظام، بندوبست، دیکھ بھال
اہل	کنبہ، رشتہ دار	لائق، ہنرمند، قابل، صاحب، مالک۔
باعِث	اٹھانے والا، اللہ تعالیٰ کا صفاتی نام (بعث، مبعوث، بعوث، باعوث، بعیث، بعاث، تباعث اور بعثت بعث سے مشتق ہیں)	سبب، وجہ، علّت، مقصد، حقیقت، اصل، بنیاد ع گردشِ گردوں کا باعث اور کچھ کھلتا نہیں بھاگتا پھرتا ہے یہ تیری جفا کو دیکھ کر (۵)
بحث	تحقیق، تفتیش، سونے کی کان، مٹی کے نیچے کسی چیز کا تلاش کرنا۔ (بحوث، اَبحاث، باحِث، مبحوث، تبحّث، بحیث، مباحثہ، تباحث متباحث اور مبحث بحث سے مشتق ہیں)	تکرار، جھگڑا، نزاع، مکالمہ
بِساط	بچھونا، فرش، پھیلانا۔ (بسیط، مبسوط، باسط، بسط، بسطہ، انبساط اور تبسُّط بسط سے مشتق	استطاعت، حیثیت، حقیقت، سرمایہ، پونجی، شطرنج کھیلنے کا تختہ، حوصلہ، ہستی، قدرت، طاقت، وُسعت، مقدور

لفظ	عربی معنی	اردو معنی
	ہیں)	؎ کوہِ گراں اٹھائے ہیں الفت میں کاہ نے سچ ہے کہ کیا بساط بھلا کوہ کن کی ہے [۶]
بندر	بندرگاہ، سمندر کے کنارے پر واقع تجارتی شہر (یہ لفظ فارسی سے معرّب کیا گیا ہے)	انسانی شکل کے مشابہ جانور جو جنگلوں میں درختوں پر رہتا ہے۔ نقالی کے لئے مشہور ہے اور بلّی سے بڑا ہوتا ہے۔
بُنیان	عمارت۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْص [۷] (بِنا، مبنی، بانی اسی سے مشتق ہیں۔ اردو میں مستعمل ''بنانا'' اور ''بناوٹ'' بھی تصرّف کے بعد بناء مادہ سے مشتق ہیں)	قمیص یا کُرتے کے نیچے پہننے کا لباس، شلوکا، ایک چھوٹا سا لباس جو کرتے کے نیچے پہنا جاتا ہے تاکہ کُرتا پسینے سے خراب نہ ہو۔
بیعت	فروخت کرنا۔	دینی اور دنیاوی امور میں ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر عہدِ اطاعت کرنا
تالیف	جمع کرنا، دو چیزوں کو باہم ملانا، (مولّف، مولّفہ، الفت اور الیف الف سے مشتق ہیں)۔	مختلف کتابوں سے مضامین چن کر نئے پیرائے میں ترتیب دینا۔ دل جوئی، موانست، اُلفت
تجویز	جائز سمجھنا، جائز قرار دینا۔ (اجازت، مجوّزہ، جائز، جواز، مجاز، تجاوز اور جائزہ جوز سے مشتق ہیں)	مشورہ، رائے، تدبیر، راہ نکالنا، روا رکھنا، صلاح، انتظام، بندوبست، غور، فکر، سوچ بچار، منصوبہ، ڈھنگ، جتن، فیصلہ، وہ معاملہ جو کسی مجلس میں پیش کیا جائے تاکہ اس کی منظوری کے بعد اس پر عمل درآمد ہو۔
تبصرہ	ہدایت، معلومات	تنقیح، Review
تحریر	آزاد کرنا۔ (حریّت، محرر، حرّ، اَحرار، اِحرار، تحرُّر اور حرِیر حرّ سے مشتق ہیں)	لکھنا، لکھائی، دستاویز، نوشتہ، عبارت، رُقعہ، قلم بند کیا ہوا، وثیقہ، مضمون، خط، کتابت، رقم کرنا، خط کتابت، تصنیف و تالیف، لکھنے کا ڈھنگ

تحلیل	حلال ٹھہرانا۔ کسی جگہ اترنا۔ تجزیہ کرنا۔ (حلال، حلّت، حَلّ، حِلّ، محلّ، محلول، استحلال، انحلال، حلول، تحلیل، تحلّل، حلالہ، حلیل، احلال، محلّل اور محلّہ حلّ سے مشتق ہیں۔)	گھلاوٹ، گھل جانا، ہضم ہو جانا، ختم ہو جانا، دُبلا ہونا، گل سڑ جانا۔
تحمُّل	بوجھ اٹھانا۔ (حمل، حامل، محمول، حمّال، حمّالہ، تحمّل حملہ، حمائل، محمل اور حمالہ حمل سے مشتق ہیں)	صبر، بُردباری، حِلم، برداشت، نرمی
تحویل	ایک جگہ سے دوسری جگہ تبدیل کرنا، منتقل کرنا۔ (حال، احوال، حالت، حالات، محال، حول، استحال، حالی، حوالہ، تحوّل، استحالہ، محالہ، محاول، حیلہ اور حائل حول سے مشتق ہیں)	ودیعت۔ حوالگی، سپردگی، قبضہ، امانت
تخلُّص	نجات پانا، جدا ہونا۔ (خلوص، خلاص، اخلاص، خالص، مخلِص، تخلیص، استخلاص، متخلِص، خالصہ اور خلاصہ خلص سے مشتق ہیں۔)	شاعر کا وہ مختصر اور قلمی نام جو شعر میں استعمال کیا جاتا ہے۔
ترجمہ	سوانح عمری۔ (تراجم، مترجم اور ترجمان اسی سے مشتق ہیں۔)	انتقالِ مفہوم، بیان مضمون بزبانِ دیگر، ایک زبان سے دوسری زبان میں بیان کی ہوئی عبارت، گفتگو یا تقریر
تردید	لوٹانا	ردکرنا، بطلان
ترقّب	انتظار کرنا	اُمید، توقّع
ترکیب	ایک دوسرے کے ساتھ جوڑنا۔ (راکب، مرکب، ترکّب، رکاب، ارکب، تراکب، ارتکاب اور مرتکب رکب سے مشتق ہیں	چال، ہوشیاری، حکمت عملی، ٹرک (Trick)

تسامُح	نرمی برتنا (جمع تسامحات)	اِبہام، سہو، غلطی
تسلیم	سپرد کرنا، سلام کرنا، محفوظ کرنا	اِعتراف، اِقبال، اِقرار
تصفیہ	صاف ستھرا کرنا۔ (اس کا مادہ صفو ہے جس سے صفا، صفائی، صافی، صفو، صفوان، صفی، صفیّہ، صفایا، مصطفیٰ مشتق ہیں۔)	صلح کرنا، فیصلہ کرنا۔
تعلّق	لٹکانا، کپڑوں کا کانٹوں سے اُلجھنا (علاقہ، علائق، معلق، معلقہ، معلقات، تعلیق اور تعلیقہ علق سے مشتق ہیں۔)	مناسبت، لگاؤ، رشتہ داری، میلان، رجحان، محبت، سروکار، واسطہ، آشنائی، رابطہ
تفصیل	ٹکڑے ٹکڑے کرنا، ممیّز کرنا۔ (فصل، فصول، فصیل، فاصلہ، فاصِل، فواصِل، فیصلہ، فیصل، مفصّل، منفصل اور اِنفِصال فصل سے مشتق ہیں)	تشریح، وضاحت، صراحت، فہرست، بیان، تذکرہ
تقاضا	فیصلہ طلب کرنا۔	اِسرار، ضد، ضرورت، طلب، خواہش
تقریب	قریب کرنا۔ (قرب، تقرب، تقریباً، مقرب، قریب، اقرباء، قربانی اور قربان قرب سے مشتق ہیں)	کسی خوشی یا غم کے موقع کا اجتماع، پہنچ، رسائی
تقریر	برقرار رکھنا، ٹھہرانا۔ (اقرار، تقرّر، استقرار، مقرّر، مقرّرہ، مستقر، قرار قرّ سے مشتق ہیں)	بیان، وعظ، درس، خطبہ، گفتگو، تفصیل سے بیان کرنا، مباحثہ، ذکر، بات چیت، علمی و عقلی تکرار، تذکرہ، تقریری حدیث (حدیث کی ایک قسم) ان کی خاموشی میں تو عالم ہے اک تصویر کا اور جب کی بات لچھّا بندھ گیا تقریر کا (۸)
تقصیر	چھوٹا کرنا، کم کرنا۔	خطا، جُرم، گناہ
تکرار	دوبارہ کرنا، دوبارہ کہنا۔ (تکریر، کرّار، کُرہ، مکرّر، تکرّر کرّ سے مشتق ہیں)	جھگڑا، نزاع، بحث

تکلیف	دشوار کام کا حکم کرنا، اپنے آپ کو مشکل میں ڈالنا۔(تکالیف، تکلّف، متکلّف، کلفت اور مکلِّف کلف سے مشتق ہیں)	دکھ، رنج، درد، مصیبت، تنگی، ناداری، دِقّت
تماشا	باہم مل کر چلنا، ٹہل کر چلنا۔ (مویشی، ماشی، ماشیہ اور ممشیٰ (غلام گردش) مشٰی سے مشتق ہیں)	دید، نظارہ، دیکھنا، کرتب، شعبدہ بازی، ہنسی کھیل، بازیچہ، ہنگامہ، مجمع، ہجوم، بھیڑ، دل لگی، نمائش، مذاق...... تماشا سے کئی محاورے بھی تشکیل پائے ہیں مثلاً تماشا دکھانا، تماشا دیکھنا، تماشا بنانا، تماشا بن جانا اور تماشا کرنا۔ ؎ تھی خبر گرم کہ غالبؔ کے اڑیں گے پُرزے دیکھنے ہم بھی گئے تھے پہ تماشا نہ ہوا(۹)
تمحیص	گھٹانا، آزمانا	بحث، تکرار، مناظرہ
تمہید	بستر بچھانا، درست کرنا، ہموار کرنا۔ (مھد (گہوارہ) اور مھاد (بستر) مھد سے مشتق ہیں)	کسی بات کی ابتداء، تقریب کا آغاز، آغاز، ابتدا، پیش لفظ، کسی مضمون کی اٹھان، دیباچہ، عنوان، مقدمہ۔ ؎ خموشی شرم کی ہے اس کو کچھ کہنا نہیں آتا وکالت کی نگاہِ شوق نے تمہید اٹھائی ہے (۱۰)
تنقیح	معنی کے ساتھ الفاظ کا اختصار کرنا	تحقیق، تفتیش، تطہیر، تصفیہ
تہلکہ	ہلاکت	کھلبلی، کہرام، شوروغل
ثابت	ٹھہرنے والا، ایک جگہ پر قائم رہنے والا (ثبت، مُثبت، ثبوت، ثبات، اثبات، ثوابت، تثبیت ثبت سے مشتق ہیں)	سالم، صحیح سلامت، جس کا کوئی جزو الگ نہ ہو، سارا، پورا، مصدّقہ، پایۂ ثبوت کو پہنچا ہوا، برقرار، مستقل، مضبوط، پائے دار، مانا ہوا، یقینی، درست
ثقافت	نیزے کی کجی کو درست کرنا	تہذیب وتمدن، کلچر
جذبہ	دور کی مسافت کہا جاتا ہے بينه و بين المنزل جذبة (اس کے اور منزل کے درمیان مسافتِ	دلی جوش، ولولہ، شوق

	بعیدہ ہے)[11]	
جراب	تلوار کا میان۔غلاف (تجریب، تجربہ، جریب ، مجرّب اور تجربات اسی سے مشتق ہیں)	کپڑے کا بنا ہوا موزہ
جِلد	کھال	کتاب کی جُز بندی اور سلائی، Binding
جلسہ	بیٹھنے کی جگہ، بیٹھنے کا وقت	اجلاس، محفل، کھیل، انجمن، مجمع، جمگھٹا، محفلِ رقص وسرود، ملاقات، بزم، پنچائت، ضیافت، دعوت
جلوس	بیٹھنا	بہت سے لوگوں کا کسی خاص موقع پر اکٹھے ہو کر بازاروں سے گزرنا، بادشاہوں یا امیروں کی سواری نکلنا، تخت نشینی، ساز و سامان، کرّ و فر، تزک و اِحتِشام، مجمع، کارواں
جناب	صحن، گوشہ، کنارہ، جانب، دہلیز۔ (جنوب، جانب، جنبہ، جوانب، اجتناب، مجتنب، جنابت، جُنبی، اَجنب، اجنبی، تجنُّب جنب سے مشتق ہیں)	کلمۂ خطاب، بطور تعظیم و القاب، حضرت، قبلہ، حضور، آستانہ، بارگاہ، چوکھٹ، جائے پناہ، صاحب، درگاہ، دربار، خود بدولت، خداوند
جہاز	زادِ راہ، ضروری سامان(بحوالہ سورۃ یوسف آیت ۷۰)	ہوائی جہاز (Aeroplane) بحری جہاز (Ship)
حاصِل	ملنے والی چیز، حاصل ہونے والا۔ یہ اسم فاعل ہے۔ (حصول، محصول، تحصیل، استحصال، حصیل، حوصلہ اور حصائل حصل سے مشتق ہیں)	منافع، نتیجہ، پیداوار، نقدی، کسی چیز کا بقیہ، مطلب، خلاصہ، پھل، بکری، آمدنی۔
حاضِر	پیش ہونے والا۔ یہ اسم فاعل ہے۔ (حضرت، حضور، حضارت، محضر، محاضر، محاضرہ، محضور، احتضار، تحضُّر، حضیرہ	آمادہ، تیار، جو سامنے ہو، مستعد، دست یاب، مہیا، میّسر، فراہم

	حضر سے مشتق ہیں)	
حافِظہ	حفاظت کرنے والی، زبانی یاد کرنے والی یہ اسم فاعل ہے اور حافظ کا صیغۂ مونث ہے۔ عربی میں مونث ہے جبکہ اردو میں مذکر بولا جاتا ہے۔ (حافظ، حفاظ، محفوظ، تحفّظ، حفاظت، حفظان، حِفظ، حفیظ اور محافظت حفظ سے مشتق ہیں)	قوّتِ یادداشت، نسیان کی ضد، وہ قوت جو حواسِ ظاہری و باطنی کے افعال کو دماغ میں محفوظ رکھتی ہے، ذہن، فہم، عقل، سمجھ، خیال۔ ؎ شعر کیا یاد رہیں پیری میں حافظہ کام نہیں دیتا ہے [۱۲]
حائل	رنگ بدلا ہوا، یک سالہ، ہر وہ مادہ جو حاملہ نہ ہوتی ہو۔ (حال، احوال، حالت، حالات، محال، حول، استحال، حالی، حوالہ، تحوّل، استحالہ، محالہ، محاول، حیلہ اور حائل حول سے مشتق ہیں)	مزاحم، مانع، حارج، رخنہ انداز، سدّ راہ، معترض
حرام	جس کی حُرمت قائم کردی گئی ہو۔ (حرم، محترم، احترام، حریم، حرمت، محارم، تحریم، مُحرّم، حَرمان، حِرمان، محروم، اِحرام اور حریمہ حرم سے مشتق ہیں)	اردو میں اس معنی کے علاوہ مندرجہ ذیل معانی میں استعمال ہوتا ہے۔ نامناسب، ناشائستہ، شرعی طور پر ناجائز، بُرے کام جو اسلام میں منع ہیں، حلال کی ضد، غیر مباح، ناروا، ناپاک، پلید، نجس، بدکاری، رشوت، ممنوع، گناہ۔
حربہ	ہتھیار، نیزے کی ایک قسم	ٹرک (Trick)، چالاکی
حریف	ہم پیشہ (حرف، حروف، انحراف، حرفت، حراف، حرافہ، حرفہ، منحرف، تحریف، محرِّف اور احرف حرف سے مشتق ہیں)	مقابل، دشمن، رقیب، مدّ مقابل، بدخواہ، چالاک، مقابلہ کرنے والا
حسب	کافی ہونا فَاِنْ تَوَلَّوا فَقُلْ حَسْبِیَ اللّٰہُ (اگر وہ روگردانی کریں تو فرمادیں کہ	مطابق، بموجب، موافق

	میرے لئے اللہ ہی کافی ہے)[۱۳]	
حضرت	موجودگی	اس کا اطلاق ہر ایسے بڑے آدمی پر ہوتا ہے جس کے پاس لوگ حاضر ہوتے ہوں۔
حظّ	حصّہ۔نصیب	لُطف،مزہ،لذّت،سرُور، راحت، آسودگی
حِلّت	مجلس،اُترنے کی جگہ،جمع ہونے کی جگہ، (حلال،حلّ،محلول،محلّ،استحلال،احلال، محلّل،محلّہ،انحلال،حلول،حِلّ،تحلیل، تحلّل حلالہ اور حلیل حلّ سے مشتق ہیں)	اباحت، جواز، روا، حرمت کی ضدّ
حُلیہ	(اصل میں حِلیہ) عربی میں بکسرِ اوّل اور اردو میں بضّمِ اوّل مستعمل ہے۔ عربی میں حُلیہ اور حِلیہ دو مختلف لفظ ہیں۔ حُلیہ کا معنیٰ میٹھا اور خوب صورت ہے جیسے عربی میں کہتے ہیں ناقۃ حُلیہ (خوب صورت اونٹنی) اور حِلیہ کے دو معانی ہیں پہلا معنی زیور ہے اور دوسرا حِلیۃ الاِنسان یعنی انسان سے جو رنگ اور ہیئت دکھلائی دے۔ اس اعتبار سے اردو میں حُلیہ غلط العوام ہے جب کہ اس کا درست تلفظ حِلیہ ہے[۱۴]	کسی شخص کا سراپا، صورت، رنگ وروپ، قد، چہرہ مہرہ، شکل وصورت، خدوخال
حملہ	اس کا مادہ ''حمل'' ہے جس کا معنی بوجھ اٹھانا ہے۔(حمل، حامل، حاملہ، محمول، حمّال، حمّالہ، تحمّل، حملہ، حمائل، محمل اور حِمالہ حمل سے مشتق ہیں)	چڑھائی، دھاوا، وار، ضرب، یُورش، ہلّا، حربہ، چوٹ
حوالہ	بہانہ سے طلب کرنا، سپردگی، تحویل	سراغ، کھوج، پتا،نشان،Reference
حوصلہ	پرندے کا پوٹا	ظرف، جرأت، دلیری، ہمت، بردباری، استطاعت، مقدور، جسارت
خَاتمہ	ختم کرنے والی۔	انجام،اختتام،نتیجہ،کسی کتاب کا آخری حِصہ،

	اسم فاعل خاتم کا صیغۂ مونث ہے لیکن اردو میں مذکرّ بولا جاتا ہے۔(ختم، خاتم، مختوم، خاتَم، ختمہ، اختتام، ختام، مختتم، اختتامیہ اور ختمی ختم سے مشتق ہیں)	وہ عبارت جو کتاب ختم ہونے کے بعد لکھی جائے۔ تتمہّ، عاقبت، اخیر، موت، رحلت، انتقال۔ ؎ ذوقؔ عاصی ہے تو اس کا خاتمہ کیجو بخیر یا الٰہی اپنے ختمِ مرسلین کے واسطے [۱۵]
خارِج	باہر نکلنے والا۔ یہ اسم فاعل ہے۔	الگ، باہر، علاحدہ، نکلا ہوا جیسے خارج از بحث، خارج از امکان، خارج از عقل اور خارج از قسمت
خارِجہ	نکلنے والی۔(اسم فاعل خارِج کا صیغۂ مونث) (خارج، مخروج، مخرج، خراج، تخریج، تخرّج، خریج، خروج، استخراج، اخراج، خوارج، خارجی اور خرج جو اردو میں تصرّف کے بعد خرچ بنا ہے، خرج سے ہی مشتق ہے)	بیرونی، غیر ملکی امور سے متعلق، خارج شدہ۔
خاطِر	دل میں گزرنے والا خیال (خطیر، خطرہ، تخاطر، مخاطِر، خطر، مخاطرہ، مخطور اور مخطورات خطر سے مشتق ہیں)	لحاظ، مروّت، خوشی، کے لیے، دھیان، خیال، تواضع، مدارات، آؤ بھگت، ذہن، حافظہ، دل، طرف داری، واسطے، سوچ، بچار، تفکرّ، تصوّر، طبیعت، مزاج، پاس داری، قصد، ارادہ ؎ نیک ہوتی میری حالت تو نہ دیتا تکلیف جمع ہوتی میری خاطر تو نہ کرتا تعجیل [۱۶]
خالِصہ	بے کھوٹ، خالِص۔ اسم فاعل خالِص کا صیغۂ مونث (خالِص، خلوص، خلاصہ، اخلاص، خلاص، مخلِص، تخلیص، استخلاص، تخلّص، متخلّص، خلاصہ اور خلاصی خلص سے مشتق ہیں)	سرکاری زمین جس میں کسی اور کا حق نہ ہو۔ سکھ سردار، سکھوں کی فوج، سکھوں کی انجمن
خام	بدبودار، بگڑا ہوا	ہر وہ شے جسے ابھی انسانی صنعت گری نے چھوا نہ ہو۔
خدشہ	خراش۔(مخدوش، خدوش، خدش اور مخادش خدش سے مشتق ہیں)	شک وشبہ، ڈر، فکر، اندیشہ، خطرہ، گمان، ظن

خَصم	دشمن، مخالف، بَیری (خصومت، مخاصمت، خصیم، متخاصم، اختِصام، خصوم اور خصومات خصم سے مشتق ہیں)	اپنے اصل معانی کے علاوہ اردو میں مندرجہ ذیل معانی میں استعمال ہوتا ہے۔ مالک، آقا، خاوند، شوہر، فریق۔ اس کے علاوہ اردو زبان وادب میں خصم سے تشکیل پانے والے کئی محاورے مستعمل ہیں مثلاً خصموں جلی، خصم مار کرستی ہوئی، خصم کرنا، خصم پیٹی، خصم روئی، خصم موئی، خصم کا کھائیں بھائی کا گائیں وغیرہ
خطہ	خط کشیدہ	قطعہ، سرزمین، مُلک، حصہ
خطیر	عالی مرتبہ، بڑا۔ (خاطر، خطرہ، مخاطر، تخاطر، مخاطرہ، مخطور، خطر اور مخطورات خطر سے مشتق ہیں)	بڑا، بہت، کثیر، لاتعداد، امیر، صاحبِ منزلت، بلند مرتبہ۔
خفّت	ہلکا پن	شرم ساری، ندامت، خجالت۔
خفیف	ہلکا، کم وزن والا۔ (خفّت، خفاف، تخفّف، مخفف اور استخفاف خفّ سے مشتق ہیں)	شرمندہ، رُسوا، ذلیل، کم ظرف بے وقار، بے قدر، کمینہ
خلجان	آنکھ کا پھڑکنا (خلیج اور اختلاج خلج سے مشتق ہیں)	کھٹک، اندیشہ، تذبذب، خلش، فکر، تردّد، بے چینی، گھبراہٹ، تشویش، چُبھن
خلل	دراڑ، شگاف۔ (خلا، خالی، خلال، خلوت، تخلیہ اور خلیہ خلا سے مشتق ہیں)	فتور، ضرر، نقصان، بگاڑ۔
داخِلہ	داخل ہونے والی عورت یا چیز۔ یہ اسم فاعل داخِل کا صیغہ مونث ہے۔ (دخل، داخل، دخیل، ادخال، مداخلت، تداخل، مدخول، مدخولہ، مداخل، دخول دخل سے مشتق ہیں)	شمولیت، شرکت، کسی ادارے میں رجسٹریشن ہونا، داخل ہونا، سپردگی، حوالگی، تفویض، روپے کی رسید، مال گزاری کی رسید، محصول یا چونگی کی رسید، دخل، گزر، باریابی، رسائی، پہنچ، داخل کرنے کی فیس، اجرت، اندرونی، خارجہ کی ضد، محکمہ کا نام جیسے محکمہ داخلہ اور محکمہ خارجہ: قابلِ دید تماشا حَشم وجاہ کا ہے داخلہ تخت گہِ دل میں شہنشاہ کا ہے [۱۷]

داعِیہ	دعوت دینے والی۔ بلانے والی، دعا کرنے والی۔اسم فاعل داعی کا صیغۂ مونث ہے۔ (ادعیہ، دعا، دعوت، دعویٰ، ادعا، مدعو، استدعا، داعی، مدّعا دعی سے مشتق ہیں)	خواہش، سبب، مرضی
دائر	چکر لگانے والا، گردش کرنے والا، گھومنے والا (دار، دیار، دور، ادوار، دوران، دورہ، ادارہ، دائر، دائرہ، مدیر، ادارت، اداریہ، مداورت، دارہ، دوارہ، مدار، مدارت، مدارات، دَیر، مدوّر، مدوّرہ اور دور دَور سے مشتق ہیں)	متحرک، دورہ کرنے والا، محیط، محدود، محصور، زیرِ تجویز، درپیش، چلنے والا، پھرنے والا، اسی سے دائر کرنا یعنی چلانا، سلسلہ شروع کرنا۔
دائرہ	گھومنے والی، گردش کرنے والی، چکر کاٹنے والی۔ اسم فاعل دائر کا صیغۂ مونث ہے لیکن اردو میں مذکر بولا جاتا ہے۔	گول شکل جس کے گھیرے پر ہر نقطہ مرکز سے برابر فاصلے پر ہوتا ہے، خطِ گرد، گردشِ زمانہ، حلقہ، کنڈل، دَور، محیط، حدود، احاطہ، میدان، چکّر، منڈلی، مجلس، ڈیرہ، محلّہ، ٹولہ، ڈفلی (ایک باجے کا نام)، حروف کی گولائی جیسے ع ح س وغیرہ کا دائرہ۔ ؎ لوگوں سے بھرا وہ دائرہ تھا پُرصوت و صدا وہ دائرہ تھا(۱۸)
دفعہ	ہٹانا، دُور کرنا (دفع، مدافعت، دافع، دفِع، دفعیہّ، مدفع، دفاع، دُفعہ، دفعتہً، تدافع، استدفاع اور اندفاع دفع سے مشتق ہیں)	باری، نوبت، قانون کی شق، ضابطہ، مجموعہ، جماعت، زُمرہ، قانون کا فقرہ، نمبر، ایک بار، بار، نمبر مضمون، درجہ۔
دلالت	دلیل، حجّت، سند قائم کرنا۔ (دلیل، دلائل، مدلّل، دِلال۔ دلّہ، استدلال اور دلاّل دلّ سے مشتق ہیں)۔	اشارہ، نشان دہی، اطلاق، ثبوت، سراغ، پتا، راہ نمائی، دبدبہ، رعب، شان، عظمت، شوکت جیسے اس کے چہرے پر دلالت نہیں برستی۔ کسی چیز کا اس حیثیت پر ہونا کہ اس کی واقفیت سے دوسری اور چیز کی واقفیت حاصل ہو۔
دوران	گھومنا	زمانہ، وقت

ذائقہ	چکھنے والی۔ اسم فاعل ذائق کا صیغۂ مونث لیکن اردو میں مذکر بولا جاتا ہے۔قرآن میں ہے، كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ المَوْتِ [19] (ذوق، اذواق، مذاق، تذوّق اور مذاقیہ ذوق سے مشتق ہیں)	مزہ، لذّت، سواد، لطف، چسکا، خوش مزہ ذائقہ چکھیں گے اک مدّت سے اپنا دانت ہے ہم دہانِ زخم سے کھائیں گے پھل تلوار کا [20]
ذیل	دُم، کسی چیز کا آخری حصّہ	تحت، زیریں، نچلا، زُمرہ، گروہ، جماعت
رسم	گھر کے مٹے ہوئے نشانات، مٹی میں دبا ہوا کنواں، نقشہ، تصویر، خاکہ، ڈرائنگ (رسوم، رسم، مِرسم، ارتسام، رسمی، مرتسم اور مراسم رسم سے مشتق ہیں)	چلن، روش، انداز، طرز، رواج، دستور، طورطریقہ، روایت، ریت، قاعدہ، ڈھنگ، قانون
رسمی	رسم سے اسم نسبت	معمولی، عام، روایتی، رائج، مروج، متوسط، رواجی، درمیانی
رسوخ	مضبوطی	اثر، Influence
رشحات	پانی کا ٹپکنا (رشحہ، مترشح، اِرتشاح، راشح، ترشّح اور اِسترشاح رشح سے مشتق ہیں)	قطرہ، پسینہ، رس۔ اردو میں رشحاتِ قلم کی ترکیب مستعمل ہے یعنی تحریر، مضمون، جو کچھ قلم سے لکھا جائے (لکھنے میں سیاہی کا عمل پانی کے ٹپکنے سے مشابہ ہوتا ہے)
رعونت	بے وقوفی، حماقت، کم عقلی	غرور، سرکشی، گھمنڈ، تکبّر، شیخی
رقبہ	گردن، بچاؤ، نگہبانی (رقیب، رقابت، تراقب، راقِب، مراقبہ اور مِرقب (دُوربین) رقب سے مشتق ہیں)	احاطہ، گِھری ہوئی زمین، پیمائش کردہ زمین، گاؤں سے متعلق زمین، ریاضی کا قاعدہ یعنی طول وعرض کو ضرب دینے کا حاصل۔
رُقعہ	کپڑے کا پیوند (مرقع، ترقیع، رقیع، ترقّع اور مُرتقع رقع سے مشتق ہیں)	چٹھی، خط، پرچہ، پُرزہ، وہ کاغذ جو پیامِ نسبت کے واسطے حسب نسب لکھ کر لڑکی کے گھر بھیجتے ہیں۔محاورے رقعہ آنا اور رقعہ لکھوانا اسی سے تشکیل پاتے ہیں۔

رقیب	محافظ،نگہبان۔ (رقبہ،رقابت،تراقب،راقب،مراقبہ اور مرقب رقب سے مشتق ہیں)	حریف،مقابل،دشمن، ہم چشم، ہم سر
رکن	زور،قوت،طاقت،بھروسا،اعتماد	ستون،پایہ،جماعت کا ممبر
زحمت	بھیڑ (Rush)	مصیبت، تکلیف، رنج، دکھ
سبابہ	وہ اُنگلی جس سے اشارہ کرکے گالی دی جاتی ہے اور لڑائی کی جاتی ہے۔اس کا مادہ سَبَّ یَسُبُّ (گالی دینا) ہے۔لڑائی کرتے وقت عام طور پر اسی انگلی سے اشارہ اور گالی گلوچ کیا جاتا ہے۔	انگشتِ شہادت
سبب	رسّی، راستہ،ذریعہ (سبّ ،سباب ، اسباب،سبیب ،سبابہ، سبیبہ اور مسبّب سبّ سے مشق ہیں)	وجہ، باعث، موجب، علت، غایت، وسیلہ، واسطہ
سبق	مقابلہ کرنا،آگے بڑھنا	درس،Lesson
ستارہ	پردہ،وہ کپڑا جواشیاء کوڈھانپ لے(اس کا مادہ ستر ہے جس سے ستار،مستور،ستر، سُترہ مشتق ہیں)	تارا، نجم، کوکب، Star
سجادہ	جائے سجدہ۔ بہت زیادہ سجدے کرنے والی،سجّاد کا صیغۂ مونث (سجدہ، سجود، ساجد،ساجدہ، مسجود، سجّاد، مسجد اور اسجد سجد سے مشتق ہیں)	پیر یا بزرگ کی گدّی، بزرگانِ دین کی مسند، پیشانی پر سجدے کا نشان، آسن، غالیچہ،سجادگی سجادہ نشینی، سجادہ آرائی، سجادہ بافی، سجادہ جمانا، سجادہ فروشی اسی سے اردو میں مستعمل ہیں۔
سُلُوک	راستہ پر چلنا۔رفتار (سالک (اسم فاعل)،مسلک (اسم ظرف)، منسلک،انسلاک سلک سے مشتق ہیں)	اچھا برتاؤ کرنا،اصطلاحِ تصوّف،منازلِ تصوّف طے کرنا،حق تعالیٰ کا قرب چاہنا، تلاشِ حق، عمل،رویّہ، بھلائی،نیکی،خیرخواہی،خبرگیری، برتاؤ، طریقہ،ملاپ و پیار،دوستی،محبت،صلح، آشتی

سلیقہ	طبیعت (Instinct)	قرینہ، اسلوب، طریقہ، تہذیب، شائستگی، شعور، ہنر، فن
شوکت	کانٹا۔ بچھو کا ڈنک (شوکۃ العقرب) سرخ رنگ کی پھنسی، تیز ہتھیار، تکلیف، کھردراپن	شان وشوکت، دبدبہ، رعب، قوّت، زور، بل، مرتبہ، شکوہ، جاہ وجلال، شدّت، ہیبت، صولت، حشمت، کرّ وفر۔
صدقے	صدقہ کی مؤرّد جمع۔ اصل میں صدقہ کی جمع صدقات ہے۔ (صادق، صدیق، تصدّق، تصدیق، صدق، مصدوق، صداقت، مصداق، مصدق، صدق اور صدقت صدق سے مشتق ہیں)	بدولت، بتوسط، بوسیلہ، واری، قربان
صدمہ	دھکاّ، ٹکر، ہٹانا، پچھاڑنا، (صدام، صدیم، تصادم اور متصادم صدم سے مشتق ہیں)	ٹھیس، غم، مصیبت، دھچکا، تکلیف، چوٹ
صفایا	صفی اور صفیہ کی جمع۔ جیسے ہدیہ کی ہدایا، وصیت کی وصایا	ختم کرنا، فنا کرنا، قتل کرنا۔
صفحہ	جانب، چہرہ	ورق، سطح، وسعت
صلاح	نیکی، بھلائی (صلح، مصالحت، اصلاح، صالح، مصلح اور استصلاح صلح سے مشتق ہیں۔)	مشورہ، رائے، تدبیر، تجویز، ارادہ، منشاء
صلاحِیت ی شد کے بغیر	وہ حالت جس سے کوئی چیز یا معاملہ درست ہو۔	قابلیت، لیاقت، سمجھ، رسائی۔
صِلہ	جوڑنا، احسان کرنا، صلہ رحمی کرنا (وصل، وصال، وصول، موصول، واصل، موصل، مواصلت، مواصل، مواصلات، اِتصال اور متّصل وصل سے مشتق ہیں)	اردو زبان وادب میں جوڑنا اور احسان کرنا کے علاوہ اس کے کئی معانی ہیں مثلاً انعام، عطا، بخشش، تحفہ، ہدیہ، بدلہ، اجر، جزائے نیک، عوض، پاداش اور حقِ محنت وغیرہ

صنف	قسم، کپڑے کا کنارہ (مصنّف، تصنیف، تصانیف، تصنیفات اوراصناف صنف سے مشتق ہیں۔)	نوع، جنس، قسم، گونہ
صورت	تصویر، شکل، چہرہ	حالت، کیفیت، طرح، طور، طریق، ڈھنگ، تدبیر، تجویز، مانند، مثل، موقع، محل
ضابطہ	مضبوط پکڑنے والی، حفاظت میں رکھنے والی، قوی، ضبط سے کام لینے والی، متحمّل، بردبار، مستقل مزاج۔اسم فاعل ضابط کا صیغۂ مونث ہے جو اردو میں مذکر بولا جاتا ہے۔ (ضبط، انضباط، منضبط، مضبوط اور ضابط ضبط سے مشتق ہیں)	اُصول، قاعدہ، دستور، آئین، قانون، دستورالعمل، انتظام، بندوبست، ربط وضبط، کام کرنے کا طریقہ
ضد	خلاف	اصرار، ہٹ
ضرورت	نقصان، مجبوری، (اس کا مادہ ضر یعنی نقصان ہے۔)	طلب، خواہش، حاجت، مانگ Demand
ضروری	جس پر انسان کو مجبور کیا جائے، وہ معاملہ جس میں انسان کا اختیار سلب کر لیا جائے۔	واجب، لازمی، ناگزیر، تاکیدی، اہم
ضِلع	پسلی جمع اضلاع۔ پسلیاں	لکیر، خط، حد، جزو، حِصہ، بازو، حاکم ضلع (ڈپٹی کمشنر) کا صدر مقام، صوبے کا وہ حِصہّ جو ڈپٹی کمشنر کے ماتحت ہو۔ رعایتِ لفظی، ذومعنی بات۔
طاق	محراب، طاقچہ (اس کا مادہ طوق ہے جس سے طاقت اور طوق مشتق ہیں۔	یکتا، لاثانی، ماہر، وہ عدد جو جفت نہ ہو
طالع	طلوع ہونے والا۔ یہ اسم فاعل ہے۔ (طلوع، مطلع، اطلاع، مطالعہ، طلیع، طلیعہ، طلعہ (منظر)اور مطّلع طلع سے مشتق ہیں)	قسمت، نصیب، بخت، بھاگ

طرح	پھینکنا، ڈالنا	انداز، ڈھنگ، ادا، طرز، بنیاد، مانند۔ وہ مصرعے جو مشاعرے میں غزل کہنے کے لئے بحر، ردیف اور قافیہ بنانے کی خاطر مقرر کرتے ہیں۔ طرح دینا محاورہ بھی ہے یعنی دھوکا دینا
طرف	آنکھ کا کونہ	جانب، سمت، رخ، پہلو، جہت
طُرّہ	پیشانی، نہر کا کنارہ، کپڑے کے نقش ونگار	زُلف، کاکل، پرچم، شملہ، کلغی، منڈیر، چھجا
طعنہ	نیزے کی ضرب۔ (طعن، طاعون، مطعن، مطعون اور طعین طعن سے مشتق ہیں)	طنز و تشنیع، آوازہ، عیب جوئی، ملامت، حرف گیری
طفیل	طفل (بچہ) کا اسمِ تصغیر	وسیلہ، سبب، ذریعہ، واسطہ
طنطنہ	گھنٹی کی آواز، طشت کے بجنے کی آواز، طنبور، بربط، نقارہ اور دمامہ کی آواز	رُعب، دبدبہ، کرّوفر، شان و شوکت، بدمزاجی، غرور، گھمنڈ، شور، غلغلہ، دھوم دھام، تحکّم، تمکنت، آن بان
طویلہ	لمبی عورت یا کوئی چیز۔ اسم فاعل طویل کا صیغۂ مونث ہے۔	گھوڑوں کا اصطبل
طینت	گارا، مٹی	سرشت، طبیعت، فطرت، خصلت، جبلت، عادت، خُو
عاجزی	اسم فاعل عاجز سے اسم نسبت۔ (اعجاز، معجزہ، عجز، عجوز، تعجّز، عاجز، معجز، معجوز، عجیزہ اور معجاز عجز سے مشتق ہیں) عاجزی اُردو میں عجز کے معنوں میں غلط العام کے طور پر مستعمل ہے۔	عجز، انکسار، منّت، سماجت، فروتنی، تواضع،
عارِض	پیش کرنے والا۔ یہ اسم فاعل ہے (عَرض، عوارض، معروض، معروضی، معروضات، عریضہ، اِعراض، اعتِراض، معترض، تعریض، عُروض، تعرّض، عَرضی، عریض، عارِضہ، تعارُض، معارضہ، متعارِض اور عِرض (آبرو) عرض سے مشتق ہیں)	رخسار، گال، رُخ ؎ کہتے ہیں جس کو مردمک چشم آفتاب مجھ کو گماں ہے وہ تیرے عارض کا تل نہ ہو [۲۱]

عارِضہ	پیش کرنے والی، درخواست دینے والی۔ اسم فاعل عارِض کا صیغۂ مونث ہے جو اردو میں مذکر بولا جاتا ہے۔	بیماری، مرض، دکھ، روگ، تکلیف
عارِضی	اسم فاعل عارِض سے اسم نسبت	وقتی، اتفاقیہ، چندروزہ، نفلی، تھوڑی مدت کے لئے، وہ شے جو مستقل نہ ہو، ہنگامی، مستعار، اصلی کے برعکس ؎ یہی مضمونِ خط ہے احسن اللہ کہ حُسنِ خوب رُو یاں عارِضی ہے [۲۲]
عائِد	لوٹنے والا، واپس آنے والا۔ عَادَ یَعُو دُ سے اسم فاعل ہے۔ (عادت، عید، معید، اعادہ، عود اور عیادت عود سے مشتق ہیں)	عائد کرنا یعنی سپرد کرنا، سونپنا، ذمّے کرنا، اطلاق ہونا،
عدالت	گواہی کے قابل ہونا، عادل ہونا، انصاف کرنا۔(عدل، تعدیل، معدول، معدولہ، عدیل، عادل اور عدلیہ عدل سے مشتق ہیں)	کچہری، کورٹ، عدل گاہ، دارالعدل
عرصہ	گھر کا صحن۔	زمانہ، وقت، اثنا، قیامت
عرض	سامان، متاع، گزارش، التجاء	چوڑائی، پاٹ
عروج	سیڑھی پر چڑھنا	ترقی، بالیدگی، اوج، بلندی، چوٹی
عرِیضہ	کیفیّت کا پیش کرنا۔ عریض کا صیغۂ مونث ہے جو اردو میں مذکر بولا جاتا ہے۔	درخواست، عرضی، وہ خط جو چھوٹے کی طرف سے بڑے کو اور عاشق کی طرف سے معشوق کو لکھا جائے۔ اس کی جمع عرائض ہے۔ ؎ نوشتہ ہے منؔیر بے نوا کا شہنشہ کو عریضہ ہے گدا کا [۲۳]

لفظ	معنی	معنی
عزیز	طاقت ور، غالب، زبردست ارشاد باری تعالیٰ ہے: اِنَّکَ اَنْتَ العَزِیزُ الحَکِیم (۲۴)	پیارا، محبوب، رشتہ دار، قرابت رکھنے والا، کمیاب، نایاب، یار، دوست، قابلِ عزّت، دل پسند، لائق، عُمدہ، مرغُوب، لاڈلا، دُلارا، بیش بہا۔ ؎ کوئی جان ایسی نہیں جس کو نہ ہو جسم عزیز تجھ کو یہ کس لئے نفرت ہے مری جاں مجھ سے (۲۵)
عِشوہ	آگ کا شعلہ جورات کو دور سے دکھائی دے	ناز و انداز، غمزہ، کرشمہ
عِلاقہ	تعلق، لگاؤ، سروکار (علائق، معلّق، معلقہ، معلقات، تعلق، تعلیق، تعلیقہ، متعلق، متعلقہ علق سے مشتق ہیں)	اردو زبان و ادب میں تعلق اور سروکار کے علاوہ مندرجہ ذیل معانی بھی مستعمل ہیں۔ مخصوص حصّہ زمین، ملکیت، قبضہ، ضلع، صوبہ، پرگنہ، احاطہ، نوکری، ملازمت، زمین داری، قلم رَو، عمل داری، حد۔
عمد	چھت میں ستون لگانا، مرمت کرنا، مضبوط کرنا، انحصار کرنا۔ (عمید، عمائد، عمائدین، اَعماد، عُمداء، عماد، عمود، عمودی، عامد، معمود، معمودیہ، عُمد، عُمدہ، اعتماد، معتمد، تعمّد، عُمید اور تعمید عمد سے مشتق ہیں۔)	ارداہ، قصد، عزم، نیّت ؎ میر عمداً بھی کوئی مرتا ہے جان ہے تو جہان ہے پیارے (۲۶)
عورت	شرم گاہ، خلل، عیب	خاتون
عیش	طرزِ زندگی	آرام، آسائش
غارت	حملہ Attack	لوٹ کھسوٹ، تباہی، بربادی، ویرانی، خرابی
غایت	مدّت، نتیجہ، جھنڈا	غرض، مطلب، آخر، انجام، بے شمار، بے حد، بے حساب، وجہ، سبب۔ ؎ جور وستم کی ان کے جو غایت نہیں رہی یاں بھی مری وفا کی عنایت نہیں رہی (۲۷)
غرور	دھوکہ، فریب	تکبر، گھمنڈ
غریب	پردیسی، اجنبی، مسافر، (غربت، غروب، استغراب اور مغرب غرب سے مشتق ہیں)	نادار، مفلس

غش	ملاوٹ کرنا	بے ہوشی کا دورہ
غُصّہ	پھندا، غم، گلا گھُٹنا	برہمی، خفگی، ناراضی، عتاب، رنجش، طیش، خشم، غضب، اندوہِ گلوگیر
غلیظ	گاڑھا۔ (غلاظت، مغلّظ، مغلّظات غلظ سے مشتق ہیں)	گندا، ناپاک، پلید، میلا، نجس، دھندلا، گدلا
غنیم	مالِ غنیمت پانے والا	دشمن
غنیمت	لُوٹ کا مال، وہ مال جو مسلمانوں کو کافروں سے لڑائی میں حاصل ہو۔	اچھا، مناسب، قابلِ قدر، عمدہ، خوب، کافی
غور	پستی، گہرائی، گڑھا۔ (غور، غارت، غار، غائر، تغیّر اور مغائرت غور سے مشتق ہیں)	دھیان، سوچ بچار، توجہ، فکر، تدبّر، تامّل
غیر	علاوہ، کوئی دوسرا	بیگانہ، دشمن، رقیب، حریف، اجنبی، ناواقف
فِتنہ	آزمائش، دیوانگی، گمراہی	فساد، جھگڑا، ہنگامہ، بلوہ، بغاوت، سرکشی، نہایت شریر، شوخ، آفت کا پرکالہ، غوغا، آشوب، ہڑبونگ، فتور، شرارت، غضب، قیامت، عاشق، معشوق، دل بر۔
فرضی	فرض سے متعلق، علم الفرائض کا جاننے والا (فرض، فرائض، مفروض، مفروضہ، فریضہ فرض سے مشتق ہیں)	خیالی، قیاسی، بے اصل، نام کو، برائے نام، مصنوعی، نقلی، جعلی۔ ؎ مثلِ کمر بتاں ہے فرضی میرا تنِ زار پیرہن میں (۲۸)
فقرہ	ریڑھ کی ہڈی کا مہرہ۔ (فقر، فقیر، فقراء، فقار اور فقرات فقر سے مشتق ہیں)	عبارت کا ٹکڑا، جُملہ، کلام، دھوکا، جھانسہ، فریب، جھوٹی بات، جھوٹا وعدہ۔ فقرہ سے کئی محاورات اردو میں مستعمل ہیں۔ مثلاً فقرہ چلنا، فقرہ بازی، فقرہ بنانا، فقرہ دینا، فقرے بتانا، فقرے تراشنا، فقرے ڈھالنا اور فقرے سنانا وغیرہ۔

قابِل	آگے بڑھنے والا،قبول کرنے والا (قبول،مقبول،قبیل،قبیلہ،قِبلہ، مُقبل، استقبال،مستقبل، قبل، قبالہ، قبولیت، مقبولیت، تقابل، قابلہ،تقبیل، اقبال، مقابلہ،مقابل اورقُبلہ قبل سےمشتق ہیں)	لائق، اہل، سزاوار، دانا،عقل مند، ہوشیار، تجربہ کار، استعدادرکھنے والا، عالم، فاضِل، مناسِب،پسندیدہ،مستوجب ؔ کوئی قابل ہوتو ہم شانِ کئی دیتے ہیں ڈھونڈنے والوں کودنیا بھی نئی دیتے ہیں (۲۹)
قاصِد	ارادہ کرنے والا (قصد،قصیدہ،مقصد، مقاصد، اقتصاد، مقتصِد،مقصود قصد سےمشتق ہیں)	نامہ بر، چٹھی رساں، پیام بر، ایلچی ؔ قاصدآیا گویا عیسا آیا دلِ بیمار میں جی سا آیا(۳۰)
قاعِدہ	بیٹھنے والی، فوجی چھاؤنی اسم فاعل قاعد کا صیغۂ مونث ہے جو اردو میں مذکر بولا جاتا ہے۔	اساس، اصل، بنیاد، روش، دستور، طرز، رسم، قانون،ضابطہ، رِیت، ڈھنگ،ترتیب، عادت، خصلت، قرینہ، دستور العمل، حساب کا کلیہ، حروفِ تہجی کا پہلا رسالہ یا کتابچہ۔
قائِل	کہنے والا، بات کرنے والا۔ (قول، اقوال، قوّال، قوّالی، مقالہ، مقال اورمقولہ قول سےمشتق ہیں)	مان جانے والا،تسلیم کرنے والا، ہار ماننے والا، لاجواب ہونے والا، اپنا قصور ماننے والا، شرمندہ ہونے والا۔ ؔ شعرا سے کہتے ہیں کیا کہنا ہے ناظم واہ واہ اس غزل کوسن کے میں قائل تمھارا ہوگیا(۳۱)
قبض	دامن سمیٹنا۔ (قابض، مقبوض، مقبوضہ، قبضہ قبض سےمشتق ہیں)	معدے کی ایک بیماری جس کی وجہ سے اجابت مشکل اورتکلیف سے ہوتی ہے۔
قربانی	وہ چیز جس کے پیش کرنے سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوجائے۔ (قریب،قرب،قربت،قرابت، تقریب، تقریباً،تقرّب ،قربان، اقرب، اقارب، اقرباء، قارب، مقرب، مقارب،قربیٰ اور متقارب قرب سےمشتق ہیں)	ایثار، صدقہ، ذبیحہ

قرینہ	ساتھی، بیوی قرین کا صیغۂ مونث جو اردو میں مذکر بولا جاتا ہے۔(قرین ، قرن ، قُرون، اورقرائن قرن سے مشتق ہیں)	ڈھنگ، اُسلوب، طرز، روش، انداز، وضع، طور، طریق، سلیقہ، ترتیب، موزونیت، قیاس، آراستگی، صورت، مناسبت، سجاوٹ، طرح، خوش اسلوبی۔
قسط	انصاف، عدل	حِصہّ، جُز، ٹکڑا، وہ رقم جو حسبِ قرارداد تھوڑی تھوڑی ادا کی جائے۔ ؎ آخرکو قطرہ قطرہ ٹپکنے لگے سرشک قسطوں میں زروصول ہوا خشک سال کا (۳۲)
قصد	میانہ روی	عزم،ارادہ،مرضی،نیت
قطرہ	نقطہ،معمولی چیز۔ (قطرات ،تقطیر،اقطار،قُطر ،قِطار ،قاطر، مقاطرہ اور مقطور قطر سے مشتق ہیں)	پانی کی بوند، چھینٹ، مقدارِقلیل
قلابہ	دل کی بیماری۔ (قلب ،انقلاب ،قالب ،قلوب،قلیب، منقلب ،قلبہ،تقلیب ،مقلوب ،مقلب ، مقلوبہ اور مقالب قلب سے مشتق ہیں)	کُنڈا، مچھلی پکڑنے کا کانٹا،کڑی،حلقہ۔ اسی سے محاورہ ہے زمین آسمان کے قلابے ملانا یعنی مبالغہ آرائی کرنا
قماش	ردّی،گھٹیا	طرز،وضع،ڈھنگ،طور،طریق،روش
لحاظ	گوشۂ چشم،کنپٹی سے ملحق آنکھ کا کنارہ، آنکھ کے نیچے کا داغ، گھر کا صحن۔ (لاحظ، ملحوظ،لحظہ اور ملاحظہ **لحظ** سے مشتق ہیں)	خیال، دھیان، توجہ، شرم، حیا، پاس داری، رعایت، مروّت، غیرت، حمیت، پاسِ ادب، حفظِ مراتب۔ ؎ فلک پہ کیوں رہے ہر ماہ سرخ رُومہِ نَو جو ہو نہ اس کو ترے نعلِ کفشِ پا کا لحاظ (۳۳)
لمحہ	نظر،نگاہ	پل،گھڑی،لحظہ،تھوڑی دیر
لہجہ	نوکِ زبان	طرزِ ادا، طرزِ گویائی، اندازِ گفتگو، طرز تکلم، اسلوب بیان،تلفظ

مجلس	بیٹھنے کی جگہ (ظرفِ مکاں)	بزم، انجمن، مجمع، کونسل، کانفرنس، انجمن عزاداران، جلسہ، سوسائٹی، سماج، اہل تشیع کے ہاں محرم الحرام میں تعزیتی اکٹھ
محال	قحط زدہ ہونا، جھگڑا کرنا، مکر کرنا	ناممکن، ان ہونی، دشوار، مشکل، کٹھن
محض	خالص	صرف، فقط، تمام، سراسر۔
محلّہ	اُترنے کی جگہ، منزل، ٹھکانہ	گلی کوچہ ، شہر کا کوئی حصہ
محمول	لادا گیا، اٹھایا گیا، لدا ہوا	قیاس کیا گیا، گمان کیا گیا
محنت	آزمائش۔ (امتحان، ممتحِن، مُمتحَن اور محَن محن سے مشتق ہیں)	کوشش، سرگرمی، ریاضت، مزدوری، مشقت
محو	مٹانا، زائل کرنا	مصروف، گُم، فریفتہ، شیدا، عاشق، مبہوت، متحیر، حیران، غائب، معدوم، بھولا ہوا، شیفتہ
مخمصہ	خالی پیٹ ہونا، دُبلا ہونا، ایسی بھوک جو لاغری اور کم زوری پیدا کرے (بحوالہ سورۃ توبہ آیت ۱۲۰)	جھگڑا، جھمیلہ، بکھیڑا، جنجال، الجھن، تذبذب، جھنجھٹ، مشکل، عذاب۔
مدہوش	دہشت زدہ ، حیران	بدمست، بےخود، مخمور، متوالا، بےہوش
مُدِیر	گھُمانے والا	اخبار کا ایڈیٹر، ادارے کو چلانے والا، انتظام کرنے والا۔
مذاق	ذوق، مزہ، قوتِ ذائقہ	ہنسی، ٹھٹھا، دل لگی، ظرافت، خوش طبعی، زندہ دلی، تمسخر، مزاح لیا پھسلا کے اوّل اس نے میرا دل مذاقوں میں ہوا پھر دشمنِ جاں میرا وہ قاتل مذاقوں میں(۳۴)
مُرتسم	فرماں بردار، جسے حکم دیا جائے۔ یہ صفت مفعولی ہے۔	نشان لگایا گیا، مہر لگایا گیا۔

مزاج	ایک سے زائد چیزوں کو ایک دوسری میں ملانا، آمیزش (امتزاج اسی سے مشتق ہے)	طبیعت، سرشت، خمیر، کیفیت، عادت، خُو، گُن، خصلت، اثر، طینت، ماہیّت، اصلّیت، جوہر، غرور، دماغ، کِبر، نخوت، ناز، نخرہ، چونچلا آتے ہی فصلِ گُل کے جنوں ہوگیا ہمیں بدلی جو رُت مزاج برابر بدل گیا(۳۵)
مُستقل	اس کا مادہ ''قلل'' ہے جس میں کم ہونا، کم کرنا اور کم سمجھنا کا معنی پایا جاتا ہے۔ (قلیل، قلّت، اقلّ، استقلال، تقلّل، اقلہ اور مقلّل قلل سے مشتق ہیں)	اٹل، برقرار، پائیدار، پکا، مضبوط، استوار، قائم، ہمیشہ، مدام، استمرار
مصروف	جس چیز کو خرچ کیا جائے (یہ اسم مفعول ہے) (صارف، صَرف، صِرف، صَرفہ، مَصرَف، مصارف، مُصرِف، مصاریف، مصرفیہ، تصرّف اور تصریف صرف سے مشتق ہیں)	مشغول، کام میں لگا ہوا، منہمک۔
مُضَایقہَ	ایک دوسرے کو تنگ کرنا	حرج، قباحت، پروا، ڈر، خوف
مضبوط	مرتب	محکم، پکا، پختہ
مضمون	جس کی ضمانت اور ذمہ لیا گیا ہو۔ یہ اسم مفعول ہے۔ اس کا اسم فاعل ضامن ہے (ضِمن، ضمانت، ضامن، تضمین، مُضمِّن اور مضَمَّن ضمن سے مشتق ہیں)	متن، تحریر، معنی، مطلب، بیان، عبارت، آرٹیکل، ایڈیٹوریل، انشاء، بات، سخن۔
معراج	سیڑھی، چڑھنے کی جگہ	رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا عالم ملکوت وجبروت کی سیر کرنا، رتبہ بلند، مرتبہ اعلیٰ، رفعت
معمول	جس پر کوئی کام واقع ہو۔	عادت۔ رواج۔ Routine
معمولی	اسم مفعول ''معمول'' سے اسم نسبت۔ ''معمول'' کا معنیٰ ہے جس پر کوئی کام	عام، روزمرّہ کا۔ رسمی، مروّجہ، ادنیٰ، گھٹیا، حسبِ عادت، حسبِ رواج، حسبِ دستور

	واقع ہو۔ (عامل، معمول، عَملہ، عُملہ، تعمیل، تعامُل، استعمال، مستعمل، عمل، اعمال، عُمّال، عامِلہ مُعامَلہ اور مَعمل عمل سے مشتق ہیں۔)	
مغایرت	اختلاف کرنا، مقابلہ کرنا	اجنبیت، دُوری، بیگانگی، غیریّت
مغرور	بہکاوے اور دھوکے میں آیا ہوا (غرور، مغرور، مغروری، غَرَّہ اور غُرَّہ غرّ سے مشتق ہیں۔)	تکبّر کرنے والا، خودبیں، خودپرست، اِترانے والا، گھمنڈی، شیخی میں آنے والا، نخوت شعار
مقالہ	گفتگو (قول، اقوال، مقولہ، قائل، قوّال، قوّالی اور مِقال قول سے مشتق ہیں)	کتاب کا باب، تحقیقی مضمون، Thesis، فصل، تحریر، آرٹیکل
مقسوم	تقسیم شدہ	قسمت، تقدیر
مکتب	لکھنے کی جگہ۔(یہ ظرفِ مکاں ہے۔) (کاتب، مکتوب، مکاتیب، مکتوبات، کتاب، کتب، مکتبہ، مکاتب، کتبہ، کتیبہ اور مکاتبت کتب سے مشتق ہیں)	سکول، درس گاہ، دبستان، مدرسہ، سکول آف تھاٹ، مکتبِ فکر
منسلک	کسی چیز میں داخل ہونے والا (بابِ انفعال سے اسمِ فاعل ہے)	پرویا ہوا، نتھی کیا ہوا، مشمولہ، وابستہ
منشور	پھیلایا ہوا	جماعتی اعلان
منصب	کھڑا کرنے کی جگہ، نصب کرنے کی جگہ یہ ظرفِ مکان ہے۔ (نصب، نصیب، نصاب، تنصیب، منصب، انصاب، منصوب اور مناصب نصب سے مشتق ہیں)	عہدہ، درجہ، طاقت، مرتبہ، کارفرمائی، حدِّادب، Status

مِنطَقہ	کمر میں باندھنے کا پٹکا	وہ فرضی خط جو زمین کے چاروں طرف کھینچا جائے، دائرہ، حلقہ
منظر	دیکھنے کی جگہ۔ ظرفِ مکاں ہے۔ (نظر، ناظر، نظارہ، منظور، تناظر، مناظرہ، نظیر، ناظرہ نظر سے مشتق ہیں)	سین (Sean)، آنکھ، نظارہ، سیر گاہ، تماشا گاہ، دیدہ، صورت، شکل، مدّنظر، دریچہ، کھڑکی۔ ؎ منزلِ دل میں وہ آتے ہیں مثالِ آرام منظرِ چشم سے جاتے ہیں نظر کی صورت (۳۶)
منظور	جس چیز کو دیکھا جائے۔ اسم فاعل ناظِر کا صیغۂ مفعول ہے۔	پسندیدہ، قبول کیا گیا، مقبول، مانا گیا، تسلیم کیا گیا، اجازت دیا گیا، پسندِ خاطر، مرغوب، محبوب، عزیز، پیارا۔ ؎ لے لیجئے جو آپ کے منظورِ نظر ہے یہ جان یہ ایمان ہے یہ دل یہ جگر ہے (۳۷)
مؤاسات	رزق و معاش کے معاملے میں باہمی شرکت	مدد، غم خواری، صُلح، درگزر۔
مُوجِب	واجب کرنے والا، لازم کرنے والا	سبب، ذریعہ، باعث، قابل، لائق، سزاوار
موسم	لوگوں کے جمع ہونے کی جگہ اور وقت (اسم ظرف) عرب میں حج کے موقع اور وقت کے لئے استعمال ہوتا ہے۔	موقع، وقت، گرمی سردی کے اعتبار سے سال کی تقسیم کا ایک حصّہ، ہنگام، سماں، ایّام، دِن، زمانہ، کسی مقام کے خاص وقت یا خاص مدّت میں درجۂ حرارت، ہوا کے رُخ اور بارش کے اثر سے پیدا ہونے والی کیفیت، رُت، فصل۔
مَوقِف	ٹھہرنے کی جگہ یہ ظرفِ مکاں ہے۔ (وقف، واقف، وقوف، موقوف، وقفہ، توقیف، متوقّف، اوقاف، واقفیت، توقیفی، وقیف، تواقف اور متواقف وقف سے مشتق ہیں)	نقطۂ نظر، دلیل، اندازِ فکر، مرکزِ خیال، نظریہ

مُہم	غم و اندوہ میں ڈالنے والا۔ نہایت ضروری، سنجیدہ بات یا کام	معرکہ، جنگ، لڑائی، جدال وقتال، دشوار کام، کارِعظیم، امرِدشوار، سخت کام۔ ؎ یوں ہی عمر اپنی بسر ہوگئی بڑی یہ مہم تھی جو سر ہوگئی (۳۸)
ناظِرہ	دیکھنے والی آنکھ، اسم فاعل ناظر کا صیغۂ مونث	قرآن مجید کو دیکھ کر سمجھے بغیر پڑھنا۔
نافِذ	ہر کام کو کر گزرنے والا۔ یہ نَفَذَ یَنفُذُ یعنی جاری ہونا۔ پورا ہونا سے اسم فاعل ہے۔ (نفاذ، نفیذ، منفوذ، نافذہ، تنفیذ اور نفوذ نفذ سے مشتق ہیں)	لاگو، زیرِعمل، مؤثر، صادر، رائج، کارگر، فعال، اثرانگیز، جاری
نافِذہ	کھڑکی، روشن دان، سوراخ یہ اسم فاعل نافذ کا صیغۂ مؤنث ہے۔	جاری شُد، جس کا نفاذ ہو چکا ہو۔
نذر	مَنّت	پیش کش
نصاب	سورج غروب ہونے کی جگہ، اصل، مرجع، چُھری کا دستہ، مال کی وہ مقدار جس پر زکوٰۃ واجب ہو۔ ہدف	پڑھائی کا کورس، متعیّن درس، کُتب درسیہ، سلیبس (Syllabus)، زر، سرمایہ، پُونجی، معیار، کسوٹی
نصیب	مقرّر کیا ہوا حصہ	قسمت، بھاگ، بخت، مقدّر، حاصل، دست یاب، میسّر حِصہ، مقسوم۔ ؎ جس کو نہیں نصیب بڑا بدنصیب ہے کھاتے ہیں تیرے عشق کا غم کس خوشی سے ہم (۳۹)
نظیر	جس چیز کو دیکھا جائے۔ یہ فعیل کے وزن پر اسم مفعول ہے۔	مانند، مثل، نمونہ، مثال، تمثیل، حوالہ مشابہ، ثانی، ہمتا۔ ؎ کرے مدح ربِّ قدیر آپ کی کہاں دو جہاں میں نظیر آپ کی (۴۰)

نِفاذ	یہ مصدر ہے جس کا معنی ہے ''جاری ہونا''	اجراء،ترویج، اثر، صدور
نُفوذ	یہ مصدر ہے جس کا معنی ہے ''جاری ہونا''	اثر، رسوخ، رسائی، پہنچ، دخل
نِقاب	سوراخ، پہلو کا زخم، پہاڑی راستہ (نقب ،منقبت اور مناقب نقب سے مشتق ہیں)	بُرقع، پردہ، گھونگھٹ، چہرہ پوش ؎ غفلت سے مارا مجھ کو تو دل کو حجاب سے اب تو نکال منہ کہیں باہر نقاب سے [۴۱]
نقل	منتقل کرنا (نقول ، ناقل، ناقلہ، منقول ،منقولہ، نقلیہ ، انتقال ،منتقل ،نقال اور نقیل نقل سے مشتق ہیں)	جعل،خلافِ اصل،غیر حقیقی،سوانگ،بہروپ ،چربہ،نمونہ،نظیر،لطیفہ،چٹکلا،کہانی،روایت
نقلی	نقل سے اسم نسبت	کھوٹا،جعلی،غیراصلی، غیر حقیقی،مصنوعی،جُھوٹا
واجبی	ضروری۔لازمی اسم فاعل واجب سے اسم نسبت۔ (واجب،مستوجب،وجوب،موجب وجوب سے مشتق ہیں)	معمولی،غیراہم،تھوڑی،کسی قدر،قلیل مقدار
واسطہ	ہار کے بیچ کا عمدہ جوہر اسم فاعل واسط کا صیغہٗ مؤنث۔ (وسط،وساطت،اوسط،وسطی،توسط،واسط ،وسیط،متوسط وسط سے مشتق ہیں)	طفیل،تصدّق،تعلق،سبب،ذریعہ،لگاؤ، نسبت، مطلب،غرض،سروکار
واقِف	رُکنے والا، ٹھہرنے والا، فی سبیل اللہ وقف کرنے والا۔ (وقف،وقوف،واقف،موقوف،وقفہ، توقُّف،تواقف،توقیف،توقیفی، موقف مواقف اوراوقاف وقف سے مشتق ہیں)	شناسا،جان پہچان والا،جاننے والا،آگاہ،مطلع، ماہر، تجربہ کار، چابک دست،خبردار، ہوشیار، ہم راز۔

وجہ	چہرہ، مُنہ، سامنے کا حصّہ (وجیہ، وجاہت، توجیہ، مواجہ، توجّہ، متوجہ، وجوہ، جہت، جہات وجہ سے مشتق ہیں)	سبب، موجب، علّت، کارن، باعث، دلیل، طریقہ، ڈھنگ، ذریعہ، وسیلہ۔ ؎ جو وجہ دیر کی پوچھی کہا یہ قاصد نے گزارنے تھے مصیبت کے دن گزار آیا(۴۲)
وردی	گلاب کے پھول جیسے رنگ والا، گلابی، سُرخ	یونی فارم۔ سکول، کالج، یونی ورسٹی اور دفاتر میں پہنا جانے والا مخصوص لباس
وساطت	ثالثی	وسیلہ، ذریعہ، واسطہ
ہجوم	حملہ	بھیڑ، ازدحام
ہمّت	قصد، ارادہ، خواہش	بہادری، جرأت، شجاعت، دلیری، اعلیٰ حوصلگی، توفیق، اولوالعزمی، دست رس، طاقت۔ ؎ شوق کہتا ہے ابھی عرضِ تمنّا کیجے دل یہ کہتا ہے کہ پڑتی نہیں ہمّت میری (۴۳)

حواشی وحوالہ جات

۱۔ زیرِ بحث الفاظ کے مادوں، مشتقات اور معانی کے سلسلے میں مندرجہ ذیل لغوی مصادر سے استفادہ کیا گیا ہے:

- الیسوعی، لویس معلوف، المنجد (بیروت: دارالمشرق، ۱۹۷۳ء)
- البستانی، الشیخ عبداللہ، فاکھۃ البستان (بیروت: المطبعۃ الامیر، ۱۹۳۰ء)
- بلیاوی، مولانا عبدالحفیظ، مصباح اللغات (کراچی: مدینہ پبلشنگ کمپنی، ۱۹۸۲ء)
- فرہنگِ عمید (جلد-۲)، باہتمام مؤسسہ انتشاراتِ امیر کبیر، تہران ۱۳۶۳ھ
- سیّد تصدق حسین رضوی، لغاتِ کشوری، باہتمام منشی نول کشور مطبع اودھ اخبار، سن ندارد
- مولوی فیروز الدین، فیروز اللغات۔ فارسی، (لاہور: فیروز سنز، ۱۹۵۲)
- رفیق احمد ساقی، پروفیسر سید امیر کھوکھر، جامع فارسی لغات، (جہلم: بک کارنر، ۲۰۱۴ء)
- نیّر، مولوی نور الحسن، نور اللغات (جلد ۲-۳)، (لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۱۹۸۹ء)
- سیّد احمد دہلوی، مولوی، فرہنگِ آصفیہ جلد ۱-۲ (لاہور: اردو سائنس بورڈ، ۲۰۰۳ء)
- اردو لُغت بورڈ، اردو لُغت، جلد ۱۱ (کراچی: ترقیِ اردو بورڈ، ۱۹۹۰ء)
- عبدالمجید، خواجہ، جامع اللغات جلد ۲ (لاہور: اردو سائنس بورڈ، ۲۰۰۳ء)
- حقی، شان الحق، فرہنگِ تلفظ (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۹۵ء)
- خویشگی، محمد عبداللہ خان، فرہنگِ عامرہ (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۹ء)
- سرہندی، وارث، علمی اردو لغت (لاہور: علمی کتاب خانہ، ۲۰۱۲ء)
- فتح پوری، ڈاکٹر فرمان، رافع اللغات (لاہور: الفیصل ناشران، ۲۰۰۵ء)

۲۔ میر تقی میؔر، کلیاتِ میؔر (لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۱۹۹۹ء)، ص

۳۔ نیّر، مولوی نور الحسن، نور اللغات، جلد اوّل (لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۸۹ء)، ص ۳۰۴

۴۔ داغ دہلوی، مرزا، مہتابِ داغ (لاہور: مکتبہ شعر و ادب، سن ندارد)، ص ۶۷۳

۵۔ میر حسن بحوالہ نور اللغات، جلد اوّل، ص: ۴۱۲

۶۔ برقؔ،بحوالہ نوراللغات،جلداوّل،ص۶۰۶

۷۔ الصّف:۴

۸۔ داغ دہلوی،مرزا، گلزارِداغ (لاہور: مکتبہ شعروادب،سن ندارد)،ص۷۷

۹۔ غالب،اسداللہ خان مرزا،دیوانِ غالب (لاہور:الفیصل ناشران،۲۰۰۳ء)،ص۳۳

۱۰۔ منیرؔ بحوالہ نوراللغات،جلداوّل،ص۹۹۲

۱۱۔ الیسوعی،لویس معلوف،المنجد (بیروت: دارالمشرق،۱۹۷۳ء)،ص

۱۲۔ منیرؔ بحوالہ نوراللغات،جلداوّل،ص۹۹۲

۱۳۔ التوبہ:۱۲۹

۱۴۔ الیسوعی،لویس معلوف،المنجد (بیروت: دارالمشرق،۱۹۷۳ء)،ص۱۵۰

۱۵۔ ذوقؔ،محمد ابراہیم، کلیاتِ ذوقؔ (لاہور:مجلس ترقیٔ ادب،۱۹۶۷ء)،ص

۱۶۔ دیوانِ غالب،ص۲۲۲

۱۷۔ امیرؔ،بحوالہ نوراللغات،جلدسوم،ص۴

۱۸۔ نسیمؔ،بحوالہ نوراللغات،جلدسوم،ص۱۸

۱۹۔ آلِ عمران:۱۸۵

۲۰۔ قلقؔ بحوالہ نوراللغات،جلدسوم،ص۱۶۱

۲۱۔ مصحفیؔ بحوالہ، فرہنگِ آصفیہ،جلدسوم،ص۲۵۷

۲۲۔ احسنؔ بحوالہ،ایضاً،ص۲۵۷

۲۳۔ منیرؔ بحوالہ نوراللغات،جلدسوم،ص۵۴۹

۲۴۔ المومن:۸

۲۵۔ عارفؔ بحوالہ فرہنگِ آصفیہ،جلدسوم،ص۲۷۲

۲۶۔ میرتقی میرؔ، کلیاتِ میر (لاہور: سنگ میر پبلی کیشنز،۱۹۹۹)

۲۷۔ سالکؔ بحوالہ نوراللغات،جلدسوم،ص۵۷۸

۲۸۔ رشکؔ بحوالہ نوراللغات،جلدسوم،ص۶۱۵

۲۹۔ اقبال،علامہ محمد، بانگِ درا (لاہور: سعد پبلی کیشنز،۲۰۰۰ء)،ص۲۴۳

۳۰۔ میرتقی میرؔ، کلیاتِ میرؔ (لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۱۹۹۹ء)،ص

۳۱۔ ناظمؔ بحوالہ فرہنگِ آصفیہ، جلد سوم ص ۳۶۸

۳۲۔ ....ایضاً............ص۳۸۳

۳۳۔ کلیاتِ ظفرؔ، جلد دوم، ص۵۲۰

۳۴۔ ......ایضاً......، جلد چہارم، ص۳۷۱

۳۵۔ صہباؔ بحوالہ فرہنگِ آصفیہ، جلد چہارم، ص۳۳۸

۳۶۔ زکیؔ بحوالہ، ایضاً، ص۴۶۶

۳۷۔ بازغؔ بحوالہ، ایضاً، ص ایضاً

۳۸۔ مجروحؔ بحوالہ، ایضاً، ص۴۹۳

۳۹۔ داغ دہلوی، مرزا، یادگارِ داغ (لاہور: مکتبۂ شعر وادب، سن ندارد)، ص۱۵۱۳

۴۰۔ فرہنگِ آصفیہ، جلد چہارم، ص۵۸۳

۴۱۔ تسلیمؔ بحوالہ نور اللغات، جلد چہارم، ص۱۵۲۵

۴۲۔ داغ دہلوی، مرزا، مہتابِ داغ (لاہور مکتبۂ شعر وادب، سن ندارد)، ص۶۱۹

۴۳۔ یادگارِ داغ، ص۱۲۳۲

آپ ہمارے کتابی سلسلے کا حصہ بن سکتے
ہیں مزید اس طرح کی شان دار،
مفید اور نایاب کتب کے حصول کے لئے
ہمارے وٹس ایپ گروپ کو جوائن کریں

ایڈمن پینل

عبداللہ عتیق : 03478848884
سدرہ طاہر : 03340120123
حسنین سیالوی : 03056406067

لِسانی تحقیق کے کچھ نئے زاویے

مقالہ زیرِ نظر تحقیقِ لسانی اور سرگزشت الفاظ کے موضوع پر گزشتہ مباحث کا تسلسل ہے۔ سرگزشتِ الفاظ اور لسانیات کے باہمی گہرے تعلق کے اِدراک کے لئے اس بحث کو مفید اور دل چسپ بنانے کی کوشش کی گئی ہے۔ مجھے امید ہے کہ علمی و ادبی حلقوں میں اس حقیر کاوش کو بنظرِ استحسان دیکھا جائے گا اور اس کے اوراق علمی ولسانی مباحث پر مفید مضامین کا پیش خیمہ ثابت ہوں گے۔

تحقیقِ الفاظ کا ایک نیا زاویہ

کچھ الفاظ کی تحقیق میں جمہور اہلِ زبان وادب سے میرا نقطۂ نظر مختلف ہے۔ مجھے اندازہ ہے کہ میرے اس زاویۂ فکر سے کچھ قارئین اختلاف کریں گے۔ جس طرح کسی ہفت رنگ ہیرے کو سورج کے سامنے کیا جائے اور بدل بدل کر اس کا ہر کونا شعاعوں کے برابر لایا جائے تو ہر رنگ اپنی بہار دیتا ہے۔ کہیں سے ارغوانی، کہیں سے عنّابی، کہیں سے سنہری، کہیں سے ازرقوانی، کہیں سے حنائی، کہیں سے بلّوریں اور کہیں سے احمریں عکس جھلکتا ہے۔ اِسی طرح پیکرِ الفاظ بھی جہانِ معانی رکھتے ہیں۔ انھیں مختلف زاویوں سے دیکھا اور پرکھا جائے تو رنگا رنگ معانی اور مفاہیم کا تنوّع نظر آتا ہے۔ المیہ یہ ہے کہ لفظ کی گہرائی، اس کے مادے اور اشتقاق میں اترے بغیر ایک لگا بندھا معنیٰ کا تصور ہی پیشِ نظر رکھا جاتا ہے۔ سیکڑوں الفاظ جو زبان زد عام اور کثیر الاستعمال ہیں، اُن کی لفظی حقیقت کا ادراک نہیں کیا جاتا۔ مثلاً بہت کم لوگ وغیرہ، بالکل، البتہ، فقط، ماجریٰ (ماجرا)، جاری وساری،

مُعمیٰ (معما)، ادنیٰ، یدطولیٰ، سدباب، اھلاً وسہلاً مرحبا، یعنی اور تماشا کالفظی پس منظر اور اصل معنی جانتے ہوں گے۔ طُرفہ یہ ہے کہ ''لفظ'' جو اس تحریر کا موضوع ہے، کے اصل معنی عام پڑھے لکھے لوگوں کو معلوم نہیں۔ ''لفظ'' عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی ہیں ''منہ سے پھینکی ہوئی چیز یا بات'' عربی میں کہا جاتا ہے اَکَلتُ التَّمرَ و لَفَظتُ النَّوَاۃَ (میں نے کھجور کھالی اور گٹھلی پھینک دی۔)[1]

یہاں کچھ الفاظ پر ایک نئے زاویے سے بحث کی جاتی ہے:

لیے اور لئے میں فرق

لکھتے وقت عام طور پر لیے اور لئے میں فرق نہیں کیا جاتا۔ میرے نقطۂ نظر کے مطابق، مختلف معنوں کے ساتھ، یہ دو الگ الگ مستقل لفظ ہیں۔ اُردو میں لکھنے والوں میں سے بہت کم نے لیے اور لئے میں فرق سمجھا اور کیا ہے۔ اس کی شاید یہی وجہ ہے کہ:

ع گیسوئے اُردو ابھی مِنّت پذیرِ شانہ ہے

لیے: (یاء کے نقطوں کے ساتھ لیکن ہمزہ کے بغیر) ''لینا'' مصدر سے فعل ماضی کا صیغۂ جمع ہے جس کا صیغۂ واحد ''لیا'' ہے۔ لیا اور لیے کرنا مصدر سے کیا/ کیے، پینا سے پیا/ پیے، سینا سے سیا/ سیے اور جینا سے جیا/ جیے کے وزن پر ہیں۔ مثال ملاحظہ کیجیے:

احمد نے دس روپے لیے۔

اس مثال میں ''لیے'' بہ معنیٰ حاصل کیے ہے۔

لئے: (ہمزہ کے ساتھ لیکن نقطوں کے بغیر) اُردو میں حرفِ جر ہے جس کا معنیٰ ہے: واسطے، برائے، for مثلاً:

یہ کتاب احمد کے لئے ہے۔

پنجابی میں اس کی شکل ''لئی'' ہے۔ لئے دراصل عربی میں حرفِ جر لِ کی مؤرّد صورت ہے۔ عربی میں کہا جاتا ہے ھٰذا الکتابُ لِاَحمَد (یہ کتاب احمد کے لئے ہے)

فعل ماضی اور حرفِ جر، دونوں کے لئے اگر ''لیے'' ہی استعمال کیا جائے تو ان میں معنوی فرق کرنا مشکل ہو جائے گا۔ طالب علم کو ان دونوں کے جداگانہ تشخص کا ادراک نہیں ہو سکے گا۔ بعض لوگ اس نقطۂ نظر سے اتفاق نہ کرتے ہوئے دونوں کے لئے ''لیے'' ہی استعمال کرنے پر اصرار کرتے ہیں۔ ان کا نقطۂ نظر ہے کہ لئے (ہمزہ کے ساتھ لیکن نقطوں کے بغیر)

’’گئے‘‘ کے وزن پر ہی پڑھا جا سکتا ہے۔ مجھے ان کی یہ دلیل دو وجھوں سے بودی لگتی ہے۔ پہلی یہ کہ ’’گئے‘‘ کے گاف کے نیچے زیر نہیں بلکہ اس پر زبر پڑھی جاتی ہے جب کہ ’’لئے‘‘ کے لام کے نیچے زیر پڑھی جاتی ہے۔ دوسری یہ وجہ ملحوظ رہنی چاہیے کہ گئے ’’جانا‘‘ مصدر سے فعل ماضی ہے جس کا اپنا وزن اور آہنگ ہے۔ یہ بھی جان لینا چاہیے کہ ’’جانا‘‘ مصدر سے ’’گئے‘‘ کی معنوی مناسبت کے سوا لفظی اور صوتی کوئی مناسبت بھی نہیں۔ ’’گئے‘‘ کے وزن اور آہنگ پر کسی اور مصدر سے فعل ماضی کا کوئی صیغہ میری نظر سے نہیں گزرا۔

نافہمی کی بنا پر اکثر لکھنے والے ’’لیے‘‘ کی جگہ پر ’’لئے‘‘ اور ’’لئے‘‘ کی جگہ پر ’’لیے‘‘ لکھتے رہتے ہیں حال آں کہ ان دونوں کے معنوی فرق کی گہرائی میں اترنا ضروری ہے۔ اصولِ کتابت سے نا آشنا بعض لوگ فعل ماضی اور حرفِ جر، دونوں کے لئے ہمزہ اور نقطوں، دونوں کے ساتھ ’’لیئے‘‘ لکھتے ہیں جو ایک نئی غلطی کا شاخسانہ ہے۔ اسی طرح ’’کیے‘‘ کو بھی غلط طور پر ’’کئے‘‘ اور ’’کیئے‘‘ اِملاء کرتے ہیں۔

باہر

باہر اندر کی ضد ہے۔ فرہنگِ آصفیہ، نوراللغات، جامع اللغات اور فیروز اللغات کے مطابق یہ ہندی لفظ ہے۔ ان کتبِ لغات میں اس لفظ کے ہندی ہونے کا کوئی ثبوت پیش نہیں کیا گیا۔ اردو میں اس کے مستعمل معنیٰ سے ہٹ کر اس لفظ کے مادہ سے بحث مقصود ہے۔ عربی زبان میں بَھَرَ یَبھَرُ سے باھِر اسمِ صفت ہے جس کے معنیٰ ہیں چمک دار اور روشن[۲]۔ باہر (جو عربی میں اسمِ فاعل اور صفت ہے) کو اگر اندر کا نقیض مانا جائے تو صورتِ حال واضح ہو جاتی ہے کیوں کہ اندر (کمرے کے اندرون) کے مفہوم میں عام طور پر تاریکی ہوتی ہے اور باہر کے مفہوم میں روشنی اور چمک۔ اس میں کیا مضایقہ ہے کہ باہر کو ہندی لفظ ثابت کرنے کی بجائے اسے عربی زبان کا اسمِ صفت (روشن۔ چمک دار) مان لیا جائے۔ اس نقطۂ نظر کو بھی پیشِ نظر رکھا جائے کہ یہ لفظ اصلاً عربی ہے اور سفر کرتے ہوئے ہندی میں شامل ہوا ہے۔

رُوحِ رواں یا رُوحِ وَرُوَاں

اردو زبان وادب میں زیادہ تر ’’رُوحِ رواں‘‘ کی ترکیب مستعمل ہے۔ نوراللغات میں

اس کے معنی زندہ اور رواں دواں رُوح کے بیان ہوئے ہیں۔

؎ آغوش میں جو آئے تو آرامِ جاں ہوئے
جس دم ہوئے روانہ تو رُوحِ رواں ہوئے (۳)

عربی اور فارسی کی یہ ترکیب ایسے شخص کے لئے بولی جاتی ہے جس کی ذات پر کسی کام کا دارومدار ہو، جو محفل کی جان، کرتا دھرتا اور ہر دل عزیز ہو۔ جامع اللغات (۴) اور قاموسِ مترادفات (۵) میں بھی ''رُوحِ رواں'' ہی کی ترکیب مرقوم ہے۔ فیروز اللغات (۶) اور فرہنگِ تلفظ (۷) میں ''رُوح و رُواں'' کی ترکیب بیان کر کے ساتھ ہی ''رُوحِ رواں'' لکھ کر یہ تاثر دیا گیا ہے کہ یہی ترکیب (رُوحِ رواں) زیادہ مستعمل ہے۔

فرہنگِ تلفظ اور فیروز الغات میں ''رُوح و رُواں'' کے معنی رُوح اور رُوح، رُوح اور جان اور رُوح اور جوہر مرقوم ہیں۔ دو ہم معنی الفاظ زور پیدا کرنے کے لئے استعمال کیے گئے ہیں۔ اس سے ایسیموٹر اور سرگرم شخصیت مراد لی جاتی ہے جس پر کسی امر کا دارومدار ہو۔ ''رُواں'' فارسی زبان میں جان اور نَفَس کے معنوں میں بھی مستعمل ہے۔ (۸) جدید فارسی میں علمِ نفسیات کو رُواں شناسی کہا جاتا ہے۔ اس زاویے سے دیکھیں تو ''رُوح و رُواں'' کے معنی کی ایک نئی جہت کھلتی ہے۔ سند کے طور پر ایک نعتیہ شعر ملاحظہ کیجیے:

؎ زباں پر یہ کیا نام آئے خدایا
کہ بجلی گئی دوڑ رُوح و رُواں میں (۹)

مولانا احسن مارہروی نے علی گڑھ کے انٹر میڈیٹ کالج میگزین (بابت اکتوبر ۱۹۳۰ء) میں ایک قطعۂ تاریخ (جس میں ''رُوحِ رواں'' نظم ہوا تھا) کے متعلق لکھا تھا:

> ''آج کل عمرِ رواں اور آبِ رواں کی ترکیب بھی بکثرت تحریروں میں دیکھی جاتی ہے۔ میری تحقیقات میں رُوح نہ عمر کی مترادف ہے، نہ وہ ہر وقت پانی یا عمر کی طرح رواں رہتی ہے، بلکہ اس کی روانی کا اطلاق صرف مرنے پر ہوسکتا ہے۔ چناں چہ اس معنی میں یہاں بہ ترکیبِ توصیفی رُوحِ رواں کہا گیا ہے ورنہ عموماً رُوح و رُواں، عطفِ تفسیری کے ساتھ لکھنا چاہیے جیسے رنج و غم، عیش و نشاط وغیرہ'' (۱۰)

میرے نزدیک اس ترکیب کی ایک اور توجیہ بھی قابلِ غور ہوسکتی ہے لیکن یہ میرا قیاسی امکان ہے اور اس توجیہ کی کوئی سند نہیں مل سکی۔ اگر رُوحِ رواں کی بجائے رَوحِ رواں (پھیلی ہوئی خوش بو) کی ترکیب پر غور کیا جائے تو اس میں بھی فصاحت اور معنی آفرینی ابھرتے دکھائی دیتے ہیں۔ جس طرح پھیلی ہوئی خوش بو اپنے ماحول کو اپنی گرفت میں لے لیتی ہے، اُسی طرح ہر دل عزیز اور باصلاحیت انسان محفل اور ماحول کو اپنی گرفت میں لیے رکھتا ہے۔ فرق رُوح اور رَوح کا ہے۔ دونوں عربی لفظ ہیں۔ رَوح کا معنی خوش بو ہے۔[11] اس امکان پر بھی سوچا جاسکتا ہے کہ ترکیب زیرِ بحث رَوحِ رواں ہو، صدیوں کے سفر نے بگاڑ کر رُوحِ رواں کی شکل دے دی ہو، لیکن جیسا کہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں، میری یہ بات قیاس کا درجہ رکھتی ہے۔

رُو بہ صحت / رُو بہ عمل / رُو بہ منزل

رُو فارسی زبان کا لفظ ہے جس کے معنیٰ ہیں چہرہ، رُخ اور مُنہ۔ اس ترکیب کا لفظی مطلب ہے صحت کی طرف چہرہ، کام کی طرف چہرہ، منزل کی طرف چہرہ۔ اگر رُو کی بجائے رفتن مصدر سے رَو سمجھ لیا جائے تو فصاحت و بلاغت کے تقاضے پورے ہو جاتے ہیں۔ رَو بہ صحت یعنی صحت کی طرف رواں دواں......رَو بہ عمل یعنی کام کی طرف رواں دواں......رَو بہ منزل یعنی منزل کی طرف رواں دواں۔ البتہ رُو بہ قبلہ اور رُو بہ آسماں کو رَو بہ قبلہ اور رَو بہ آسماں کہنا صحیح اور فصیح نہیں ہے۔

انگریزی الفاظ کے اُردو ہجوں میں الف کا متنازع تصرف

زبانوں کے قاعدوں کلیوں کی تدوین و ترتیب میں یہ فلسفہ کارفرما رہتا ہے کہ کتابت اور صَوت ہر دو اعتبار سے بولنے اور لکھنے والے کی سہولت پیشِ نظر رہے۔ عربی زبان سے اس کی دو عام فہم مثالیں دی جاسکتی ہیں۔ ''بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم'' اصل میں ''باسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' ہے۔ اگر یہاں باء کے بعد ہمزۃ الوصل یعنی الف کو پڑھا جائے تو زبان کی تسہیل پر زد پڑتی ہے۔ اِسی طرح عربی میں الفعل المضعّف سے تعلق رکھنے والے افعال ماضی رَدَّ، کَدَّ، حَجَّ، فَرَّ، مَرَّ اور سَدَّ وغیرہ اصل میں رَ دَ دَ، کَدَدَ، حَجَجَ، فَرَرَ، مَرَرَ اور سَدَدَ ہیں۔ بولنے میں سہولت کی خاطر آخری دونوں حرفوں کو تشدید کے ذریعے ملا کر ایک کر دیا گیا ہے۔

زبانوں کی تعمیر و ترقی اور فروغ و ارتقا اخذ و عطا کے ہمہ گیر اصول پر مبنی ہے۔ اردو زبان

میں دوسری زبانوں سے الفاظ وتراکیب قبول کرنے کی بے پناہ صلاحیت ہے۔ اردو ادب نے مشرق ومغرب کے تخیلات کی دل کھول کر پذیرائی کی ہے۔ اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ نہ صرف اردو کی تخمیر میں محبت کا عنصر بنیادی حیثیت رکھتا ہے بلکہ اس کے فروغ و بقاء میں یہی سب سے بڑا محرک ثابت ہوسکتا ہے۔ برعظیم پاک و ہند چوں کہ ایک طویل عرصہ تک برطانیہ کی کالونی رہا ہے اس اعتبار سے یہاں کی معاشرت، ثقافت اور زبانیں مغربی فکر سے متاثر ہوئیں۔ انگریزی زبان نے یہاں کی بڑی زبان اُردو پر اپنے اثرات مرتب کیے جس کی وجہ سے انگریزی کے الفاظ کا ایک قابلِ قدر ذخیرہ اُردو زبان وادب کا حصہ بن گیا۔

اُردو میں مستعمل S (ایس) سے شروع ہونے والے انگریزی الفاظ کے معیاری اُردو ہجوں کا مسئلہ ابھی تک متنازع ہے۔ اُردو زبان میں کثرت سے استعمال ہونے والے انگریزی کے الفاظ عام طور پر انگریزی تلفظ کے ساتھ ہی بولے اور لکھے جاتے ہیں۔ اُردو میں ان الفاظ کا تلفظ اگر اصل انگریزی تلفظ سے بہت مختلف کر دیا جائے تو ان کی صوتی اور معنوی لطافت مجروح ہوجاتی ہے۔ پرانے مصنّفین S (ایس) سے شروع ہونے والے انگریزی الفاظ کو اردو میں الف سے لکھتے تھے اور یہ روایت اب بھی ہندوستان میں برقرار ہے۔ پاکستان میں اُردو کو مادری زبان کے طور پر بولنے والے حضرات کے ہاں بھی یہ روایت بڑی مضبوط ہے۔ ہندوستان کی نسبت پاکستان میں یہ صورت اب بدل رہی ہے اور ''اسکول'' کی بجائے ''سکول'' اور ''اسٹیشن'' کی بجائے ''سٹیشن'' لکھا جانے لگا ہے۔ یہی الفاظ ہم انگریزی جملوں میں الف کے بغیر بولتے ہیں اور اُردو میں استعمال کرتے ہوئے الف کا اضافہ کر دیتے ہیں۔ گویا ایک ہی لفظ بہ یک وقت اصل زبان (انگریزی) اور اردو میں دو مختلف طریقوں سے ادا کرتے ہیں۔ یہ دوہرا معیار نا قابلِ فہم ہے۔ اسکول، اسپیشل، اسٹیشن ، اسٹیشنری، اسٹاپ، اسٹیمپ یا اسٹامپ (مورّد اسٹام)، اسپیچ، اسپیکر، اسٹیج، اسٹیٹ، اسکینڈل، اسکرپٹ، اسکیم، اسکالر، اسکور، اسکوٹر، اسکوائر، اسپانسر، اسپورٹ، اسکاٹ، اسکین، اسکرین، اسکواڈ، اسٹارٹ، اسٹاف، اسٹریٹ، اسٹور، اسٹال، اسٹاک، اسکرٹ، اسٹوڈنٹ، اسپرنگ، اسکریو، اسکیٹنگ، اسٹار، اسمگلنگ، اسمگلر، اسپیڈ، اسپیلنگ، اسپرٹ، اسٹینڈ، اسٹینڈرڈ، اسٹک، اسٹیم، اسٹکر، اسٹڈی، اسٹرکچر، اسٹریچر، اسٹوو، اسٹوڈیو، اسٹیڈیم، اسٹرائیک، اسٹائل، اسٹیل، اسٹینوگرافر، اسپیشلسٹ، اسکیچ وغیرہ کو دیکھتے اور بولتے ہیں تو ان متغیر الفاظ کے

ساتھ اُنس کا کوئی تاثر پیدا نہیں ہوتا۔ سکواڈ (Squad) کو اِس کواڈ، سکریو (Screw) کو اِس کریو، سکیٹنگ (Skating) کو اِس کیٹنگ، سکین (Scan) کو اِس کین، سکوائر (Square) کو اِس کوائر، سکوٹر (Scooter) کو اِس کوٹر، سکور (Score) کو اِس کور، سکرین (Screen) کو اِس کرین، سکرپٹ (Script) کو اِس کرپٹ، سکینڈل (Scandal) کو اِس کینڈل، سکیم (Scheme) کو اِس کیم، سکالر (Scholar) کو اِس کالر اور سٹرکچر (Structure) کو اِس ٹرکچر ادا کرنا جہاں مشکل ہے وہاں صوتی لطافت بھی مجروح ہوتی ہے۔

ان الفاظ کو ''یں'' اور ''وں'' سے جمع بنا کر مثلاً سکیمیں، سکیموں، سٹیجوں، سکولوں، سٹالوں، سمگلروں، سٹیشنوں، سپیکروں وغیرہ بولیں اور لکھیں تو ترکیب کے اعتبار سے یہ اپنی اصل زبان کی بجائے اُردو کے بن جاتے ہیں مگر پھر بھی الف سے لکھنے کے حامی بڑے التزام سے اسکیمیں، اسکیموں، اسٹیجوں، اسکولوں، اسٹالوں، اسمگلروں، اسٹیشنوں، اسپیکروں وغیرہ لکھتے اور بولتے ہیں۔

اردو میں مستعمل عربی کے دو لفظ ''سلیم'' اور ''سقیم'' اُردو میں مستعمل انگریزی کے دو لفظوں سکیم (Scheme) اور سٹیم (Steam) کے ہم وزن اور ہم آواز ہیں۔ سلیم اور سقیم کو اردو میں بولتے ہوئے ان کے پہلے حرف ''س'' پر شعوری طور پر کوئی اعراب پیشِ نظر نہیں ہوتا۔ S (ایس) سے شروع ہونے والے لفظ پر الف کا اضافہ کرنے کے حامیوں سے نہایت ادب سے استفسار ہے کہ وہ سلیم اور سقیم کی بجائے اسلیم اور اسقیم لکھنے کو جائز کیوں نہیں سمجھتے؟ یقیناً جواب یہی ہوگا کہ الف تو سلیم اور سقیم کا جزو ہی نہیں۔ یہ اصل میں عربی زبان کے لفظ ہیں اور ایسا کرنے سے زبان بگڑ جائے گی۔ میرا یہ سوال ہے کہ اردو میں مستعمل سکیم اور سٹیم کے شروع میں الف کا اضافہ کرنے سے کیا ان کا لسانی مزاج نہیں بگڑے گا؟ اسی طرح سٹیل (Steel) کے ہم وزن اور ہم آواز سبیل اور ثقیل ہیں۔ کیا ان کے شروع میں بھی الف کا اضافہ کیا جائے گا؟ میرے خیال میں اردو زبان میں سہولت اور کشادگی پیدا کرنے کے لئے ایسی پابندی کو دور کرنا ازبس ضروری ہے۔

باعثِ دل آزاری محاورات اور ان کا پس منظر

اُردو زبان و ادب میں بعض محاورات اور الفاظ و تراکیب تاریخی، مذہبی اور نظریاتی پس منظر کے حوالے سے وضع کر لیے گئے ہیں۔ ان میں سے کچھ تو ایسے ہیں جن کا بولنا، لکھنا اور شایع کرنا

دینی اور شرعی اعتبار سے قطعی غیر مناسب ہے۔ کچھ الفاظ وتراکیب اور محاورات کے استعمال سے نام ور تاریخی مسلم شخصیات کی کردار کشی ہوتی ہے۔ بدقسمتی سے ان میں سے کچھ الفاظ ومحاورات ملّی وحدت کو پارہ پارہ کرنے کے درپے ہیں۔ یوں تو ایسے دل آزار الفاظ ومحاورات کی فہرست طویل ہے مگر چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں:

ا۔ جنم جنم کا ساتھ دینا

اس محاورے کا مفہوم ہے وفاداری کو مرتبۂ کمال تک پہنچانا۔ لیکن محاورے کے الفاظ اور اس کی ترکیب میں ہندوؤں کے آواگون کے مذہبی نظریے کو واضح کرنے کی سعی کی گئی ہے۔ دراصل یہ عقیدۂ تناسخ (Transmigration of soul) کا اظہار ہے۔ یہ اسلامی نظریۂ حیات و ممات اور آخرت کی ضد ہے۔ اُردو ادب میں اس کے استعمال سے ایک مشرکانہ اور کافرانہ نظریے کی ترویج ہوتی ہے جس کا عام اردو بولنے والے ادراک نہیں رکھتے۔

۲۔ بربریت

یہ اصطلاح نام ور مسلم جرنیل یوسف بن تاشفین، جن کا تعلق بربر قبیلے سے تھا، کے اسلامی اور عسکری تشخص کو مجروح کرتی ہے۔ اس بہادر جرنیل نے صلیبیوں کے خلاف بہت کامیابیاں حاصل کیں اور انھیں ہزیمت سے دوچار کیا۔ اس کی جدوجہد آزادی اور عسکریت کو ظلم وتشدّد ثابت کرنے کے لئے انگریزی میں بربرازم کی اصطلاح عام کی گئی۔ پھر بدنیتی کی بناء پر اسے اردو زبان وادب میں داخل کر دیا گیا۔ ہمارے لسانیات کے عالموں کو اس میں چھپی مغربی بدنیتی کو سمجھنا چاہیے تھا مگر ایسا نہیں کیا گیا۔

۳۔ یہ حُبِ علیؓ نہیں بغضِ معاویہؓ ہے

اس ترکیب ومحاورے کا پس منظر اتنا واضح ہے کہ تفصیل میں جانے کی چنداں ضرورت نہیں۔ باہمی منافرت کو ہوا دینے اور ملّی یک جہتی کو پارہ پارہ کرنے میں ایسے ہی محاورات اور الفاظ وتراکیب تیر بہ ہدف ثابت ہوتے ہیں۔ ستم بالائے ستم یہ کہ اس محاورے کو ادا کرتے ہوئے اِن جلیل القدر ہستیوں کا احترام بھی ملحوظ خاطر نہیں رکھا جاتا۔ اِس قسم کے محاورات سے تاریخِ اسلام کے تنازعات کو ہوا ملتی ہے۔

۴۔زید،عُمر اور بکر

یہ تینوں مقدس نام عام طور پر مثال دینے کے لئے استعمال کیے جاتے ہیں۔مثلاً میں کسی زید بکر یا عمر کو نہیں جانتا۔اس سے چار جلیل القدر صحابہ کے تشخص کو مجروح کرنے کی مذموم کوشش کی جاتی ہے۔زید سے دو عظیم المرتبت ہستیاں مراد ہیں،ایک حضرت زیدؓ بن حارثہ جو اوّلون وسابقون میں شامل ہیں اور رسول اللہ ﷺ سے ان کی قربت مسلّمہ ہے۔دوسرے حضرت زیدؓ بن ثابت انصاری جو جمع وتدوین قرآن کے مرکزی کردار ہیں۔گویا ایک تیر سے دو شکار کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔عُمر سے مراد خلیفۂ ثانی حضرت عمر فاروقؓ اور بکر سے مراد خلیفۂ اوّل حضرت ابوبکر صدیقؓ ہیں۔

بچوں کی تعلیم وتربیت کے حوالے سے بھی ایسی دل آزار مثالیں ہمارے سامنے آتی ہیں مثلا: زید کا حِصّہ ۱/۲،بکر کا حِصّہ ۱/۶ ،عمر کا حِصّہ ۱/۴ وغیرہ۔ ایسی مثالوں کے پیچھے اسلامی تشخص کو مجروح کرنے اور تفرقہ پھیلانے کا جذبہ ہی کارفرما ہوتا ہے۔ہمیں ایسی لسانی سازشوں سے ہوشیار رہنا چاہیے۔

۵۔عُمرُو عیّار

یہ کردار اردو ادب میں بچوں کے لئے لکھی گئی الف لیلوی کہانیوں میں اکثر ملتا ہے۔ اس کردار کو نہایت چالاک اور شاطر کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔اس کردار کو در پردہ فاتح مصر حضرت عمرؓو بن العاص کی طرف منسوب کیا جاتا ہے،جنھوں نے جنگِ صفین میں حضرت علیؓ کے مقابلے میں حضرت امیر معاویہؓ کا ساتھ دیا۔انھی کی حکمت عملی سے حضرت معاویہؓ سیاسی میدان میں کامیاب رہے۔عَمرو (واؤ لکھی جائے گی لیکن پڑھی نہیں جائے گی) کو عُمرُو میں تبدیل کر کے نام کو بگاڑا گیا ہے اور حقارت ظاہر کی گئی ہے۔

تخریبِ اردو میں ثقافتی یلغار کا کردار

غیر ملکی ثقافتی یلغار نے جہاں نوجوان نسل کے اخلاق وکردار پر مضر اثرات ڈالے ہیں وہاں اُردو زبان کے خالص پن کو بھی مجروح کیا ہے۔غیر ملکی فلموں اور ڈراموں میں بولے جانے والے مکالمے،فقرے اور الفاظ من وعن اختیار کرنے میں کوئی قباحت محسوس نہیں کی جارہی ہے۔ نوجوانوں کو چھوڑیے،بچے بھی بہن کو دیدی،ماں کو ماتا،خیال کو کھیال،غزل کو گجل،بیوی کو پتنی،بہنوئی

کو جیجا جی، حسین اور خوب صورت کو سُندر کثرت سے بول رہے ہیں۔افسوس کا مقام ہے کہ ملکی نشریاتی اداروں میں بیٹھے کئی ماہرین اور اینکر پرسن قومی زبان کو پسِ پشت ڈالتے ہوئے ایسے الفاظ اور محاورات بولتے رہتے ہیں۔اگر بحیثیت قوم اس ثقافتی یلغار کو نہ روک سکے تو ہم جہاں یہ ثقافتی جنگ مکمل طور پر ہار جائیں گے وہاں اپنی قومی زبان اُردو کے خالص پن سے بھی ہاتھ دھو بیٹھیں گے۔

حاصلِ کلام

اس ذولسانیاتی کاوش سے اردو میں مستعمل کئی الفاظ و تراکیب اور محاورات کے پس منظر کے بارے میں لسانیات وادبیات کے طلبہ کو ضرور آگاہی حاصل ہوگی۔اصلاحِ زبان و ادب کا شعور بڑھے گا۔الفاظ کا سفر جاری وساری رہتا ہے۔اس سفر میں جہاں ہیئت لفظی میں تبدیلی رونما ہوتی ہے،معنوی اعتبار سے بھی اس میں تنوّع پیدا ہو جاتا ہے۔ضرورت اس امر کی ہے کہ ہمیں الفاظ کی اصلیت اور معنوی و تشکیلی پس منظر سے آگاہی حاصل ہو۔میرا نقطۂ نظر بالکل واضح ہے کہ جن الفاظ کے اندر دوسرے عقائد و نظریات کا خبثِ باطن موجود ہو،ہمیں اُن پر غور کر کے اُن کے استعمال سے حتی الامکان گریز کرنا چاہیے۔

حواشی وحوالہ جات

۱۔ لویس معلوف یسوعی، المنجد (بیروت: المکتبہ الشرقیہ،۱۹۷۳ء)،ص۲۷
نیز دیکھیے: البستانی، الشیخ عبداللہ، **فاکھة البستان** (بیروت: المطبعة الامیر ۱۹۳۰ء)ص۱۴۰۳
۲۔ **فاکھة البستان**، ص۱۳۰ نیز دیکھیے: المنجد،ص۵۱
نیز دیکھیے: بلیاوی، مولانا عبدالحفیظ، **مصباح اللغات**، (کراچی: مدینہ پبلشنگ کمپنی،۱۹۸۲ء)، ص۴۷
۳۔ بحوالہ نیر، مولوی نورالحسن، نوراللغات، جلد سوم (لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز،۱۹۸۹ء)،ص۲۱۵
۴۔ عبدالمجید، خواجہ، جامع اللغات، جلد دوم (لاہور: اردو سائنس بورڈ،۲۰۰۵ء)،ص۱۱۴۳
۵۔ وارث سرہندی، قاموس مترادفات (لاہور: اردو سائنس بورڈ،۲۰۰۱ء)،ص۶۶۶
۶۔ مولوی فیروزالدین، فیروزاللغات (لاہور: فیروز سنز،۲۰۰۵ء)،ص۶۷
۷۔ شان الحق حقی، فرہنگِ تلفظ (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان،۱۹۹۵ء)،ص۸۵۰
۸۔ سیّد تصدق حسین رضوی، لغاتِ کشوری، باہتمام منشی نول کشور، مطبع اودھ اخبار، سن ندارد،ص۳۴۳
۹۔ ارشاد شاکر اعوان، ڈاکٹر، نعت دریچہ (فیصل آباد: مثال پبلشرز،۲۰۱۴ء)ص۱۰۹
۱۰۔ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان، ہمارا تلفظ (حیدرآباد سندھ،۱۹۹۹ء)ص۲۲
۱۱۔ المنجد،ص۲۸۵، نیز دیکھیے: **فاکھة البستان**،ص۵۷۱

اردو عربی لِسانی تعلق اور اِصلاحِ زبان وادب

زبانیں قوموں کے ارتقائی عمل سے بنتی اور بدلتی رہتی ہیں۔ جس طرح مختلف تہذیبیں اخذ وعطاء کے ہمہ گیر اصول پر مبنی ہیں، اُسی طرح زبانوں میں بھی یہی قاعدہ جاری وساری ہے۔ اسرائیل میں جو زبان بولی جاتی ہے، بزعم خویش وہ عبرانی زبان ہے، لیکن صدیوں کے مسلسل تغیر کی وجہ سے موجودہ عبرانی زبان کا اُس عبرانی زبان سے کوئی علاقہ نہیں جو انبیائے بنی اسرائیل کے زمانے میں بولی جاتی تھی۔ انگریزی زبان آج پوری دنیا میں علمی، سائنسی، سیاسی اور معاشی حیثیت سے مسلمہ ہے لیکن چھ صدیاں پیشتر انگریزی شاعری کے باوا آدم چاسر (Chaucer) [۱] کی انگریزی آج مشکل ہی سے سمجھی جاتی ہے۔ اُردو زبان دنیا میں کثرت سے بولی جانے والی زبانوں میں سے ایک ہے، لیکن صرف تین صدیاں پیشتر ولی دکنی [۲] جس کی اُردو شاعری میں وہی حیثیت ہے جو انگریزی میں چاسر کی اور فارسی میں رودکی [۳] کی، اس کا محاورہ بھی آج متروک ہو چکا ہے۔

یہ حقیقت بھی مسلمہ ہے کہ عربی زبان، جس کا زمانہ پندرہ سو برس سے زاید ہی ہے، ہمارے دینی اور ادبی لٹریچر کی حامل چلی آ رہی ہے۔ قیامت تک اس میں کوئی تغیر وتبدل نہیں ہوگا۔ اس اُمّ الالسنہ کے اصول وقواعد، جو ظہور اسلام سے بھی پہلے سے چلے آ رہے ہیں، قیامت تک قابلِ عمل، مسلمہ اور طے شدہ رہیں گے۔ قرآن کا یہ ایک عظیم معجزہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے ہمیشہ کے لئے لفظی اور معنوی تحریف سے محفوظ کر دیا۔ [۴] اسی وعدۂ خداوندی کے طفیل عربی زبان بھی ہمیشہ کے لئے محفوظ ہوگئی۔

اُردو زبان جو چند صدیاں قبل وجود میں آئی، لسانی انجذاب کا عمل اس میں جاری وساری

ہے۔اُردو، جواپنے نام ہی سے ظاہر ہے،[۵] کئی زبانوں کے اختلاط وانجذاب سے وجود میں آئی۔ اس میں زیادہ تر الفاظ برعظیم پاک و ہند کی مقامی زبانوں سے درآئے۔اس کے علاوہ کچھ غیر ملکی زبانوں مثلاً انگریزی کا بھی اس پر اثر ہے[۶] لیکن اُردو زبان کے اصول وقواعد کے مکمل ڈھانچے اور اس میں مستعمل خوب صورت الفاظ وتراکیب نے عربی اور فارسی کی کوکھ سے جنم لیا ہے۔اگر ان خوب صورت الفاظ وتراکیب کونکال لیا جائے تو اردو کا دامن اگر خالی نہیں، تنگ ضرور ہو جاتا ہے۔

اُردو میں بلند پایہ تحریر اور جدت پسند تخلیق کے لئے عربی زبان سے استفادہ ناگزیر ہے۔صحیح اُردو لکھنے اور بولنے کے لئے اُردو میں مستعمل عربی الفاظ کے تلفظ سے بہرہ ور ہونا بہت ضروری ہے۔عربی زبان سے گہرے تعلق کے باوجود اُردو دان غیر شعوری طور پر اکثر الفاظ کا تلفظ غلط کر جاتے ہیں۔تلفظ اور تراکیب کی غلطیوں پر کبھی سنجیدگی سے توجہ نہیں دی گئی۔ یہی وجہ ہے کہ ایسی غلطیوں کا امکان برقرار رہتا ہے۔

اَفعال اور اِفعال کے وزن پر الفاظ کے معانی میں فرق

تلفظ ہی کے بطن سے معانی پیدا ہوتے ہیں۔تلفظ کی غلط ادائی کا اثر صرف تلفظ تک محدود نہیں رہتا بلکہ معانی بھی کچھ کے کچھ ہو جاتے ہیں۔زیر زبر کے تغیر سے معنی میں زمین وآسمان کا فرق واقع ہو جاتا ہے۔مثال کے طور پر اِفعال اور اَفعال کے وزن پر آنے والے کچھ الفاظ کا یہ تقابل ملاحظہ کیجیے:

غلط تلفظ کے ساتھ بولے جانے والے الفاظ اور ان کے معانی	صحیح تلفظ اور ان کے معانی
اَحیاء (حیّ کی جمع، زندہ لوگ)	اِحیاء (زندہ کرنا، مثلاً اِحیائے اسلام)
اَلحاد (لحد کی جمع یعنی قبر)	اِلحاد (مُلحد ہونا، کفر کا ارتکاب کرنا)
اَنعام (نَعم کی جمع یعنی مویشی، جانور)	اِنعام (عطیہ، Reward)
اَعراب (اعرابی کی جمع یعنی عرب کے دیہاتی)	اِعراب (کسی اسم کے آخری حرف پر زیر زبر پیش لگانا)
اَبطال (بطل کی جمع یعنی بہادر لوگ)	اِبطال (مسترد کرنا، مثلاً کسی کے نظریات کا ابطال کرنا)
اَغواء (یہ اردو میں مستعمل نہیں ہے)	اِغواء (کسی کو دھوکے اور فریب سے بھگا لے جانا)

اَعلاء (یہ اردو میں مستعمل نہیں ہے)	اِعلاء (بلند کرنا، مثلاً اِعلائے کلمۃ الحق)
اَبلاغ (یہ اردو میں مستعمل نہیں ہے)	اِبلاغ (خیالات دوسرے لوگوں تک منتقل کرنے کا عمل)
اَبہام (یہ اردو میں مستعمل نہیں ہے)	اِبہام (معنی اور مفہوم میں اشتباہ)
اَفہام (فہم کی جمع)	اِفہام (سمجھانا، مثلاً اِفہام و تفہیم)
اَرسال (رَسل کی جمع اور معنی ہے۔ جماعت اور گلہ)	ارسال (بھیجنا)
اِلفاظ (لفظ بنانا، بولنا)	اَلفاظ (لفظ کی جمع)
اِحرار (گرم کرنا، حرارت مصدر سے)	اَحرار (حُر کی جمع یعنی آزاد لوگ)
اِحکام (مضبوط کرنا)	اَحکام (حکم کی جمع)
اِسلاف (قرض دینا)	اَسلاف (سلف کی جمع یعنی گزشتہ آباء واجداد)
اِجداد (تجدید کرنا)	اَجداد (جد کی جمع مثلاً آباء واجداد)
اِجزاء (تسلی دینا)	اَجزاء (جزو کی جمع)
اِخلاق (پرانا کرنا)	اَخلاق (خُلق کی جمع)
اِشعار (شعور اجاگر کرنا)	اَشعار (شعر کی جمع)
اِقدار (قادر ہونا رکرنا)	اَقدار (قدر کی جمع یعنی Value)
اِخبار (خبر دینا)	اَخبار (خبر کی جمع)
اِفکار (سوچنا، سُجھانا)	اَفکار (فکر کی جمع)

زیر اور زبر کے تغیر سے فاعل اور مفعول کا فرق

بعض ایسے الفاظ ہیں جن میں زبر اور زیر کے تغیر سے فاعل سے مفعول اور مفعول سے فاعل کے معنی ہو جاتے ہیں۔ درج ذیل مثالیں ملاحظہ کیجیے:

مُنتَظِر (انتظار کرنے والا)	مُنتَظَر[۷] (جس کا انتظار کیا جائے)
مُختَصِر (اختصار کرنے والا)	مُختَصَر (جس کا اختصار کیا جائے)

مُنتَشِر (پھیلانے والا)	مُنتَشَر (جس کو پھیلا دیا جائے)
مُشتَمِل (شامل کرنے والا)	مُشتَمَل (جس کو شامل کیا جائے)
مُنتَخِب (انتخاب کرنے والا)	مُنتَخَب (جس کا انتخاب کیا جائے)
مُعتَبِر (اعتبار کرنے والا)	مُعتَبَر (جس کا اعتبار کیا جائے)
مُحتَرِم (احترام کرنے والا)	مُحتَرَم (جس کا احترام کیا جائے)
مُعتَرِف (اعتراف کرنے والا)	مُعتَرَف (جس کا اعتراف کیا جائے)
مُحتَسِب (احتساب کرنے والا)	مُحتَسَب (جس کا احتساب کیا جائے)

کچھ الفاظ ایسے ہیں جن کو غلط ادا کرنے سے معنی میں تو کوئی تغیر پیدا نہیں ہوتا لیکن ان کا تلفظ عجیب اور غیر مانوس ضرور ہو جاتا ہے۔ درج ذیل مثالیں ملاحظہ کیجیے۔

غلط تلفظ کے ساتھ	صحیح تلفظ کے ساتھ
عَفُو (Afoo)	عَفْو (معاف کرنا) بروزن لفظ اور لغو۔ عَفْو مصدر ہے اور عَفُوٌّ اسم مبالغہ۔ ایک مسنون دعا میں یہ دونوں لفظ آئے ہیں۔ ''اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعفُ عَنّیِ'' (اے اللہ! بے شک تو بہت زیادہ معاف کرنے والا ہے۔ تو معاف کرنا پسند کرتا ہے پس مجھے معاف کردے)
غُلُو (Ghuloo)	غُلْو (Ghulw) (مبالغہ آرائی کرنا)
سَھُو (Sahoo)	سَھْو (Sahw) (بھول چوک)
ھَجُو / ھِجُو (Hijoo/Hajoo)	ھَجْو (Hajw) بروزن لفظ اور لغو (نظم میں کسی کی برائی بیان کرنا)

تلفظ پر مقامی لہجے کا اثر

مقامی لہجے (Local Dialect) کا بھی اُردو الفاظ کے تلفظ پر گہرا اثر پڑتا ہے۔ بعض لوگ اپنے مقامی لہجے کی پختگی کی بنا پر کوشش کے باوجود اُردو کے کچھ حروف کا مخرج صحیح طور پر ادا نہیں کر پاتے۔ مثال کے طور پر بعض علاقوں میں ''ع'' کو ''ح'' میں تبدیل کر دیا جاتا ہے۔

صحیح تلفظ کے ساتھ	غلط تلفظ کے ساتھ
معلوم شعور مُعلِم شعبان	محلوم شحور محلم شحبان

بعض خاص علاقوں کے لوگ الفاظ کی ادائی میں نہ چاہتے ہوئے بھی اِمالہ کی کیفیت پیدا کر لیتے ہیں۔ مثلاً اَب، کَب، جَب کو ایک خاص علاقے کے لوگ اَیب(Eb)، جیب(Jeb) اور کیب(Keb) وغیرہ ادا کرتے ہیں۔

عَمرو کی واوِ زاید کا غلط استعمال

ہم اُردو بولنے والوں پر عربی زبان کا یہ احسان ہے کہ اس نے ہمیں اُردو کے لئے بیش بہا ذخیرۂ الفاظ دیا ہے لیکن ہم نے اس احسان کا بدلہ عربی کو یہ دیا کہ صبح وشام اس کے الفاظ کو بگاڑ کر بولتے ہیں۔ یہ بات عام مشاہدے کی ہے کہ اکثر پڑھے لکھے لوگ عَمرو کی واو کو غلط طور پر پڑھتے ہیں۔ یہ واو عُمر اور عَمر میں فرق کرنے کے لئے عَمر کے آخر میں لکھی جاتی ہے لیکن پڑھی نہیں جاتی۔ اسے واوِ زاید کہتے ہیں۔ چند مثالیں ملاحظہ کیجیے:

صحیح تلفظ کے ساتھ		غلط تلفظ کے ساتھ
(واو لکھی جائے گی لیکن تلفظ میں نہیں آئے گی)	عَمرو بن العاص[8]	عُمرُو بن العاص
(ایضاً)	عَمرو بن ہشام[9]	عُمرُو بن ہشام
(ایضاً)	عَمرو بن عبدوَد[10]	عُمرُو بن عبدوَد
(ایضاً)	عَمرو بن معدی کرب[11]	عُمرُو بن معدی کرب

یائے معروف (ی) پر الف مقصورہ کے نہ پڑھنے سے تبدیلیٔ معانی

اُردو میں مستعمل عربی کے ایسے اسماء (فاعل) بھی ہیں جن کے آخر میں یائے معروف (ی) پر اگر الف مقصورہ یعنی کھڑی زبر لگا دی جائے تو وہ فاعل سے مفعول بن جاتے ہیں۔ اکثر لوگ

اس مفعول کے الفِ مقصورہ کا لحاظ نہیں کرتے جس سے مفعول کی بجائے فاعل کے معنی بن جاتے ہیں۔ چند مثالیں ملاحظہ کیجیے:

غلط تلفظ کے ساتھ بولے جانے والے الفاظ اوران کے معانی	صحیح تلفظ اور معانی
مُغوِی (اغوا کرنے والا) یہ اسم فاعل مذکر ہے	مُغوٰی (جسے اغوا کیا گیا) یہ اسم مفعول مذکر ہے۔
مُتوَفِّی (وفات دینے والا یعنی مارنے والا) یہ اسم فاعل مذکر ہے۔	مَتوَفّٰی (جسے وفات دے دی گئی یعنی مرنے والا) یہ اسم مفعول مذکر ہے۔
مُسَمِّی: (نام رکھنے والا) یہ اسم فاعل مذکر ہے۔	مُسَمّٰی: (جس کا نام رکھا گیا) یہ اسم مفعول مذکر ہے۔

مذکورہ بالا مذکر الفاظ کی تانیث (مؤنث) بالترتیب درج ذیل طریقے سے ہوگی۔

مُغوِیَہ: (اغوا کرنے والی) یہ اسم فاعل مؤنث ہے۔	مُغوَاۃ: (جس عورت کو اغواء کیا جائے) یہ اسم مفعول مونث ہے۔
مُتوَفِّیَہ: (وفات دینے والی یعنی مارنے والی) یہ اسم فاعل مونث ہے۔	مُتوَفّاۃ: (جس عورت کو وفات دی جائے یعنی مرنے والی) یہ اسم مفعول مونث ہے۔
مُسَمِّیَہ: (نام رکھنے والی) یہ اسم فاعل مونث ہے	مُسَمَّاۃ: (جس عورت کا نام رکھا گیا) یہ اسم مفعول مونث ہے۔

دو اسلامی مہینوں اور انجیل کی ایک کتاب کے نام بھی اسی طرح غلط بولے اور لکھے جاتے ہیں:

غلط تلفظ	صحیح تلفظ
جمادِی الاول جمادِی الثانی	جُمادیٰ الاُولیٰ (۱۲) جُمادیٰ الاُخریٰ (۱۳)
مَتِّی (انجیل کی کتاب)	مَتّٰی، بروزن حتّٰی، شَتّٰی

سِوا اور علاوہ کے استعمال میں غلطی

نشر و اشاعت میں آج کل ''سوا'' اور ''علاوہ'' کے استعمال میں رائج غلطی کا مسلسل اعادہ ہو رہا ہے۔ بعض سکہ بند اہلِ زبان اور معروف ادیب اور صحافی بھی لکھنے اور بولنے میں اس غلطی کو

دہرا رہے ہیں۔سوا کی جگہ علاوہ اور علاوہ کی جگہ سوا کا استعمال بڑی لاپروائی اور بےاحتیاطی سے ہو رہا ہے جس سے عبارت کے معانی بدل کر رہ جاتے ہیں۔ دونوں لفظوں کا اصل مفہوم ایک دوسرے کے الٹ ہے۔سوا حرفِ اِستثناء ہے جس کے معنی ''اسے چھوڑ کر''، ''بغیر'' اور ''بجز'' کے ہیں۔سوا کے استعمال میں کسی ذات، چیز یا بات کی نفی مقصود ہوتی ہے مثلاً: اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں یعنی اللہ تو معبود ہے اُسے چھوڑ کر کوئی اور معبود نہیں ہے۔

علاوہ کے معنی ''اور بھی''، ''مزید'' اور ''بشمول'' کے ہیں۔''مزید برآں'' بھی علاوہ کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔انگریزی میں اسے Moreover کہتے ہیں۔اس جملے کو مثال کے طور پر دیکھیے:

''پیامِ مشرق میں فلسفے کے علاوہ شعریت بھی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے'' یعنی پیامِ مشرق میں فلسفہ تو موجود ہے مزید برآں اس میں شعری حُسن اور کمالِ جاذبیت کی بھی فراوانی ہے۔

سوا کو علاوہ اور علاوہ کو سوا کی جگہ غلط استعمال کرنے کی چند مثالیں موضوع کو واضح کرنے کے لئے مفید ثابت ہوں گی:

''اسلام کے علاوہ دیگر تمام ازم (نظام) کفر و شرک کی دعوت دیتے ہیں۔''

اس کا مطلب یہ نکلتا ہے کہ اسلام بھی اور دیگر تمام ازم بھی کفر و شرک کی دعوت دیتے ہیں (نعوذ باللہ)۔صحیح عبارت یوں ہونا چاہیے تھی:

''اسلام کے سوا دیگر تمام ازم کفر و شرک کی دعوت دیتے ہیں۔''

اسی طرح ایک اور فقرہ لیجیے: ''مرض الموت کے علاوہ ہر مرض کا علاج ہے''

اگر غور سے دیکھا جائے تو اس کا مفہوم یہ نکلتا ہے کہ مرض الموت کا بھی اور دیگر ہر مرض کا بھی علاج ہے۔حال آں کہ جملے کا مدعا یہ تھا کہ مرض الموت کو چھوڑ کر باقی ہر مرض کا علاج ہے۔

لہٰذا جملہ یوں ہونا چاہیے تھا: ''مرض الموت کے سوا ہر مرض کا علاج ہے۔''

اگر کسی محفل میں کوئی یہ کہے کہ میرے علاوہ سب احمق ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ خود بھی احمق ہے۔ یہاں ''علاوہ'' کی جگہ ''سوا'' کا محل ہے۔

اسمِ فاعل کے ساتھ یائے نسبت کا اِضافہ کرتے وقت غلطی کا ارتکاب

اُردو میں عام طور پر بول چال اور لکھتے وقت عربی قواعد کے مطابق اسم فاعِل کے ساتھ یائے نسبت کا اضافہ کیا جاتا ہے، مثلاً: قادِر سے قادِری، قاسِم سے قاسِمی، ہاشِم سے ہاشِمی، کاظِم

سے کاظمی، فاضِل سے فاضِلی، صابِر سے صابِری اور ناصِر سے ناصِری وغیرہ۔عربی میں یہ یائے نسبت مشدّ د (شد والی) ہوتی ہے لیکن اُردو میں ایسا نہیں ہوتا۔قاعدے کے مطابق اَلِف سے بعد والے یعنی تیسرے حرف کے نیچے کسرہ (زیر) آتی ہے لیکن ہمارے یہاں پڑھے لکھے لوگ بلکہ ادیب اور شاعر بھی عام طور پر اس کا التزام نہیں کرتے اور غلط تلفظ کرتے ہوئے قاسْمی (Qasmi)، ہاشْمی (Hashmi)، کاظْمی (Kazmi)، فاضْلی (Fazli)، صابْری (Sabri) اور ناصْری (Nasri) بولتے ہیں۔ انگریزی میں چوتھے حرف کے طور پر آئی (I) نہ لکھ کر غلطی کی جاتی ہے، حال آں کہ درست اس طرح ہے: Sabiri, Fazili, Qasimi, Qadiri, Kazimi, Nasiri وغیرہ۔

اُردو میں اِسم فاعل سے نسبت اور صفت کی کیفیت ظاہر کرنے کے لئے فاضِل، ناقِد، عارِف، قاتِل اور ظالِم وغیرہ سے فاضِلانہ، ناقِدانہ، عارِفانہ، قاتِلانہ اور ظالِمانہ بھی کہا جاتا ہے۔ اِن الفاظ کو بھی ادا کرتے وقت اَلِف سے بعد والے یعنی تیسرے حرف کے نیچے کسرہ (زیر) کا التزام نہیں کیا جاتا اور غلطی پر قائم رہتے ہوئے فاضْلانہ (Fazlana)، ناقْدانہ (Naqdana)، عارْفانہ (Arfana) وغیرہ ادا کیا جاتا ہے۔میرے مشاہدے کے مطابق کئی ادیب اور شاعر بھی اس غلطی کو دہراتے ہیں۔

اسی طرح اسم فاعل مونث کے وزن پر آنے والے اسماء مثلاً واسِطہ، ضابِطہ، رابِطہ، کامِلہ، فاصِلہ، عاجِلہ، خاتِمہ، ناظِرہ اور فاضِلہ وغیرہ کے تیسرے حرف کے نیچے زیر ناروا طور پر نہیں پڑھی جاتی۔غلط تلفظ کرتے ہوئے بغیر زیر کے واسُطہ، ضابُطہ، رابُطہ، کامُلہ، فاصُلہ، عاجُلہ، خاتُمہ، ناظُرہ، اور فاضُلہ پڑھا اور بولا جاتا ہے۔حاضِرین اور ناظِرین وغیرہ کو بھی حاضُرین اور ناظُرین بولا جاتا ہے۔

قرآنی الفاظ پر بچوں کے نام رکھنے کا غلط طریق

آج کل یہ رواج چل نکلا ہے کہ بچوں اور بچیوں کے نام بغیر کسی قرینے اور قاعدے کے قرآنی الفاظ پر رکھ دیے جاتے ہیں۔ایسا کرنے سے جہاں معنیٰ اور مفہوم معدوم ہو جاتے ہیں وہاں قرآن کی لفظی اور معنوی تحریف کا امکان بھی بڑھ جاتا ہے۔مشاہدے میں ایسے کئی نام آتے رہتے ہیں۔ایک طالبہ کا نام رضیّت (Raziyat) ہے۔نام کا معنیٰ پوچھا گیا تو اس نے قرآنی آیت کے حصے **رَضِیۡتُ لَکُمُ الاِسۡلَام دِیۡناً** (المائدہ:۳) کی طرف اشارہ کیا۔ایک طالب علم نے اپنا

نام حسنت(Hasnat) بتایا۔ نام کے معنٰی کے استفسار پر اس نے حَسُنَتْ مُرْتَفَقا (الکہف: ۳۱) اور حَسُنَتْ مُسْتَقَرّا (الفرقان: ۷۶) کی طرف توجہ دلائی۔ ایک طالب علم کا نام فابد(Fabad) ہے۔ اس کا دعویٰ ہے کہ یہ نام قرآنی آیات فَاعْبُدْہُ وَتَوَکَّلْ عَلَیْہ (ھُود: ۱۲۳) اور فَاعْبُدْنِیْ وَأَقِمِ الصَّلَاۃَ لِذِکْرِی (طٰہٰ: ۱۴) سے ماخوذ ہے۔ بچیوں کا رکھا جانے والا نام اِقرَا جو غلط طور پر اقراء (بابِ افعال کے وزن پر) لکھا جاتا ہے، بہت عام ہے۔ اس کی سند بھی قرآنی آیت اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ (العلق: ۱) سے لائی جاتی ہے۔ قرآنی افعال(Verbs) رَضِیَتْ (فعل ماضی)، حَسُنَت (فعل ماضی)، فَاعْبُدْ (فعل امر)، اِقْرَا (فعل امر) کو بگاڑ کر رضیّت(Raziyat)، حسنت(Hasnat)، فابد(Fabad) اور اقراء(Iqra) میں بدل دینا جہاں نام کی ہیئت اور وضع(Format) کی خلاف ورزی ہے وہاں قرآنی الفاظ کی لفظی و معنوی تحریف کے زمرہ میں بھی آتا ہے۔ اسی طرح خواتین کے لئے ایک مروّج نام ایشاء(Eisha) ہے جو اصل میں عشاء کی متغیّر صورت ہے۔ عشاء کا معنٰی رات ہے۔ صلوٰۃ العشاء کی ترکیب کے علاوہ یہ قرآنی حوالہ بھی پیش نظر ہے وَجَاؤُوا أَبَاھُمْ عِشَاء یَبْکُونَ (یوسف: ۱۶) عشاء کو ایشاء میں تبدیل کرنے کے پس منظر میں جہالت ہو یا جدّت پسندی، قرآن کی لفظی و معنوی تحریف کے زمرے میں ہی آئے گی۔

تذکیر و تانیث کے فرق سے افعل التفضیل کا دو مختلف لفظ بن جانا

اردو میں اَفعَلْ اور اس کی تانیث فُعْلیٰ کے وزن پر کافی الفاظ مستعمل ہیں۔ ان میں سے زیادہ تر افعل التفضیل (مذکر و مؤنث) کے معانی ایک ہی ہوتے ہیں مثلاً اعظم سے عُظمیٰ، اعلیٰ سے عُلیا، اوسط سے وُسطیٰ، اصغر سے صُغریٰ، اکبر سے کُبریٰ، اقرب سے قُربیٰ، ازہر سے زُہریٰ، انعم سے نُعمیٰ، اقصیٰ سے قصویٰ اور اَطیَب سے طُوبیٰ وغیرہ سبھی ہم معنی ہیں جب کہ کچھ کا معاملہ اس کے برعکس ہے مثلاً ''ادنیٰ'' کا معنٰی قریب ترین ہے اور اس کی مؤنث ''دنیا'' ہے۔ اردو میں ''ادنیٰ'' گھٹیا، کم قدر اور خفیف کے معنی میں مستعمل ہے جب کہ لفظ ''دنیا'' کرۂ ارضی، عالَم، جہان، موجودہ زندگی، دولت اور لوگوں کے معانی دیتا ہے۔

ہم شکل مگر غیر معنی الفاظ

تلفظ سے ناواقفیت کی بناء پر ہم شکل مگر غیر معنی الفاظ کا بے محل استعمال کور ذوقی اور

جہالتِ لسانی کا مضحکہ خیز نمونہ ہوتا ہے۔ ایک صاحب علم کی اس کم زوری کی تلافی کسی یونی ورسٹی کی اعلیٰ ترین ڈگری بھی نہیں کرسکتی۔ کچھ مثالیں ملاحظہ کیجیے:

غلط تلفظ کے ساتھ	صحیح تلفظ کے ساتھ
دعویٰ	دعوٰی: کھڑی زبر یا کی بجائے واؤ پر ہونی چاہیے۔ یہ قاعدہ ذہن نشین کرنے کے لئے قرآن کے پارہ ۲۷ میں سورۃ النجم کو دیکھنا اور پڑھنا ضروری ہے۔ اس میں تقریباً پچاس الفاظ ایسے آئے ہیں۔
قانوناً	قانونًا: دوزبریں الف کی بجائے ن پر آئیں گی۔ عربی مصادر پر تنوینِ فتحی (دوزبریں) لگانے کے لئے آخری حرف پر دوزبریں لکھ کر آخر میں الف کا اضافہ کیا جاتا ہے۔ صرف آخری ۃ اور ی کو اس قاعدے سے استثناء حاصل ہے۔ سورۃ الدھر، المرسلٰت اور النبا میں اس کی اتنی مثالیں ہیں کہ ان دوزبروں کے حوالے سے قرآن کو پڑھ لینے سے غلطی کا اعادہ نہیں ہوگا۔
مَن وعَن	مِن وعَن: (ہو بہو۔ حرف بحرف)
عَشرِ عشیر	عُشرِ عشیر: (دسویں حصے کا دسواں حصہ یعنی سواں حصہ، ذرا سا، رتی بھر)
مَعنُون کرنا	مُعَنوَن کرنا: (انتساب کرنا، To dedicate)
نقصِ اَمن	نقضِ اَمن: (امن کی حالت کو توڑنا)
غلُط	غلَط: (عربی میں اَلْغَلْطُ غَلَطٌ وَالغَلَطُ صَحِیْحٌ کہا جاتا ہے)
صحیی (صرف بولنے میں)	صَحِیح
اَدارہ	اِدارہ
اَزالہ	اِزالہ
اَضافہ	اِضافہ

مَثبت	مُثبت : (پایہ ثبوت تک پہنچی ہوئی بات،Positive) یہ اسم مفعول کا صیغہ ہے۔ بعض کج بحث یہ دلیل دیتے ہیں کہ مثبت کے نقیض منفی کے پہلے حرف میم پر زبر ہے۔اگر منفی کی میم پر پیش ہوتی تو مُثبت کہنا بجا ہوتا۔منفی اور مثبت دو مقابل لفظ ہیں لہٰذا دونوں کی میم پر زبر پڑھتے ہوئے مَثبت اور مَنفی کہا جائے گا۔
نِعمُ البدل	نِعمَ البدل: (بہت اچھا بدلہ)(۱۴)
اَستعفیٰ	اِستِعفاء (باب استفعال)
عَزُّ وجل	عَزَّ وَجَلَّ: (وہ یعنی اللہ معزز اور پر جلال ہوا)
اُساتذہ	اَساتِذہ: (استاد کی جمع)
اِفطاری	اِفطار
عاجزی واِنکساری	عجز واِنکسار
مَعشِیّت	معیشت:(Economy)
مَعیار	مِعیار
بدرجہ اُتم	بدرجہ اَتَم: (مکمل طور پر)
مُتنازِعَہ	مُتَنَازَع۔جس بات یا چیز کو وجہ نزاع بنالیا جائے (باب تفاعل سے اسم مفعول ہے)
تنازِعَہ	تَنَازُع (باب تفاعل) بروزنِ توازُن،تناسُب،تقابُل،تصادُم۔اسی سے تَنَازُع للبقاء کی اصطلاح تشکیل پائی ہے
فُضلا	فُضَلاء: (فاضل کی جمع)
اَمتحان	اِمتحان

وصول یا بی	وصولی
عَدُو	عَدُوّ
مَدْعُوْ	مَدْعُوّ
مدعوئین	مَدْعُوِّین
مُحُولہ	مُحَوَّلہ
مَحور	محور (اسم آلہ)
مخَیَّر	مخیّر
مُوَلَّد	مَولِد (پیدا ہونے کی جگہ)
مُوَقَّف	مَوقِف
لاَحق	لاحِق

باب مُفَاعَلَه کے وزن پر بولے جانے والے غلط الفاظ

غلط تلفظ کے ساتھ	صحیح تلفظ کے ساتھ
مَشَاعِرہ	مُشَاعَرہ
مَطَالِعه / مَطالِیه	مُطَالَعَه
مُباحِثه	مُبَاحَثَه
مَناظِرہ	مُناظَرَہَ
مُعاهِده	مُعاهَدَہ
مَشاهِرہ	مُشَاهَرَہ
مُبالِغه	مُبَالَغَه
مَطَالُبَه	مُطَالَبَه

مرکب اضافی میں تصرف

اُردو میں مستعمل فارسی قاعدے کی رُو سے مرکب اضافی کے پہلے حصے 'مضاف' کے آخری حرف کے نیچے زیر لگائی جاتی ہے۔ یہ زیر (کسرہ) اضافت ظاہر کرتی ہے مثلاً: معلّمِ اخلاق، کاتبِ تقدیر، تخریبِ زبان، اہلِ مدینہ، حلقۂ ادب وغیرہ۔

اردو میں یہ چلن عام ہوگیا ہے کہ مرکب اضافی کے بعض مضاف الیہ اسماء کے ساتھ ''ی'' کا اضافہ کر کے مرکب توصیفی کی ایک صورت بنادی جاتی ہے جو قواعد سے مطابقت نہیں رکھتی۔ مثالیں ملاحظہ کیجیے:

مرکب اضافی اصل قاعدے کے ساتھ	مرکب اضافی میں تصرف کے بعد کی صورت
جماعتِ اسلام	جماعتِ اسلامی
احکامِ شاہ	احکامِ شاہی
انتشارِ ذہن	انتشارِ ذہنی
علومِ مشرق	علومِ مشرقی
تہذیبِ مغرب	تہذیبِ مغربی
تہذیبِ نفس	تہذیبِ نفسی
تحلیلِ نفس	تحلیلِ نفسی
کلامِ نفس	کلامِ نفسی
یائے نسبت	یائے نسبتی

بعض تراکیب کو مرکب اضافی کے وزن پر لاکر مرکب توصیفی تصور کیا جاتا ہے۔ مثالیں ملاحظہ کیجیے:

فلسفۂ جدید	جدید فلسفہ
غزلِ مسلسل	مسلسل غزل
مرضِ لاعلاج	لاعلاج مرض
بلائے ناگہانی	ناگہانی بلا

بعض اسمائے فاعل کا غلط تلفظ

کچھ اسمائے فاعل مذکر ایسے بھی ہیں جن کے آخری حرف کو ''یا'' سے تبدیل کر کے جایا، آیا، چھایا اور گایا کے وزن پر غلط طور پر بولا جاتا ہے۔ اکثر پڑھے لکھے لوگ بھی اس غلطی کا اعادہ کرتے رہتے ہیں۔ کچھ مثالیں ملاحظہ کیجیے:

ضایِع سے ضایا

مائع سے مایا

شایِع سے شایا

واضح سے واضیا

مضارِع سے مضاریا

تَفَعُّل کے وزن پر آنے والے اسماء کے ساتھ ''ی'' کا اضافہ

اس وزن پر آنے والے اسماء کے ساتھ ''ی'' کا اضافہ عام طور پر نہیں کیا جاتا۔

مثلاً تصرف سے تصرفی، تحفظ سے تحفظی، تکبر سے تکبری، تسلط سے تسلطی وغیرہ استعمال نہیں کیا جاتا۔ لیکن بعض اسماء جن کے ساتھ پہلے ''ی'' کا اضافہ نہیں کیا جاتا تھا اور وہ ''ی'' کے بغیر ہی اپنے اصل معنوں میں استعمال ہوتے تھے، اب بڑے التزام کے ساتھ تصرف کر کے ''ی'' کا اضافہ کر دیا جاتا ہے۔ مثالیں ملاحظہ کیجیے:

تقرر (Appointment)	تقرری
تنزل (Demotion/Decline)	تنزلی
عدمِ توجہ (Lack of attention)	عدم توجہی
تمدن (Civilisation)	تمدنی (یہاں یائے نسبت ہے)

مضاف سے قبل ''ب'' کا غیر ضروری استعمال

مرکب اضافی کے پہلے حصے مضاف کے شروع میں ''ب'' کا غیر ضروری طور پر اضافہ

کر دیا جاتا ہے۔ حال آں کہ مضاف کے نیچے اضافت کی زیر بھی موجود ہوتی ہے۔ آج کل کچھ شعراء بھی اس غلطی کو دُہرا رہے ہیں۔ چند مثالیں ملاحظہ کیجیے:

غلط استعمال	درست استعمال
بوقتِ شام	وقتِ شام
بوقتِ مصیبت	وقتِ مصیبت
بوقتِ سحر	وقتِ سحر
بوقتِ مسرت	وقتِ مسرت
بروزِ حشر	روزِ حشر
بسوئے مکہ	سوئے مکہ
بسوئے مقتل	سوئے مقتل
بسوئے دار	سوئے دار
بسوئے ہدف	سوئے ہدف

باہم کے ساتھ ''ی'' کا اضافہ

اُردو میں مستعمل فارسی لفظ باہم (آپس میں) کے ساتھ ''ی'' کا اضافہ کر کے باہمی لکھنے اور بولنے کا رواج چل نکلا ہے۔ اساتذہ کے کلام میں سے اس کی کوئی سند نہیں ملتی، باہم ہی استعمال ہوا ہے:

ے
قوم مذہب سے ہے، مذہب جو نہیں، تم بھی نہیں
جذبِ باہم جو نہیں، محفلِ انجم بھی نہیں (اقبالؔ)

باہم کے ساتھ ''ی'' کا اضافہ کرنے کی کچھ مثالیں ملاحظہ کیجیے:

درست	غلط تصرف
باہم رضامندی	باہمی رضامندی
باہم رنجش	باہمی رنجش

باہم گفت گو	باہمی گفت گو
بقائے باہم	بقائے باہمی

ہم شکل اور ہم آواز الفاظ کی اِملائی اغلاط

ہم آواز مگر مختلف ہیئت اور مختلف معانی والے الفاظ کو لکھنے میں گڈ مڈ کر دیا جاتا ہے جس سے عبارت کا مفہوم بدل جاتا ہے۔ کچھ ایسے بھی الفاظ ہیں جو ہم شکل تو ہیں لیکن ہم آواز اور ہم معنی نہیں۔ کچھ مثالیں پیش کی جارہی ہیں۔

اَتَم: (عربی) نہایت مکمل	**اُتَّم**: (ہندی) اعلیٰ، عمدہ
اَجَلّ: (لام مشدد) جلیل القدر	اَجَل: موت
ادا: (عربی) پورا کرنا، بے باق کرنا	ادا: (فارسی) ناز، انداز، قرینہ، اسلوب
اِشکال: غیر واضح، مشکل	اَشکال: شکل کی جمع
اِعراب: زبر زیر پیش لگانا	اَعراب: عرب لوگ
اِقدام: پیش قدمی	اَقدام: قدم کی جمع
اَولیٰ: بہتر، بہت اچھا	اُولیٰ: پہلی (اوّل کی مونث)
بال: (فارسی) پرندہ، پَر	بال: (عربی) حال، شان، اطمینانِ خاطر
بسا: اکثر (مثلاً بسا اوقات)	بسا: بسنا سے فعل ماضی
بے باک: نڈر، بے خوف	بے باق: بقایا نہ رہنا
بیَت: گھر (جمع بیوت)	بَیت: شعر (جمع ابیات)
بِیت: بیت گیا۔ گزر گیا۔	بَیت: ایک قسم کی لچک دار لکڑی
چارا: مویشیوں کی خوراک	چارہ: تدبیر، علاج
حامی ہونا: حمایت کرنا، مددگار ہونا	ہامی بھرنا: ہاں کرنا، مان جانا
حرج: گناہ، نقصان، تنگی	ہرج: بدنظمی، فساد

حَسَب :نسل،خاندان	حَسْب : مطابق،بموجب
خاصّہ :خاصیت،فطری وصف	خاصا:ضرورت کے مطابق،مناسب
خَلقت :لوگ	خِلقت :پیدائش،فطرت
خَمس :پانچ	خُمس :پانچواں حصہ
خِیام :خیمہ کی جمع	خیّام :خیمہ دوز، فارسی شاعر کا نام
دار:(عربی) گھر	دار:(فارسی) پھانسی
رَقم :دولت	رَقم :لکھنا،نوشتہ
سُترہ :نمازی کے آگے کی آڑ	سترہ :ہندسہ ۱۷
سِحر :جادو	سَحر :صبح
سُرُور :خوشی	سَرَوَر :سردار،حاکم
سَموم :گرم اور زہریلی ہوا	سُموم :سم (زہر) کی جمع
سُوء :(عربی) بُرا	سُو :(فارسی) طرف
سَوا :برابر	سِوا :بغیر،بجز
شَمال :North	شِمال :بائیں طرف
شِہاب :ٹوٹا ہوا تارا	شَہاب :پانی ملا دودھ،سرخ رنگ
صَدور :جاری ہونا	صُدُور :صدر (سینہ) کی جمع
صَدیق :دوست	صِدّیق :نہایت سچا
ظَلام :اندھیرا	ظِلام :ظلمت کی جمع
عُبَیَد : چھوٹا غلام	عَبِید : عبد (غلام) کی جمع
عَدَن :بہشت کے باغات	عَدَن :حدودِ یمن میں ایک بندرگاہ
عَرْض :چوڑائی،التجا،درخواست	عَرَض : وہ چیز جس کا وجود دوسری چیز کے بغیر نہ ہو جیسے رنگ جو کپڑے کے بغیر ظاہر نہ ہو۔

عَشر :دس	عُشر :دسواں حصہ
عَقد : گرہ،نکاح	عِقد :لڑی، ہار
عُو د: خوش بودار لکڑی	عَو د: لوٹنا
غَر ور: دھوکے باز، شیطان، دنیا	غُر ور: تکبر، گھمنڈ
فِر اش: بستر مثلاً صاحبِ فراش	فَر اش: پروانہ، پتنگا
قَد ر: بڑائی، عزت	قَدَ ر: قسمت، مقدار
کمِیَّت : (کم سے بنا ہے) مقدار، تعداد	کُمَیت : سیاہی مائل سرخ رنگ کا گھوڑا
ما دہ: (دال غیر مشدّ د) عورت	ما دّہ: (دال مشدّ د) اصل، وجود، استعداد
مامور: مقرر کیا گیا، حکم دیا گیا	معمور: بھرا ہوا
مُبلِّغ :تبلیغ کرنے والا	مَبلَغ : مقدار
مُتَرَ تِّب :ترتیب دینے والا	مُتَرَ تَّب : ترتیب دیا ہوا
مُتَر جِم :ترجمہ کرنے والا	مُتَر جَم : ترجمہ کیا ہوا
مُتَعَلِّق :تعلق رکھنے والا	مُتَعَلَّق :جس سے تعلق رکھا گیا ہو
مَثَل : مثال (مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِی......البقرہ:۱۷)	مِثْل : مانند فَاتُوا بِسُوْرَةٍ مِنْ مِّثْلِهِ......البقرہ:۲۳)
مَجاز : حقیقت کی ضد	مُجاز :صاحبِ اجازت
مُحدِث : نئی بات نکالنے والا	مُحَدِّث :علم حدیث جاننے والا
مُقام :ٹھہرنا	مَقام :ٹھہرنے کی جگہ
مُقدَّمہ : دعویٰ، نالش	مُقدِّمہ: آغاز، ابتداء، واقعہ
مُقرِّر :تقریر کرنے والا	مُقرَّر :متعیّن
مُکلِّف :تکلیف دینے والا	مُکلَّف :پابند کیا گیا، تکلیف دیا گیا
مَلکہ : مہارت	مَلِکہ : حکمران خاتون، بادشاہ کی بیگم

مُلک: وطن (جمع ممالک)	مِلک: ملکیت (جمع املاک)
مَلِک: بادشاہ (جمع ملوک)	مَلَک: فرشتہ (جمع ملائک)
مُمتَحِن: امتحان لینے والا	مُمتَحَن: جس کا امتحان لیا جائے
مُنتَظِر: انتظار کرنے والا	مُنتَظَر: جس کا انتظار کیا جائے
مَیل: میلان، جھکاؤ	مَیل: گندگی
نذر: صدقہ، چڑھاوا، نیاز	نظر: نگاہ، بصارت، دھیان
نُقاط: نقطہ کی جمع	نِکات: نکتہ (لطیف بات) کی جمع
نَما: اگنا، بڑھنا، پھولنا پھلنا جیسے نشوونما	نُما: لاحقۂ فاعلی ہے۔ نمودن مصدر سے امر کا صیغہ جو کسی اسم کے بعد آ کر اسے اسم فاعل ترکیبی بنا دیتا ہے اور دکھانے والا، ظاہر کرنے والا کے معنی دیتا ہے جیسے قبلہ نما، بدنما، خوش نما وغیرہ
وطیرہ: خواہش پوری کرنا (عربی میں اس کا مادہ وطر ہے)	وتیرہ: عادت، دستور، شیوہ، روش، طریقہ (اس کا مادہ وَتَر ہے جس کا معنی ہے اکیلا۔ اسی سے تواتر اور متواتر یعنی پے در پے ہیں)
ہَجُوم: (ہ پر زبر) کثرت۔ بھیڑ	ہُجُوم: حملہ کرنا
ہَزّال: بہت مذاق اڑانے والا	ہُزال: دُبلا پن

تاریخی شخصیات کے ناموں کا غلط تلفظ اور املاء

کچھ صحابہ کرامؓ اور دیگر شخصیات کے ناموں کو غلط لکھا جاتا ہے اور ان کا تلفظ بھی صحیح ادا نہیں کیا جاتا۔ مثالیں ملاحظہ کیجیے:

غلط املاء اور تلفظ کے ساتھ	صحیح املاء اور تلفظ کے ساتھ
ابوایوب اِنصاری	ابوایوب اَنصاری (۱۵)
ابوذر غَفَّاری	ابوذر غِفاری (۱۶)
شرجیل	شُرَحبِیل (۱۷)

ثوبیہ	ثُوَیبہ[18]
وَحیہ کلبی/دَحیہ کلبی	دِحیہ کلبی(Dihya Kalbi)[19]
الہ دین	علاء الدین (دین کی بلندی) ۔ایک رائے یہ بھی ہے کہ یہ نام الہ دَین ہے یعنی اللّٰہ کی عطا۔
شَہَاب ۔ دودھ جس میں دو تہائی پانی ملا ہوا ہو۔ (بحوالہ المنجد اور مصباح اللغات)	شِہَاب ۔آسمانی تارا،شعلہ،تارا جو ٹوٹتا ہوا نظر آئے۔ (بحوالہ الحجر:۱۸،النمل:۷،الصافات:۱۰،الجن:۹)
یُونَس(Younas)	یُونُس(Younus)
یُوسَف(Yousaf)	یُوسُف(Yousuf)
ذِکریا	زَکَرِیاّ
مَلائکہ(مَلَک یعنی فرشتے کی جمع) عام طور پر لڑکیوں کا نام رکھا جاتا ہے۔	مُلَیکہ (Mulaika) یہ مَلِکہ کا اسمِ تصغیر ہے یعنی چھوٹی مَلِکہ ۔ معروف صحابی اور رسول ﷺ کے خدمت گار حضرت اَنَس ؓ کی والدہ محترمہ کا نام ہے۔ان کی کنیت اُمِّ سلیم تھی۔
سقیفہ بنی سَاعُدہ	سقیفہ بنی سَاعِدَہ
بَلال	بِلال (معروف صحابیٔ رسول ﷺ کا نام)
سنیا	صَنِیعہ

اسم مبالغہ فَعَّال کے وزن پر الفاظ کا غلط تلفظ

اُردو میں مستعمل کچھ الفاظ نام کے طور پر اسم مبالغہ فعاّل کے وزن پر آتے ہیں۔لوگ عام طور پر مبالغہ کی شد نہیں پڑھتے اور پہلے حرف پر زبر کی بجائے اس کے نیچے زیر پڑھتے ہیں جس سے معنی بدل جاتا ہے۔

غلط تلفظ اور معنی	صحیح تلفظ اور معنی
عِباد (بندے) عبد کی جمع	عَبّاد[20] (بہت زیادہ عبادت گزار)

خِطاب (خطبہ، گفتگو، اعزاز، ٹائٹل)	خَطّاب[۲۱] (بہت زیادہ تقریر کرنے والا، فصیح و بلیغ)
خِیام (خیمہ کی جمع)	خَیّام[۲۲] (بہت زیادہ خیمے بُننے والا)
لِسان (زبان)	لَسّان (فصیح الکلام، چرب زبان)

کنیت میں اَبُو کی غلط تاویل

یہ بات اکثر مشاہدے میں آتی رہتی ہے کہ اعلام (شخصیات) کی کنیت بیان کرتے وقت ابو کا معنی ہر مرتبہ باپ ہی لیا جاتا ہے جو قواعد اور معنی ہر دو اعتبار سے غلط ہے۔ مثلاً ابو ہریرہ کا معنی بلیوں کا باپ لیا جاتا ہے۔ یہ سنتے ہی کراہت اور قباحت کا احساس ہوتا ہے۔ ابوبکر کا معنی بکر کا باپ، ابوتراب کا معنی مٹی کا باپ، ابوحنیفہ کا معنی حنیفہ کا باپ اور ابولہب کا معنی لہب کا باپ، یہ سب معانی خلافِ حقیقت اور خلافِ واقعہ ہیں۔

کنیت کی قسمیں

کنیت دو قسم کی ہوتی ہے، نسبی اور وصفی۔ کنیت نسبی میں ابو کا معنی یقیناً ''باپ'' ہی ہوتا ہے جب کہ وصفی میں ابو کا معنی ''والا'' ہوتا ہے۔

کنیت نسبی کی مثالیں

ابوالبشر[۲۳] (انسانوں کا باپ) ابوالانبیاء[۲۴] (نبیوں کا باپ)
ابوالقاسم[۲۵] (قاسم کا باپ) ابوطالب[۲۶] (طالب کا باپ) ابوحفص[۲۷] (حفص کا باپ)

کنیت وصفی کی مثالیں

ابوبکر[۲۸] (جلدی اور پہل کرنے والا) ابوتراب[۲۹] (مٹی پر بیٹھنے والا)
ابوہریرہ[۳۰] (بلی کے بچوں سے شفقت کرنے والا) ابوحنیفہ[۳۱] (دین حنیف پر چلنے والا)
ابولہب[۳۲] (شعلے جیسے رنگ والا) ابوجہل[۳۳] (جہالت والا۔ ابوالحکم کی ضد)
ابوالحکم[۳۴] (حکمت و دانائی والا) ابوالاعلیٰ[۳۵] (اللہ سے نسبت رکھنے والا)
ابوالخیر[۳۶] (بھلائی والا) ابوالکلام[۳۷] (گفتگو اور بیان پر قدرت رکھنے والا)
ابوالبرکات[۳۸] (برکتوں والا) ابوالحسنات[۳۹] (نیکیوں اور بھلائیوں والا)

اُردو میں اِمالہ کا بے جا استعمال

اُردو زبان میں مستعمل کئی ایک عربی الفاظ کو بولتے وقت اِمالہ (الف کو ی کی طرف اور زبر کو زیر کی طرف جھکا کر ادا کرنا) کا بے جا استعمال کیا جاتا ہے۔[۴۰] کچھ الفاظ میں اِمالہ کی اجازت ہے مثلاً تورات کو توریت بھی ادا کیا جا سکتا ہے لیکن ہر لفظ کو ادا کرتے وقت امالہ نہیں کیا جا سکتا۔

لِسانی بگاڑ جس تیزی سے پنپ رہا ہے، خدشہ اور امکان ہے کہ انگریزی میں Ahmad اور Ahsan کے ہجے A کی بجائے E سے یعنی Ehmad اور Ehsan لکھے جائیں گے۔ راقم کے مشاہدہ میں اس کی کئی مثالیں ہیں۔ اردو کے ایک استاذ، احسن کے اَلِف کے نیچے زیر پڑھنے پر مُصِرّ ہیں۔ ایک اور استاذ جن کے نام کا لاحِقہ 'اِعتماد' ہے وہ 'اَیعتماد' بولتے ہیں اور انگریزی میں Aitmad لکھتے ہیں۔ کچھ پڑھے لکھے لوگ اس رائے کا اظہار کرتے ہیں کہ ناموں کے تلفّظ میں سہولت کے لئے اِمالہ جائز ہے اور یہ 'اُردویّت' کا تقاضا ہے۔ میں اس نقطۂ نظر کا حامی ہوں کہ ''اَفعَل'' (اسم تفضیل) کے وزن پر آنے والے ناموں کا لفظی تشخّص خراب نہ کیا جائے اور انھیں اِمالہ کے بغیر ہی بولا جائے۔ اَحمد اور اَحسن قرآنی الفاظ ہیں اور قرآن کی تلاوت کرتے وقت ہم یہ الفاظ اِمالہ سے ادا نہیں کرتے۔

بے جا اِمالہ کے ساتھ غلط تلفظ	درست تلفظ
ایحمد ایحسن	احمد احسن

جب کہ ان کے ہم وزن الفاظ مثلاً اکرم کو ایکرم، اسلم کو ایسلم، اکمل کو ایکمل، اجمل کو ایجمل، اشرف کو ایشرف، انور کو اینور، اصغر کو ایصغر، امجد کو ایمجد اور اکبر کو ایکبر نہیں بولا جاتا۔

بے جا اِمالہ کے ساتھ غلط تلفظ	درست تلفظ
میجبوب	محبوب
میحفوظ	محفوظ
میحکوم	محکوم

جب کہ ان کے ہم وزن الفاظ مثلاً منظور کو مینظور، مقبول کو میقبول، مجبور کو میجبور اور

منشور کو مینشور نہیں بولا جاتا۔

بے جا اِمالہ کے ساتھ غلط تلفظ	درست تلفظ
اَیحکام	اَحکام
اَیحترام	اِحترام
اَیحرام	اِحرام
اَیحساس	اِحساس
سورت اَیعراف	سورت اَعراف
سورت اَیحزاب	سورت اَحزاب
سورت کیَہف	سورتِہ کَہف
سورت نیَحل	سورت نَحل
اَیعتکاف	اِعتِکاف
بیَحر	بَحر (سمندر، دریا۔ اس کا اسم تصغیر بُحَیرہ ہے)
بیَحث	بَحث
وَیحشت	وحشت
وَیحشی	وحشی
اَیعزاز	اِعزاز

بابِ اِستِفعال کے وزن پر الفاظ کا غلط تلفظ

غلط تلفظ کے ساتھ	صحیح تلفظ کے ساتھ
اِستَبداد	اِستِبداد (مطلق العنانی اختیار کرنا)
اِستَخراج	اِستِخراج (باہر نکال لانا)
اِستَقبال	اِستِقبال (خیر مقدم)
اِستَغفار	اِستِغفار (بخشش چاہنا)

اِستَصواب	اِستِصواب (رائے دریافت کرنا)
اِستَدلال	اِستِدلال (دلیل لانا)
اِستَشہاد	اِستِشہاد (شہادت طلب کرنا)
اِستَفہام	اِستِفہام (پوچھنا،فہم حاصل کرنا)
اِستَدعاء	اِستِدعاء (درخواست کرنا)
اِستَغناء	اِستِغناء (بے پرواہونا)

غلط تلفظ کے ساتھ متفرق الفاظ

اب کچھ ایسے مختلف اور متفرق الفاظ پیش کیے جاتے ہیں جن کا تلفظ عام طور پر غلط کیا جاتا ہے اور کچھ ایسے الفاظ ہیں جن میں لفظی تحریف کر کے انھیں غلط کر دیا جاتا ہے۔

غلط تلفظ کے ساتھ	صحیح تلفظ کے ساتھ
حقِ عُود (عُود لکڑی کو کہتے ہیں)	حقِ عَود (واپسی کا حق۔Lien)
مُبلَغ دس روپے	مَبلَغ دس روپے (مبلغ اسم ظرف ہے جس کا معنی ہے پہنچنے کی حد)
خط وخال Features۔(خط وخال زمین کے ہوتے ہیں۔)	خدوخال (Features۔(خدوخال محبوب کے ہوتے ہیں)
خطِ اُستوا	خط اِستِواء (Equator) یہ باب افتِعال ہے
صحابہ اکرام	صحابہ کرام (کرام کریم کی جمع ہے)
مشائخ عُظام	مشائخ عِظام (عظام عظیم کی جمع ہے)
مُحبّت (مُحَبَّۃٌ۔مُحَب کی تانیث ہے یعنی محبوبہ۔یہ اسم مفعول ہے)	مَحبّت (Love)۔یہ مصدر ہے۔ وَالقَیتُ عَلَیکَ مَحَبَّۃً مِّنیّ (طٰہٰ:۳۹)
مُشَقّت	مَشَقّت
مُذَمّت	مَذَمّت
مُرَمّت	مَرمّت (محبت،مشقت،مذمت،مرمت کو عربی میں مصدرِمیمی کہا جاتا ہے)

غلط	صحیح
صوفیا	صوفیّہ ۔ منسوب بہ اہل الصُّفّہ (تاہم صوفیائے کرام کی اصطلاح کثیر الاستعمال ہو چکی ہے)
برقعہ	برقع
موقعہ	موقع
وارُ دات	وارِدات
سیدھا سادا	سیدھا سادھا (سادھا پہلے لفظ سیدھا کا تابع مہمل ہے نہ کہ کوئی مستقل الگ لفظ)
فوتید گی	وفات
ان سِلا کپڑا	بِن سلا کپڑا
واقف کار (اس ترکیب کا مطلب ہے ہنر جاننے والا، کاری گر)	واقف (اس کا معنی ہے شناسا، آشنا)
خونی رشتہ (خونی کا معنیٰ ہے قاتل، ظالم اور سفاک)	خونیں رشتہ (خونیں کا مطلب ہے خون سے نسبت رکھنے والا)
بُرا منانا	بُرا ماننا ع: سچ کہہ دوں اے برہمن گر تو بُرا نہ مانے (اقبال)
بمطابق	مطابق (مثلاً ۱۵/ جولائی ۱۹۷۲ء مطابق ۱۳۹۱ھ)
بالمقابل	مقابل (مقابل ہے آئینہ)
اعلانیہ	علانیہ
پرواہ	پروا
گھرانہ	گھرانا
ٹھکانہ	ٹھکانا
سمجھوتہ	سمجھوتا
بھروسہ	بھروسا
ناتہ	ناتا
پتہ	پتا
جَہاد	جِہاد

حواشی وحوالہ جات

۱۔ چاسر، جیوفرے (Chaucer, Geoffrey) (۱۳۴۰ء - ۱۴۰۰ء) انگریزی شاعری کا باوا آدم۔ ۱۳۶۹ء میں شاعری شروع کی۔ پورے انگلستان میں دھوم مچ گئی۔اس کی نظموں کا انگلستان کے لوگوں پر وہی اثر ہوا جو اٹلی میں دانتے کی نظموں کا ہوا۔

۲۔ ولی دکنی، شمس الدین محمد (۱۶۴۳ء - ۱۷۰۷ء) اُردو کے نام ور شاعر ہیں۔اورنگ آباد دکن میں پیدا ہوئے۔اُردو شاعری میں ان کی وہی حیثیت ہے جو انگریزی میں چاسر کی اور فارسی میں رودکی کی۔

۳۔ رودکی، ابوعبداللہ جعفر بن محمد (۸۷۳ء - ۹۴۰ء) فارسی شاعر، سمرقند کے علاقہ رودک میں پیدا ہوا۔فارسی شاعری کا ابوالآباء سمجھا جاتا ہے۔آخری عمر میں بصارت سے محروم ہو گیا۔

۴۔ **انانحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون (الحجر-۹)**

۵۔ ''اُردو'' ترکی زبان میں لشکر گاہ کو کہتے ہیں۔چوں کہ یہ زبان فوجی ضرورت کے تحت مختلف مقامی بولیوں سے مل کر بنی اس لئے اسے اُردو کا نام دیا گیا۔(دیکھیے آزاد، مولانا محمد حسین، آبِ حیات (لاہور: ارسلان بکس، سن ندارد) ص ۳۰

۶۔ انگریزی کے بہت زیادہ الفاظ اُردو زبان کا حصہ بن چکے ہیں مثلاً سکول، سوسائٹی، کلاس وغیرہ۔

۷۔ علامہ اقبال کا مشہور شعر ہے: کبھی اے حقیقت منتظر نظر آ لباس مجاز میں
کہ ہزاروں سجدے تڑپ رہے ہیں مری جبینِ نیاز میں

۸۔ عَمرو بن العاص، مشہور صحابیٔ رسولؐ، مشہور جرنیل، فاتح مصر، روم اور شام۔ ۶۶۴ء میں مصر میں وفات پائی۔

۹۔ عمرو ابن ہشام ابن مغیرہ مخزومی (۵۵۳ء-۶۲۳ء) اسلام کا بدترین دشمن، دین اسلام سے استہزاء کرنے والا۔اہلِ ایمان کو ہر وقت دکھ اور تکلیف پہنچانے کی فکر میں رہتا۔جاہلیت میں اس کنیت ابوالحکم تھی۔رسولِ اکرم ﷺ نے اس کے کرتوتوں کے پیش نظر اسے ابوجہل کا خطاب دیا۔غزوۂ بدر میں دو انصاری نوجوانوں معاذؓ اور معوذؓ کے ہاتھوں مارا گیا۔

۱۰۔ عَمرو بن عبدوَد، عرب کا مشہور پہلوان اور شہ زور، غزوہ خندق کے موقع پر خندق کو عبور کیا۔حضرت علیؓ کے ہاتھوں واصل جہنم ہوا۔

۱۱۔ عَمرو بن معدی کرب (۵۴۲ء-۶۴۱ء) دورِ جاہلیت کا نامور شاعر، شہسوار اور مقرر۔ اسلام قبول کیا لیکن مرتد ہوگیا۔ ۶۳۱ء میں پھر حق کی طرف رجوع کیا اور جنگ قادسیہ کا ہیرو بنا۔ خلافت فاروقی میں فوت ہوا۔

۱۲۔ پانچواں اسلامی مہینہ۔

۱۳۔ چھٹا اسلامی مہینہ۔

۱۴۔ **نِعم المولیٰ و نعم النصیر** (الانفال۔۴۰)

۱۵۔ ابوایوب انصاری۔ عظیم صحابی رسولؐ، ہجرت کے بعد سب سے پہلے جن کے ہاں آپ ﷺ نے قیام فرمایا۔ پورا نام خالد بن زید کلیب نجّاری، ابوایوب کنیت۔ امیر معاویہؓ کے زمانہ میں قسطنطنیہ کی مہم میں نمایاں حصہ لیا اور وہیں وفات پائی۔ آپؓ کو وہیں (ترکی میں) دفن کیا گیا۔

۱۶۔ ابوذر غفاری، صحابی،۔ جندب نام، ابوذر کنیت، شیخ الاسلام لقب، قبیلہ غفار سے تعلق تھا۔ قناعت پسند اور سادہ مزاج تھے۔ مدینہ کے پاس الربذہ کے مقام پر وفات پائی۔

۱۷۔ شرحبیل، صحابی رسول ﷺ، والد کا نام عبداللہ اور والدہ کا نام حسنہ تھا۔ پہلے حبشہ کی طرف ہجرت کی پھر مدینہ۔ حضرت ابوبکرؓ کے عہد میں سپہ سالار بنا دیئے گئے۔ بحیثیت سپہ سالار شام، عراق اور فلسطین میں عسکری خدمات انجام دیں۔

۱۸۔ ثویبہ، ابولہب کی لونڈی جو مشرف بہ اسلام ہوئیں۔ ابتدائی ایام میں رسولِ اکرم ﷺ کو دودھ پلایا، آپ ﷺ کی ولادت باسعادت کی خوشی میں ابولہب نے اسے آزاد کر دیا تھا۔

۱۹۔ دحیہ کلبی، مشہور صحابی، قاصد رسولؐ، حسن صورت میں ضرب المثل تھے۔ کبھی کبھی ان کی شکل میں جبریل وحی لایا کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے انھیں قاصد بنا کر ہرقل قیصر روم کی طرف بھیجا۔

۲۰۔ عَبّاد، عبّاد بن سہل انصاری، صحابیٔ رسول ﷺ ہیں۔ غزوہ احد میں شرکت کی اور صفوان بن امیہ کے ہاتھوں شہید ہوئے۔

۲۱۔ خطّاب، خلیفۂ ثانی حضرت عمر فاروقؓ کے والد کا نام۔

۲۲۔ خیّام، عمر خیام، حکیم (۱۰۴۸ء-۱۱۲۳ء) نیشاپور میں پیدا ہوا۔ بہت بڑا فارسی شاعر، ریاضی دان اور حکیم تھا۔ رباعی گو شاعر کی حیثیت سے اس کی شہرت عالمگیر ہے۔

۲۳۔ ابوالبشر، مراد حضرت آدم علیہ السلام

۲۴۔ ابوالانبیاء، مراد حضرت ابراہیم علیہ السلام

۲۵۔ ابوالقاسم، آپ ﷺ کی کنیت، قاسم آپ ﷺ کے بیٹے کا نام تھا جو کم عمری میں فوت ہوئے۔

۲۶۔ ابوطالب (۵۴۰ء-۶۲۰ء) اصل نام عبد مناف ابن عبدالمطلب، رسولِ اکرم ﷺ کے چچا، حضرت علیؓ کے والد، عبدالمطلب کی وفات کے بعد رسولِ اکرم ﷺ کو اپنے آغوش تربیت میں لے لیا۔ بعثتِ نبوی ﷺ کے بعد آپ ﷺ کی حفاظت کا فریضہ انجام دیا۔

۲۷۔ ابوحفص، مراد حضرت عمر فاروقؓ

۲۸۔ ابوبکر، عبداللہ بن ابی قحافہ، لقب صدیق وعتیق، خلیفۂ اول، بعثت سے قبل اور بعد میں آپ ﷺ کے رفیق خاص۔ آپؓ نے ہر موقع پر حق وصداقت کو قبول کرنے اور اسلام کی اعانت کرنے میں پہل اور جلدی کی۔

۲۹۔ ابوتراب، حضرت علیؓ بن ابی طالب، اسداللہ لقب، خلیفۂ چہارم اور داماد رسول ﷺ، حضرت علیؓ کو زمین کے ٹیلے پر بیٹھے ہوئے دیکھ کر رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا یَااَبا تُراب (اے مٹی پر بیٹھنے والے) یہی الفاظ آپؓ کی کنیت بن گئے۔

۳۰۔ ابوہریرہ، نام کے بارے میں اختلاف، عمیر بن عامر، یا عبداللہ بن عامر یا عبدالرحمٰن بن صخر۔ قبول اسلام کے بعد رسولِ اکرم ﷺ نے عمیر نام رکھا۔ حدیث کے سب سے بڑے راوی اور سلطان الحدیث کہلاتے ہیں۔ بلیوں اور بلی کے بچوں سے شفقت اور شغف کی وجہ سے ابوہریرہ ان کی کنیت بن گئی۔

۳۱۔ ابوحنیفہ، امام، نعمان بن ثابت (۸۰ھ-۱۵۰ھ)، علم فقہ کے امام، فقہ حنفی کے بانی، لقب امام اعظم، بڑے معاملہ فہم اور ذہین تھے۔ ان کا مسلک اول قرآن وسنت تھا۔ پھر اقوال صحابہؓ، اس کے بعد اجتہاد۔ خلیفہ منصور کی قید میں فوت ہوئے۔

۳۲۔ ابولہب، عبدالعزیٰ بن عبدالمطلب ہاشمی۔ رسولِ اکرم ﷺ کا حقیقی چچا۔ سرخ رو اور شکیل تھا، اس لئے لوگ اس کو ابولہب کہتے تھے۔ آپ ﷺ کی عداوت میں یہ اور اس کی بیوی ام جمیل پیش پیش رہتے۔ سورۃ لہب ان دونوں میاں بیوی کی مذمت میں نازل ہوئی۔

۳۳۔ دیکھیے: حوالہ نمبر ۹

۳۴۔ ......ایضاً......

۳۵۔ ابوالاعلیٰ، مودودی (۱۹۰۳ء-۱۹۷۹ء) جماعتِ اسلامی کے بانی، فکری و نظری راہنما، ممتاز عالم دین اور مفسر قرآن۔ تحریکِ ختم نبوت میں موت کی سزا سنائی گئی لیکن اس پر عمل درآمد نہ ہوسکا۔ متعدد کتابوں کے مصنف ہیں۔

۳۶۔ ابوالخیر، کشفی، شاعر، ادیب معلم اور صحافی۔ کان پور میں پیدا ہوئے۔

۳۷۔ ابوالکلام آزاد، محی الدین احمد (۱۸۸۸ء- ۱۹۵۸ء)، عالم دین، صحافی، ''الہلال'' اور ''البلاغ'' کے مدیر، انگریزوں کے خلاف جدوجہد آزادی میں حصہ لیا۔ کانگریس کے کئی بار صدر بنے۔ بھارت کے پہلے وزیر تعلیم بنے، صاحبِ طرز انشاء پرداز اور قادرالکلام مقرر تھے۔

۳۸۔ ابوالبرکات، سید احمد قادری (۱۸۹۶ء-۱۹۷۸ء) ممتاز عالم دین، ریاست الور میں پیدا ہوئے۔ سیّد محمد دیدار علی شاہ الوری کے فرزند تھے۔ دارالعلوم حزب الاحناف کے شیخ التفسیر والحدیث رہے۔

۳۹۔ ابوالحسنات محمد احمد قادری، خطیب مسجد وزیر خان، سید دیدار علی شاہ کے صاحبزادے تھے۔ نامور عالم دین تھے۔ شعروادب کا بھی اعلیٰ ذوق رکھتے تھے۔ ختم نبوت کے سلسلے میں قید کاٹی۔ کئی کتابوں کے مصنف تھے۔

۴۰۔ لوئس معلوف، المنجد فی اللغه و الاعلام (بیروت- دارالمشرق، ۱۹۷۳ء) ص ۸۲۷۔

اُردو میں مستعمل عربی الفاظ کی تشکیلی اور معنوی وُسعت

(تائے مدوّرہ کی تائے قرشت اور ہائے ہوّز میں تبدیلی کا جائزہ)

زیرِ نظر مقالہ لسانیات کے موضوع پر گزشتہ مباحث کا تسلسل ہے۔ اردو اور عربی کے باہمی گہرے رشتوں اور مضبوط تعلق کا ادراک، اردو زبان کے حرفی مزاج سے آ گاہی اور عربی کی لسانی فضیلت و اہمیت کا اعتراف اس ذو لسانیاتی کاوش کی غرض و غایت ہے۔ تغیر و تبدل اور ارتقاء کبھی ختم نہیں ہوتا۔ اسی ارتقائی عمل سے زبانیں وجود میں آتی ہیں اور تغیر و تبدل کا شکار ہوتی رہتی ہیں۔ لِسانی انجذاب اور اخذ و عطا کا یہ ہمہ گیر اصول اور قاعدہ کبھی ختم ہونے والا نہیں ہے۔ نئے الفاظ و اسالیب کا اضافہ اخذ و عطا کے اس اصول کا ایک مثبت اور خوش گوار پہلو ہے جسے فروغ دینا ضروری ہے۔ زبان کا چلن جس قدر زیادہ ہوگا یہ خوش گوار پہلو خود بخود ترقی کرے گا اور اسے قبولِ عام حاصل ہوگا۔

اہمیتِ موضوع

لفظ جب ایک زبان سے دوسری زبان کی طرف سفر اختیار کرتا ہے تو جہاں اس کی بناوٹ میں تبدیلی واقع ہوتی ہے، وہاں معانی میں بھی تنوّع پیدا ہو جاتا ہے۔ یہی حال اردو میں مستعمل عربی کے اُن خوب صورت الفاظ و تراکیب کا ہے، جو جزوی تبدیلی سے ایک سے زاید معانی دیتے ہیں اور بڑی خوب صورتی سے اردو کے دامن کو کشادہ کرتے ہیں۔ زیرِ نظر مقالے میں اِس حقیقت کا ادراک کرنے کی کوشش کی جائے گی کہ یہ الفاظ عربی زبان میں اپنی اصل شکل کے ساتھ کس طرح ہیں اور اردو میں شامل ہو کر اپنی ساخت اور معانی کیسے بدلتے ہیں۔

قافلۂ اردو میں شامل ہونے والے عربی کے کئی مصادر اور اسماء ایسے ہیں جو لفظی طور پر یا جنس کے اعتبار سے مؤنّث ہیں۔ عربی رسم الخط میں ان اسماء کے آخر میں ''تا'' آتی ہے۔ زیرِ بحث مسئلے کو سمجھنے کے لئے ''تا'' کی مختلف اقسام کا جائزہ لینا ضروری ہے۔ ذیل میں ''تا'' کی عمومی قسموں کا مختصر حال بیان کیا جاتا ہے۔

تائے تانیث

یہ ''تا'' اسم کی جنس (تانیث) ظاہر کرنے کے لئے اس کے آخر میں لکھی جاتی ہے۔ اس کی دو ذیلی قسمیں ہیں۔

ا۔ تائے مدوّرہ

اسے اردو میں گول تا (ۃ) کہا جاتا ہے۔ یہ واحد مؤنّث اسم کے لئے آتی ہے۔ وہ مؤنّث اسماء جن کے آخر میں ایسا حرفِ ہجاء آ جائے، جس کے ساتھ آخر میں کوئی دوسرا حرف ملا کر نہیں لکھا جا سکتا، ان کے آخر میں گول تا (ۃ) آتی ہے جیسے سیّدۃ، شجرۃ، صورۃ، سیارۃ، وردۃ، لذیذۃ، مفیدۃ، بقرۃ، جدۃ، کبیرۃ، صغیرۃ، زاہدۃ، کافرۃ، مسافرۃ، بقرۃ، والدۃ وغیرہ۔

وہ مؤنّث اسماء جن کے آخر میں آنے والے حرفِ ہجاء کے ساتھ کوئی دوسرا حرف مل سکتا ہے، ان کے ساتھ گول (ۃ) کو ملا کر لکھا جاتا ہے جیسے رحمۃ، فاسقۃ، مؤمنۃ، صالحۃ، معلّمۃ، ورقۃ، حدیقۃ، مدرسۃ، لیلۃ، معاملۃ، حسنۃ، ساعۃ، ذکیۃ، قویۃ، مفتوحۃ، واسعۃ، عالیۃ، جمیلۃ، طریقۃ، سُنّۃ، مکتبۃ، نظیفۃ، ثمینۃ، خادمۃ، خدیجۃ، عائشۃ، فاطمۃ وغیرہ

۲۔ تائے جمع سالم مؤنّث

یہ ''تا'' پوری شکل میں (ت) جمع مؤنّث اسماء کے آخر میں آتی ہے جیسے صالحات، عاقلات، مسلمات، کافرات، جاہلات، مسافرات، سنوٗات، مُدَرِّسات، اُمّہات، کاتبات وغیرہ۔

تائے اصلیّہ

یہ ''تا'' مفرد الفاظ کے آخر میں آتی ہے اور پوری شکل میں لکھی جاتی ہے جیسے وقت، سمت، صوت، موت، طاغوت، لاہوت، ناسوت، جبروت، ذات، میقات، لات و منات وغیرہ۔

تائے مصدری

یہ ''تا'' مصدر کے آخر پر گول شکل میں (ۃ) آتی ہے۔ یہ مصدر جب عربی سے اُردو میں آتے ہیں تو ان کی یہ گول (ۃ) کبھی تائے قرشت میں بدل جاتی ہے جیسے مخالفة سے مخالفت، اور کبھی ہائے ہوّز میں جیسے مصافحة سے مصافحہ۔ مزید مثالیں ملاحظہ کیجیے: مخالفة، مصافحة، مشابهة، موازنة، معانقة، موافقة، مراسلة، معالجة، مطابقة، مخاصمة وغیرہ۔

تائے مبالغہ

یہ ''تا'' عام طور پر مؤنّث اسموں کی بجائے مذکر اسمائے مبالغہ کے آخر میں آتی ہے جیسے علّامة، فهّامة، قطّامه وغیرہ

تائے فعل ماضی

فعل ماضی کے صیغوں کی کچھ علامتیں حرفِ ''تا'' سے ظاہر ہوتی ہیں۔ یہ ''تا'' پوری شکل (ت) میں لکھی جاتی ہے اور زیر، زبر، پیش اور جزم کے ساتھ فعل ماضی کے مختلف معانی دیتی ہے جیسے کَتَبَتْ (اس مونث نے لکھا) کَتَبْتَ (تو مذکر نے لکھا) کَتَبْتِ (تو مونث نے لکھا) کَتَبْتُ (میں نے لکھا)

تائے قرشت

یہ پوری شکل کی ''تا'' ہے، جسے ''تائے سالمہ''، ''تائے فوقانیہ'' اور ''تائے مثنات'' بھی کہا جاتا ہے۔ ''تائے سالمہ'' (سالم سے) کا معنیٰ ہے پوری اور مکمل ''ت''، ''تائے فوقانیہ'' (فوق سے) کا معنی ہے وہ تا جس کے اوپر نقطے ہوں۔ اس سے بھی پوری اور مکمل ''ت'' مراد ہے۔

''تائے مثنات'' (مثنیٰ سے) کا معنیٰ دو نقطوں والی ''ت'' ہے۔ الغرض یہ چاروں نام یعنی ''تائے قرشت''، ''تائے سالمہ''، ''تائے فوقانیہ'' اور ''تائے مثنات'' ایک ہی ''ت'' کے مختلف نام ہیں جسے عام طور پر ''تائے قرشت'' کہا جاتا ہے۔

ابنِ ندیم مصنف ''الفہرست'' کا بیان ہے کہ عربی رسم الخط کی بنیاد رکھنے والا ایک گروہ تھا، جس کے ارکان کے نام ابجد، ہوّز، حطی، کلمن، سعفص، قرشت ثخذ اور ضظغ وغیرہ تھے۔ حروف الہجاء کی عددی قیمت کے لحاظ سے گروپ بندی انھی سے منسوب ہے۔ ابنِ ہشام کی

روایت کے مطابق یہ لوگ شاہانِ مدین سے تعلق رکھتے تھے اور حضرت شعیب علیہ السلام کے زمانہ میں یوم الظلّہ[1] میں ہلاک ہوئے۔ انھی لوگوں نے عربی اندازِ کتابت وضع کیا۔ اس روایت کے بیان کے بعد ابن ندیم نے ''واللہ اعلم'' کہہ کر اہلِ تحقیق کو غور وفکر کی دعوت دی ہے۔[2] ایک اور روایت کے مطابق ترتیب ابجدی کے پہلے چھ کلمے دیوؤں کے نام ہیں۔ ایک تیسری روایت کے مطابق ان کی توجیہ یوں کی گئی ہے کہ وہ ہفتے کے دنوں کے نام ہیں، تاہم روشن خیال علمائے صرف ونحو المبرّ د اورالسّیر افی ان اسطوری توجیہات سے مطمئن نہیں تھے۔[3]

تائے مدوّرہ کی تائے قرشت اور ہائے ہوّز میں تبدیلی

تائے تانیث، تائے مصدری اور تائے مبالغہ جب اسماء کے آخر میں آتی ہیں تو عام طور پر تلفظ سے گر جاتی ہیں اور بولنے میں ہائے ہوّز (ہ) کی صورت اختیار کر لیتی ہیں۔ ایسے اکثر اسماء جو عربی میں تائے تانیث کے ساتھ لکھے جاتے ہیں، اردو میں تائے قرشت کے ساتھ لکھنے میں ایک معنیٰ جب کہ ہائے ہوّز (ہ) کے ساتھ لکھنے میں دوسرا معنیٰ دیتے ہیں جیسے عربی میں لفظ ارادۃ ہے۔ اسی ایک لفظ سے اردو میں تائے قرشت کے ساتھ ارادت (بہ معنیٰ عقیدت) بنتا ہے اور ہائے ہوّز کے ساتھ دوسرا لفظ ارادہ (بہ معنیٰ مرضی ومنشاء) بنتا ہے۔

اردو زبان میں عام طور پر وہ الفاظ جن کے آخر میں تائے قرشت (ت) آتی ہے مؤنث بولے جاتے ہیں جیسے رسالت، جلوت، شرارت وغیرہ۔ لیکن اس تا والے کچھ الفاظ مذکر بھی بولے جاتے مثلاً شربت وغیرہ۔ جن الفاظ کے آخر میں ہائے ہوّز آتی ہے عام طور پر مذکّر بولے جاتے ہیں جیسے اضافہ، ادارہ، ازالہ اور رسالہ وغیرہ۔

ذیل میں اس قسم کی مثالیں بالتفصیل ملاحظہ کیجیے۔ پہلے عربی کا لفظ آئے گا، پھر بالترتیب اُوپر سے نیچے تائے مدوّرہ سے تائے قرشت اور ہائے ہوّز میں تبدیل ہونے والے الفاظ اپنے ممکنہ معانی کے ساتھ آئیں گے۔

اِتّفاقِیہ

اِتفاقیت: یگانگت ہونا۔ ہم خیال ہونا

اِتفاقیہ : غیر ارادی۔ اچانک۔ غیر متوقع۔ ناگہاں۔ یکا یک

اِجازۃ

اِجازت: منظوری۔رخصت۔قبولیت۔اختیار

اِجازہ : مرشد سے مرید کرنے کی سند۔استاد سے فن حاصل کرنے کے بعد اس کو عمل میں لانے کی سند

اِدارۃ

اِدارت: ایڈیٹری۔جریدہ نگاری۔مدیر کا منصب یا کام

اِدارہ : دفتر۔محکمہ۔کسی تنظیم کا مرکز

(Institution, Establishment, Administration, Organization)

اِرادۃ

اِرادت: عقیدت۔اعتقاد۔دلی لگاؤ۔مریدانہ اطاعت

اِرادہ : عزم۔قصد۔منصوبہ۔مرضی۔خواہش۔نیت۔

اپنا جو ہوا کچھ اور ارادہ
جی چاہا کچھ اس سے بھی زیادہ[۴]

اِشارۃ

اِشارت: ایما۔رمز۔کنایہ

وہ چلے جاتے ہیں لیکن میں بتا سکتا نہیں
ضعف سے جنبش نہیں بہرِ اشارت ہاتھ میں [۵]

اِشارہ: جسم کے کسی عضو کی حرکت سے کوئی بات کہنا۔کسی بات یا چیز کی طرف اختصار سے توجہ دلانا۔

اِشاریّۃ

اِشاریت: ایک عمومی ادبی اصطلاح (Symbolism)۔واضح الفاظ یا اشکال کی بجائے علامت کے ذریعے رمزیہ پیرایۂ اظہار[۶]

اِشاریہ: حوالے کی آسانی کے لئے حروفِ تہجی کے اعتبار سے کسی کتاب کے مضامین کی تفصیلی فہرست۔کتاب میں کوئی مضمون، موضوع یا نام ایک سے زیادہ مقام پر آئے تو تمام متعلقہ صفحات کے نمبر ایک ہی عنوان کے تحت دے دیئے جاتے ہیں۔(Index)

اِضافۃ

اِضافت: ایک کلمہ کا دوسرے کلمے سے تعلق۔ایک کلمہ کو دوسرے کلمے کی طرف مضاف کرنا۔ دو چیزوں کا باہمی تعلق۔نسبت۔الحاق

اِضافہ : بیشی۔مقدار یا تعداد میں افزونی۔افزائش

اِفادة

اِفادت: فائدہ پہنچانا

ے حل ہوتے ہیں عقدے علماء وفضلاء کے
ہر بات ہے تعلیم و افادت کی برابر (۷)

اِفادہ : فائدہ۔نفع

ع دوست دشمن مجھ کو دونوں سے افادہ ہوگیا(۸)

اِقامة

اِقامت: قیام۔قرار۔سکونت۔نماز باجماعت کی تکبیر

ے یہ اقامت ہمیں پیغام سفر دیتی ہے
زندگی موت کے آنے کی خبر دیتی ہے (۹)

اِقامہ: قیام گاہ جیسے دارالاقامہ یعنی بورڈنگ ہاؤس

اِمارة

امارت: دولت مندی۔سرداری۔شان وشوکت(Authority)

امارہ : حکومت، جیسے دارالامارہ یعنی دارالحکومت(Capital)

اَهلية

اَہلیت: لیاقت۔استعداد۔قابلیت۔شرافت۔سلیم الطبعی۔صلاحیت

اَہلیہ : زوجہ۔بیوی۔خاتونِ خانہ

باطِنيّة

باطنیت : فرقہ باطنیہ کا عقیدہ رکھنا اور اس کا ہم نوا ہونا۔

باطنیہ : اہلِ تشیع کا ایک فرقہ، جو حضرت امام جعفر صادق کو زندہ و مستور مانتا ہے۔اس کے اعتقاد میں ہر شرعی امر کے ایک ظاہری معنیٰ ہوا کرتے ہیں اور دوسرے باطنی۔

بشريّة

بشریت: آدمیّت، انسانیت

بشریہ : بشر ہونے کے ناتے جیسے نقائص بشریہ

تعزیۃ

تعزیت: ماتم پرسی۔مرنے والے کے ورثاء سے اظہار رنج وغم۔شرکتِ غم

تعزیہ: محرم میں جلوس کی شکل میں سوگ منانا۔حضرت امام حسین اور اہلِ بیت کی تربتوں کی نقل جو محرم کے دنوں میں کپڑے، بانس اور کاغذ وغیرہ سے بنا کر جلوس میں ظاہر کی جاتی ہے۔

ثقالۃ

ثقالت: گرانی۔بوجھل پن۔جیسے کہا جاتا ہے کہ الفاظ کی ثقالت سے فصاحت نہیں رہتی

ثقالہ: پاسنگ کا بوجھ

جبریۃ

جبریت: غرور۔تکبر۔دباؤ،تشدد۔سختی۔زبردستی

جبریہ: قدریہ کا متضاد۔اسلام کا ایک فرقہ جس کا عقیدہ ہے کہ انسان کو اپنے اعمال وافعال پر کوئی اختیار نہیں اور وہ تقدیر کے آگے مجبور ہے۔

جرثومۃ

جرثومت: اصلی جڑ(۱۰)

جرثومہ: وہ چھوٹا کیڑا جو خوردبین کے بغیر نظر نہیں آتا اور مختلف امراض پیدا کرتا ہے۔اس کی جمع جراثیم ہے۔

جلالۃ

جلالت: بزرگی۔بڑائی۔عظمت۔شان وشوکت۔رعب ودبدبہ

جلالہ: جیسے جلالۃ الملک (ملک کی شان وشوکت) شاہی لقب

جلوۃ

جلوت: خلوت کا متضاد۔سب کے سامنے۔باہر۔مجمع (Public place)۔انجمن۔بزم

جلوہ: نمائش۔نظارہ۔ظہور۔جھلک۔معشوق کا ناز وانداز اور سج دھج

؎ الغرض شام نے جلوہ جو دکھایا ہم کو
مژدۂ وصل مقدر نے سنایا ہم کو (۱۱)

جمہوریّۃ

جمہوریت: عوامی نمائندوں کی حکومت (Democracy)

E BOOKS WHATSAPP GROUP

جمہوریہ : وہ ریاست جہاں عوامی حکومت قائم ہو (Republic)

جنسّیة ــــــــــــ

جَنسیت : ہم قسم ہونا۔ہم جنس ہونا۔یکساں ہونا۔جنسی خواہش یا جذبہ

جنسیہ : جنس (Sex) سے متعلق جیسے امراض جنسیہ

حرارۃ ــــــــــــ

حرارت : گرمی۔حدت۔تپش۔بخار۔سرگرمی۔جوش

حرارہ : جسمانی مقدار حرارت کی اکائی جو غذا سے پیدا ہو۔(Calorie) غلبۂ شوق، غصہ

ے کچھ سوزِ دل اپنا کسی دل سوز کے آگے

فرصت ہو تپ غم کے حراروں سے تو کہیے (۱۲)

حرفة ــــــــــــ

حرفت : صنعت۔کسب۔پیشہ۔چالاکی۔ہنر۔مکاری

حرفہ : جیسے اہلِ حرفہ یعنی پیشہ ور۔ٹریڈ مارک۔کسی کارخانے کا خاص نشان

حلاوۃ ــــــــــــ

حلاوت : مٹھاس۔لذت۔راحت۔سکھ

حلاوہ : اردو میں حلاوت کا ایک اور انداز کتابت۔خواتین کا نام۔جدید عربی میں مٹھائی کے لئے بھی بولا جاتا ہے۔

حماسة ــــــــــــ

حماست : بہادری، دلیری، مردانگی

حماسہ : رزمیہ نظم۔فخریہ شاعری، جس میں بہادری کے واقعات بیان ہوں مثلاً عرب کی پرانی رزمیہ نظموں کے مجموعے، جن کے مؤلف ابو تمام اور بحتری ہیں۔

خرافة ــــــــــــ

خرافت : بے ہودہ بات۔دیوی دیوتاؤں کے عجیب قصے۔جمع خرافات

خرافہ : کلام بے ہودہ۔خرافہ عرب کے ایک باشندے کا نام تھا۔کہتے ہیں کہ اس پر پریاں عاشق تھیں۔وہ عالم پرستان کا حال سنایا کرتا تھا۔لوگ اسے جھوٹا سمجھتے تھے اور وہ جھوٹ میں ضرب المثل ہو گیا۔(۱۳)

خلافة

خلافت : نیابت۔جانشینی۔خلیفہ کا عہدہ یا منصب۔نظامِ حکومت۔

خلافہ : اردو میں خلافت کا ایک اور انداز کتابت جیسے دار الخلافہ یعنی صدر مقام (Capital)

دولة

دولت : دھن۔مال۔زر نقد۔خوش بختی

دولہ : حکومت جیسے نجم الدولہ (حکومت کا ستارہ)۔سراج الدولہ (حکومت کا چراغ یعنی سورج)

دهرية

دہریت : دہر (زمانہ) سے۔زمانہ کو ہی خدا تصور کرنا۔خدا کی ذات کا انکار کرنا۔الحاد [۱۴]
(Atheism-Materialism)

دہریہ : زمانہ کو ہی خدا تصور کرنے والا۔وہ شخص جو زمانے کو قدیم مانے اور حادث نہ جانے۔
خدا کی ذات کا منکر (Atheist-Materialist)

رجائية

رجائیت: تصویر کا روشن پہلو دیکھنا۔آیندہ کے بارے میں خوش آئند توقعات رکھنا (Optimism)

رجائیہ : ایسی نظم، نثر اور تقریر جو ناامیدی کی بجائے امید کا تاثر دے۔

رذالة

رذالت : کمینہ پن، اوچھا پن

رذالہ : کمینہ۔کم ذات۔شریر۔بدذات۔بے شرم

رسالة

رسالت : رسول کا عہدہ و منصب پیغمبری

رسالہ : نامہ۔مکتوب۔کتابچہ۔میگزین۔فوجی سواروں کا دستہ

زيادة

زیادت : اصطلاح نحو میں کلمے میں ایک یا زیادہ حرفوں کا اضافہ کرنا [۱۵]

زیادہ : فراواں۔افزوں۔بہت۔بیش۔کثیر

شرارة

شرارت : برائی۔شوخی۔بے باکی۔بدتمیزی۔بدزبانی۔شرانگیزی۔فتنہ طرازی

شرارہ : چنگاری۔پارۂ آتش۔آگ کا پتنگا

شربة

شربت : قند میں پکا ہوا کسی پھل یا پھول کا عرق۔ مشروب۔ میٹھا لذیذ پانی۔ پینے کی چیز

شربہ : پانی کی چھوٹی مشک۔ تالاب۔ پانی کی وہ مقدار جو سیرابی کے لئے کافی ہو۔

شركة

شرکت : شمولیت۔ حصہ داری

شرکہ : کمپنی۔ فرم۔ کاروبار کی ایسی تنظیم جس میں دو یا دو سے زیادہ اشخاص بحثیت مجموعی کاروبار کرتے ہوں۔

شهرة

شہرت : چرچا۔ نام وری۔ نیک نامی۔ افواہ

شہرہ : دھوم جیسے شہرۂ آفاق۔ مشہور جہاں۔ دور دور تک مشہور

ے سرمہ ہے سفاک شہرہ ہے نگاہِ یار کا
سچ کہا ہے باڑ کاٹے نام ہو تلوار کا

اے صبا شہرہ جو میری اشک باری کا اڑا
ہو گیا معدوم مثلِ سایۂ عنقا سحاب [۱۶]

طريقة

طریقت : تصوف کی اصطلاح میں تزکیۂ باطن۔ صوفیہ کا طریقہ جس سے روحانی کمال حاصل ہوتا ہے۔

طریقہ : چلن۔ طرز۔ روش۔ ترکیب۔ گُر۔ دستور۔ وضع۔ ڈھنگ۔ راستہ۔

عاطفة

عاطفت : مہربانی۔ عنایت۔ شفقت۔ کرم۔ نوازش۔ میلان

عاطِفہ : خواتین کا نام، اسم فاعل عاطف کی تانیث

عافية

عافیت : سلامتی۔ امن۔ خیریت۔ آسودگی۔ صحت۔ تحفظ

عافیہ : اردو میں عافیت کا ایک اور انداز کتابت۔ خواتین کا نام

عبقرية————

عبقریت : ذہانت وفطانت۔سیادت۔عمدگی

عبقریہ : ذہین۔فطین(Genius, Intellectual)

عقلية————

عقلیت : عقل پرستی۔عقل ہی کوتمام علوم کی بنیادتصور کرنا۔حقائق کے ادراک میں عقل پر کامل انحصار

عقلیہ : عقل سے متعلق جیسے علومِ عقلیہ مثلاً فلسفہ،منطق وغیرہ

عقيدة————

عقیدت : ارادت۔مریدانہ اطاعت۔قلبی رشتہ۔بھروسا۔محبت

عقیدہ : ایمان۔اعتقاد۔یقین۔مذہبی اصول کو ماننا۔

علمية————

علمیّت : لیاقت۔قابلیت۔فہم وفراست۔ادراک۔آگاہی۔واقفیت

علمیہ : علم سے متعلق مثلاً مسائل علمیہ

عمدة————

عمدت : ستون جیسے عمدۃ الملک (حکومت کا ستون)

عمدہ : نفیس،پسندیدہ،منتخب،اچھا،خوب صورت

غزلية————

غزلیت : غزل کی کیفیت یا خوبی۔تغزل

غزلیہ : غزل سے متعلق جیسے غزلیہ شاعری

غنائية————

غنائیت : موسیقیت،نغمگی۔خوش آہنگی۔کیفِ نغمہ

غنائیہ : پُرنغمہ منظوم یا منثور داستان

فِتنَةٌ————

فتنت : شرارت،چالاکی

فتنہ : آزمائش،گمراہی،ہنگامہ،فساد،جھگڑا،بغاوت

فضیلة

فضیلت : بڑائی۔ بزرگی۔ فوقیت۔ علمیت۔ سبقت۔ کمال۔ قابلیت

فضیلہ : اردو میں فضیلت کا ایک اور انداز کتابت۔ خواتین کا نام

فوقیة

فوقیت : ترجیح۔ سبقت۔ امتیاز۔ برتری۔

فوقیہ : اردو میں فوقیت کا ایک اور انداز کتابت۔ خواتین کا نام

کتابة

کتابت : تحریر۔ لکھائی۔ خوش نویسی۔ نگارش

کتابہ : وہ عبارت جو مقابر اور مساجد کے دروازوں پر لکھوائی جاتی ہے۔

ے ملایا خاک میں ان کو جہاں کی بے وفائی نے

کتابہ خطِ کوفی میں لکھو گورِ غریباں کا (۱۷)

وہ نظم یا نثر جو کسی کی تعریف میں یا بطور تاریخ پیشِ طاق پر لکھتے ہیں۔

کفایة

کفایت : بچت۔ ہاتھ روک کر خرچ کرنا مثلاً کفایت شعاری۔ نفع۔ بہتات۔ کثرت۔ افراط

کفایہ : کافی ہونا (Sufficiency) جیسے فرض کفایہ، یعنی ایک شخص کے ادا کرنے سے جماعت یا گروہ کا فرض ادا ہو جانا مثلاً نمازِ جنازہ۔

کلیة

کلیت : تمامیت۔ تمام پن۔ اتمام۔ ہمگی

کلیہ : عام قاعدہ۔ فارمولہ۔ ضابطہ۔ فیکلٹی۔ کالج

کنایة

کنایت : اشارے سے کہنا۔ سخنِ پوشیدہ

ے یہ بھی تقدیر کا لکھا کہ لکھے

خط وہ کن کن کنایتوں سے مجھے (۱۸)

کنایہ : رمز۔ مجاز۔ پوشیدہ بات۔ مبہم بات۔

مالیة___________

مالیت : قیمت۔دولت۔وقعت

مالیہ : مال گزاری۔خراج۔حکومت کی سالانہ آمدنی۔زمین کی فصل پر سرکاری واجبات (Land Revenue)

محاصرة___________

محاصرت : لڑائی میں قلعہ یا فصیل کے گرد فوج کا گھیرا ڈالنا

محاصرہ : ناکہ بندی۔چاروں طرف سے گھیرا

مراجعة___________

مراجعت : واپس ہونا۔لوٹنا۔رجوع کرنا۔اعادہ کرنا۔

مراجعہ : ریفرنڈم۔کسی مسئلے پر عوام سے رجوع کرنا۔رائے شماری۔شعر میں سوال جواب لانا

مراسلة___________

مراسلت : باہمی خط کتابت۔مکاتبت

مراسلہ : خط۔چٹھی۔نامہ۔مکتوب

مرتبة___________

مرتبت : منصب،وقار۔رتبہ۔عہدہ جیسے عالی مرتبت

مرتبہ : بار۔دفعہ (Turn) مثلاً ایک مرتبہ کا ذکر ہے۔آپ دوسری مرتبہ لاہور نہیں گئے۔

مشورة___________

مشورت : صلاح۔کونسل (Council)

ع وقتِ خرام غیر سے کچھ مشورت ہوئی (۱۹)

مشورہ رائے۔منصوبہ۔باہمی تجویز۔تبادلۂ خیال

ے غم سے شگون تازہ لیا پھر

مشورہ دل سے میں نے کیا پھر (۲۰)

مُصَاحَبَة___________

مُصَاحَبت : ہم نشینی،رفاقت،حاشیہ نشینی

مُصَاحَبہ: انٹرویو

مضاربة

مضاربت: لڑائی۔ جنگ۔ باہمی تجارت

مضاربہ : نفع ونقصان کی بنیاد پر مالی شراکت

معاشرة

معاشرت: آپس میں مل جل کر زندگی بسر کرنا۔ طریقِ زندگی۔ تمدّن

مُعاشَرہ : سوسائٹی(Society)۔ جماعتی زندگی۔ سماج

مُعَامَلَة

معاملت : باہم کاروبار کرنا۔ لین دین۔ باہم مل کر کوئی بات کرنا۔

معاملہ : عمل۔ کاروبار۔ فیصلہ۔ قول وقرار۔ قضیہ

مُعَاوَضَة

مُعاوَضَت: بدلہ، پلٹا، تاوان

مُعاوضہ : حقِ خدمت، اُجرت

معرفة

معرفت : تصوف کی اصطلاح۔ سبب۔ ذریعہ۔ عرفان۔ خداشناسی

معرفہ : وہ اسم جو ایک معین شے کے لئے وضع کیا گیا ہو۔ نکرہ کا متضاد

مُفَاوَضة

مُفاوَضت: سپرد کرنا، ایک دوسرے کو سونپنا

مُفاوضہ : خط، چٹھی، نامہ، مکتوب

مُكَاتَبة

مکاتبت : باہم خط کتابت کرنا۔ غلام سے اس کی قیمت لے کر آزاد کر دینا۔

مکاتبہ : چٹھی۔ خط۔ نامہ۔ مکتوب

مكاشفة

مکاشفت: راز کا انکشاف کرنا۔ بھید کھولنا

مکاشفہ : ولی اللہ کو امورِ غیبی کا معلوم ہو جانا۔ کشف۔ کرامات

ملاطفة ————————

ملاطفت : نیکی۔شفقت۔عنایت۔مہربانی

ملاطفہ : عنائیت نامہ۔مکتوب۔خط

مناظرة ————————

مناظرت : باہمی بحث مباحثہ کرنا

مناظرہ : وہ علم جس میں بحث مباحثے کے قوانین مقرر ہوں۔جھگڑا۔تکرار

مناقشة ————————

مناقشت : آپس میں جھگڑنا

مناقشہ : نزاع۔جھگڑا

منزلة ————————

منزلت : جاہ۔(Dignity)،رتبہ۔(Status) منصب،توقیر،عزت۔قدروقیمت

؎ چشم ہمت میں ہماری قدر کیا دنیا کی ہو
ہوتی ہے طالب کے آگے منزلت مطلوب کی (۲۱)

منزلہ : درجے کا جیسے دومنزلہ مکان۔سہ منزلہ مکان

موضوعية ————————

موضوعیت : موضوع ہونا۔نفسِ مضمون

موضوعیہ : داخلی۔(Subjective)

میمنة ————————

میمنت : برکت۔سعادت۔عروج:اقبال مندی۔خوشی

میمنہ : فوج کے دائیں طرف کا حصہ۔میسرہ کا متضاد (۲۲)

نظارة ————————

نظارت : ناظر کا عہدہ۔ناظر کا دفتر یا محکمہ۔نگرانی

نظارہ : منظر۔سماں۔تماشا۔دید بازی۔جلوہ

؎ چاند سے رخسار کا شب کو نظارہ ہو گیا
چاند سا روشن مری آنکھوں کا تارا ہو گیا (۲۳)

نظریۃ______

نظریت : اپنی تحریر یا فکر میں کسی نظریہ کو اجاگر کرنا اور اس پر کاربند رہنا۔

نظریہ : وہ مسئلہ جس میں فکر و نظر سے کام لیا جائے اور اس کی تائید میں ثبوت لایا جائے (Theory)

نہایۃ______

نہایت : از حد۔ انجام۔ نتیجہ۔ بکثرت۔ انتہاء

ے جور و ستم کی ان کے جو غایت نہیں رہی

یاں بھی مری وفا کو نہایت نہیں رہی (۲۴)

نہایہ : نہایت ہی کے لئے اردو میں کتابت کا ایک اور انداز جیسے البدایہ والنہایہ

خلاصۂ مباحث

اُردو ایک جامد نہیں بلکہ کامیاب اور متحرک زبان ہے۔ ضرورت کے مطابق اس میں تغیر ایک فطری امر ہے جس کا امکان اس وقت تک رہے گا جب تک اُردو کا چلن باقی رہے گا۔ اُردو نے اپنے دامن کی وُسعت اور کشادگی کا ثبوت دیتے ہوئے علمی، ادبی، معاشی، ثقافتی، اصطلاحی اور فنی موضوعات پر عربی کے خوب صورت الفاظ و تراکیب کو اپنے اندر سمولیا ہے۔

جزوی تبدیلیوں کے ساتھ مزید الفاظ و تراکیب کی آمد کا امکان ہمیشہ رہے گا۔ خصوصی حالات میں یہ عمل اور بھی تیز اور نمایاں ہو جاتا ہے۔ البتہ یہ احتیاط، پاس اور لحاظ بہر طور ملحوظِ خاطر رکھنا ہوگا کہ اس جزوی تبدیلی سے تشکیل پانے والا لفظ مادے (Root) کے اعتبار سے اصل عربی لفظ سے متصادم و متخالف نہ ہو۔

عربی زبان کا ہر لفظ شجرِ سایہ دار کی طرح ہے۔ جس طرح ہر درخت کی شاخیں، پتے، پھول اور پھل اس کے بیج یا جڑ سے نکلتے ہیں اسی طرح زبان کا ہر لفظ اپنی ایک جڑ اور اصل رکھتا ہے جسے مادہ (Root) کہتے ہیں۔ مادہ یعنی حروفِ اصلیہ میں موجود مفہوم تمام تر مشتقات میں منتقل ہوتا ہے۔ اس امر کو سمجھنے کی بھی ضرورت ہے کہ یہ ذو ہیئتی الفاظ ایک ہی اصل سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ ابہام پیدا نہیں ہونا چاہیے کہ مادہ کے اعتبار سے شاید یہ دو الگ الگ لفظ ہیں۔

حواشی وحوالہ جات

۱۔ یوم الظلہ یعنی شامیانے کا دن۔ یہ وہ دن ہے جس میں حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم پر شامیانے کی طرح عذاب الٰہی کے بادل چھا گئے تھے اور ساری قوم ہلاک ہوگئی تھی (بحوالہ قرآن مجید، سورۃ الشعراء، رکوع:۱۰) قرشت بھی اسی روز یعنی یوم الظلہ کو ہلاک ہوا۔

۲۔ ابن ندیم، محمد بن اسحٰق، الفہرست، مترجم محمد اسحٰق بھٹی (لاہور: ادارہ ثقافتِ اسلامیہ: ۱۹۹۰)، ص ۹-۱۰

۳۔ پنجاب یونیورسٹی، اردو دائرہ معارفِ اسلامیہ، (لاہور: پنجاب یونیورسٹی جلد: ا، طبع اوّل ۱۹۶۴)ص ۳۳۸

۴۔ نیرّ، مولوی نور الحسن، نور اللغات، جلد اول (لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۸۹ء) ص ۲۴۷

۵۔ ۔۔۔۔ایضاً۔۔۔۔ ص ۲۷۸

۶۔ ۔۔۔۔ایضاً۔۔۔۔ ص ۳۱۰

۷۔ ۔۔۔۔ایضاً۔۔۔۔ ص ۳۲۳

۸۔ ۔۔۔۔ایضاً۔۔۔۔ ص ۳۲۳

۹۔ ۔۔۔۔ایضاً۔۔۔۔ ص ۳۳۰

۱۰۔ عبدالمجید، خواجہ، جامع اللغات جلد اول (لاہور: اردو سائنس بورڈ، ۲۰۰۳ء) ص ۵۸۷

۱۱۔ نور اللغات جلد دوم، ص ۱۰۸۶

۱۲۔ سید احمد دہلوی، مولوی، فرہنگِ آصفیہ، جلد دوم (لاہور: اردو سائنس بورڈ، ۲۰۰۳) ص ۱۵۸

۱۳۔ نور اللغات، جلد دوم، ص ۱۲۵۰

۱۴۔ فرہنگِ آصفیہ، جلد سوم، ص ۱۹۶

۱۵۔ نور اللغات، جلد سوم، ص ۴۶۳

۱۶۔ ۔۔۔۔ایضاً۔۔۔۔جلد چہارم، ص ۴۸۷

۱۷۔ جامع اللغات، جلد دوم، ص ۱۴۹۹

۱۸۔ فرہنگِ آصفیہ، جلد سوم، ص ۵۶۹ و نور اللغات، جلد چہارم، ص ۸۳۸

۱۹۔ نوراللغات، جلد چہارم،ص۱۲۷۴

۲۰۔ ۔۔۔۔ایضاً۔۔۔۔،ص۱۲۷۴

۲۱۔ ۔۔۔۔ایضاً۔۔۔۔،ص۱۳۴۷

۲۲۔ لشکر کا دایاں حصہ میمنہ، وسطی حصہ قلب، بایاں حصہ میسرہ اور پیشگی بھیجا جانے والا دستہ رسالہ کہلاتا ہے

۲۳۔ فرہنگِ آصفیہ، جلد چہارم،ص۵۷۱

۲۴۔ ....ایضاً............،ص۶۲۱

اِملاء میں الفاظ کی جداگانہ حیثیت سے انحراف

(ایک تجزیاتی مطالعہ)

اپنی تہذیب و ثقافت، زبان اور اعلیٰ روایات کو تاریخ میں محفوظ کرنا زندہ قوموں کی روایت ہے۔ زندہ قومیں اپنی اعلیٰ روایات اور زبان و بیان پر فخر کرتی ہیں اور انھیں اصلاح اور ارتقاء کی طرف گام زن رکھتی ہیں۔ ایک فرد روح اور بدن کے باہمی ربط سے زندہ رہتا ہے لیکن قوموں کی زندگی میں دیگر کئی عوامل کے علاوہ 'زبان' ایک توانا عامل ہوتی ہے۔ ہر متحرک قوم اپنی زبان کی تزئین و آرائش کرنے، اصول و قواعد اور لسانی سرمائے کو زندہ رکھنے میں مصروف رہتی ہے۔ بولنے، پڑھنے اور لکھنے کے طے شدہ قواعد و ضوابط کو اختیار نہ کیا جائے تو زبان کو سخت نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہوتا ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿ **انا نحن نزلنا الذکر و انا له لحافظون** ﴾ (بے شک قرآن مجید کو ہم نے ہی نازل کیا ہے اور اس کی حفاظت بھی ہم خود ہی کریں گے) [1] اس وعدۂ برحق کے مطابق جہاں قرآن مجید قیامت تک محفوظ ہو گیا، وہاں عربی زبان اور اس کے قواعد بھی محفوظ ہو گئے۔ آج عرب دنیا میں عربی زبان کے کئی لہجے اور بولیاں موجود ہیں لیکن بنیادی اصول و قواعد اور املاء کے ضوابط میں کوئی فرق نہیں آیا۔ مذکورہ ارشادِ ربانی اس بات کی واضح دلیل ہے کہ استمرار زمانہ کے ساتھ ساتھ زبانوں کا ارتقائی سفر تو جاری رہتا ہے لیکن بنیادی قواعد اور طے شدہ اصول و ضوابط اپنی جگہ پر قائم رہتے ہیں۔

آج میڈیا کی برق رفتاری نے اُردو زبان کو کئی خطرات سے دوچار کر دیا ہے۔ ایک

گھناؤنی سازش کے تحت نژادِنو کو رومن رسم الخط کی طرف دھکیلا جا رہا ہے۔ اخلاق اور زبان کے بگاڑ میں موبائل کمپنیوں کا کردار عوام اور حکومتِ وقت، ہر دو کے لئے کُھلا چیلنج ہے۔ بیسیوں حکومتی اور نجی ریڈیو اور ٹیلی وژن چینلز غلط بولنے اور لکھنے کے مسلسل عمل سے قومی زبان کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچا رہے ہیں۔ تخریبِ زبان میں پرنٹ میڈیا بھی کسی سے کم اور پیچھے نہیں ہے۔ لفظی اور حرفی اختصار کی دوڑ میں دو یا دو سے زیادہ الفاظ کو ملا کر لکھنے کی وبا عام ہوگئی ہے۔ ہر لفظ جداگانہ لکھنے کی بجائے الفاظ کو ملا کر لکھنے سے ان کی بنیادی اور امتیازی حیثیت برقرار نہیں رہتی۔ خود مختار اور علاحدہ علاحدہ لفظوں کو جوڑ کر یا ملا کر لکھنے کی وبا نے پیکرِ معانی اور حُسنِ یکتا کو مجروح اور ان کی انفرادی حیثیت کو مسخ کر کے رکھ دیا ہے۔ دو لفظوں کو بے جا طور پر ملا کر لکھنا بصری طور پر بھی ناگوار محسوس ہوتا ہے۔ ایسا لفظی و حرفی اختصار اور تصرّف جو الفاظ کے حسن کو گہنا دے اور معنوی بگاڑ کا سبب بھی بنے، کسی طور قابلِ قبول نہیں ہے۔ بدقسمتی سے ہمارا پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا اس رسمِ قبیح کا مظاہرہ بڑی دیدہ دلیری سے کر رہا ہے۔

ہمارے ہاں نظامِ تعلیم میں بہت سی خامیوں میں سے ایک خامی یہ بھی ہے کہ ابتدائی جماعتوں میں ''حرف شناسی'' کے مرحلے پر الفاظ کی ساخت کو بالکل نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ اس طرح ذہین بچے بھی حروف کو جوڑ کر لفظ تو بنا لیتے ہیں لیکن درست تلفظ اور اس کے صحیح مفہوم سے بہت کم آشنا ہوتے ہیں۔ میرے خیال میں بچوں کی نصابی کتابوں میں ہر لفظ الگ الگ لکھا جانا چاہیے۔ ہر لفظ کے الگ الگ معانی جاننے اور سمجھنے سے بہت سے ایسے مسائل نوعمری میں حل ہو سکتے ہیں جنھیں عام طور پر شعوری عمر میں پہنچ کر بھی نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ پھر یہی کوتاہی زندگی بھر تحریر و تقریر اور عام بول چال میں موجود رہتی ہے۔ لفظوں کو ملا کر لکھنا جہاں نگاہ کو آزمائش میں مبتلا کر دیتا ہے وہاں طالبِ علم کو ذہنی اُلجھن میں بھی ڈالتا ہے۔ لکھنے اور پڑھنے کی آسانی اس میں ہے کہ مستقل معنی والے لفظوں کو الگ الگ لکھا جائے۔ اُردو قواعد کے معروف عالم رشید حسن خان لکھتے ہیں:

> ''زبان صرف اچھے خاصے پڑھے لکھے لوگوں ہی کے لئے نہیں ہوتی۔ وہ طالب علموں اور کم خواندہ لوگوں کے لیے بھی ہوتی ہے۔ ایک پڑھا لکھا آدمی ''نیکبخت'' کے پڑھنے میں کوئی اُلجھن محسوس نہیں کرے گا مگر ابتدائی درجوں کے طلبہ اور معمولی سطح کے آدمیوں کو اس کے لکھنے اور پڑھنے میں، اُلجھن سے آنکھیں چار کرنا پڑیں گی۔''(۲)

البتہ جہاں دو منفرد لفظ ایک مرکب لفظ کی شکل میں لکھے گئے ہوں اور تحریر میں اس کا رواج اور قبول عام ہو چکا ہو تو ایسی صورت میں اس کی عُرفی حالت کو تسلیم کرنے میں کوئی قباحت نہیں۔ اسی طرح ب بمعنی ساتھ کا سابقہ اگر الگ لکھنے میں کوئی اشتباہ یا ابہام پیدا کرے تو ایسی صورت میں اسے الگ لکھنا مناسب نہیں مثلاً بالکل کو بہ الکل لکھنا درست نہیں ہوگا۔ اسی طرح بہ اخلاق اور بہ ضمیر کی بجائے ب کو با میں تبدیل کر کے بااخلاق اور باضمیر لکھنا مناسب اور درست ہوگا۔ دو لفظوں سے مرکب لفظ لکھنے میں بھی ایک لفظ تصوّر ہوگا۔ ان دو لفظوں کے درمیان فاصلہ نہیں دینا چاہیے مثلاً تن دہی کو تن-دہی اور تن درستی کو تن- درستی نہ لکھا جائے۔ اردو میں مستعمل وہ عربی الفاظ جو قرآنی املاء میں دیگر الفاظ کے ساتھ ملا کر نہیں لکھے جاتے، انھیں اردو املاء میں بھی ملا کر نہیں لکھنا چاہیے۔

کچھ مثالوں سے اس بات کا جائزہ لیا جاتا ہے کہ الفاظ کو ملا کر لکھنے سے کون کون سی قباحتیں اور اُلجھنیں پیدا ہوتی ہیں اور معنوی بگاڑ کیا گُل کِھلاتا ہے۔ (۳)

غلط طور پر ملا کر لکھے گئے الفاظ	درست طور پر الگ الگ لکھے گئے الفاظ	لفظی اور معنوی بگاڑ کی تفصیل
کسمپرسی	کس مپرسی	ملا کر لکھے گئے دو لفظوں کے مرکب کسمپرسی کو عام لوگ کسم ــــ پُرسی ادا کرتے ہیں جو بالکل بے معنی ہو جاتا ہے۔ اس مرکب کو اگر علاحدہ علاحدہ 'کس مپرسی' کی صورت میں لکھا جائے تو اس کا معنی (ایسی حالت جس میں کوئی پُرسانِ حال نہ ہو) خوب واضح ہو جاتا ہے۔ یہ بھی پیشِ نظر رہتا ہے کہ 'کس' الگ لفظ ہے اور 'مپرسی' الگ۔
علمبردار	عَلَم بردار	ملا کر لکھے گئے اس مرکب کو سطحی استعداد رکھنے والے لوگ اور طلبہ علمبر ــــ دار پڑھتے ہیں۔ عربی اور فارسی کی اس ترکیب کو سمجھ نہیں پاتے۔ اگر عَلَم بردار کی صورت میں یہ ترکیب نظروں کے سامنے ہو تو اس کا معنی (جھنڈا اُٹھا کر چلنے والا، پیش پیش، مدّعی) بالکل واضح ہو جاتا ہے۔

تندرست	تن درست	ملا کر لکھے گئے دولفظوں کے مرکب تندرست کو عام طور پر تند ــــ رُست پڑھا اور بولا جاتا ہے۔ایسی غلطی محض ملا کر لکھنے سے ہوتی ہے۔ اگر دو الگ الگ لفظوں کی صورت میں ' تن درست' نظروں کے سامنے ہو تو دیکھتے ہی تن (بدن) اور درست (ٹھیک) کا تصّور واضح ہو جاتا ہے۔ ان دونوں لفظوں کی امتیازی حیثیت برقرار رہتی ہے اور بصری طور پر بھی ناگوار محسوس نہیں ہوتا۔
سرخرو	سرُخ رُو	اس ترکیب کو عام طور پر سَر ــــ خَرو اور سُر ــــ خَرو ہی بولا جاتا ہے جس سے لفظی اور معنوی بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے۔سُرخ رُو کو اگر الگ الگ لکھا جائے تو اس کا معنی (سُرخ چہرے والا یعنی کام یاب و کام ران) واضح ہو جائے گا۔اس سے تلفظ کا بگاڑ بھی پیدا نہیں ہوگا۔
خوبرو	خوب رُو	ملا کر لکھے گئے دولفظوں کے مرکب خوبرو کی لفظی شناخت آسانی سے نہیں ہو پاتی۔خُو ــــ بَرو کی صورت میں بولنے سے لایعنی صورت پیدا ہو جاتی ہے اور ایک خوب صورت لفظ اپنے خوب صورت معنی کے ساتھ مسخ ہو کر رہ جاتا ہے۔ ان دونوں لفظوں کو اگر توڑ کر خوب رُو (خوب صورت چہرہ) لکھا جائے تو بصری طور پر بھی خوب صورت لگے گا۔
روبرو	رُو بہ رُو	رو برو کو بھی رُو۔ برو ادا کیا جاتا ہے۔رُو بہ رُو (چہرہ بہ چہرہ۔آمنے سامنے) کو الگ الگ لکھنے سے حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ یہ دو نہیں بلکہ تین الفاظ کا مرکب ہے۔
دانشور	دانش ور	ملا کر لکھے ہوئے دولفظوں کے مرکب دانشور کو عام طور پر دانش ور ہی بولا جاتا ہے لیکن راقم کے مشاہدے میں یہ بات

آ تی رہتی ہے کہ بعض لوگ احمق اور بے وقوف شخص کو از راہِ تفنن دانشُور (Danshoor) کہہ دیتے ہیں۔ یہ دو الگ الگ لفظوں کو ملا کر لکھنے کا ہی شاخسانہ ہے۔ اگر ان دونوں لفظوں کی امتیازی حیثیت برقرار رکھی جاتی تو دانشُور (Danshoor) کی اصطلاح وضع نہ ہو پاتی۔		
ملا کر لکھا ہوا یہ مرکب جہاں بصری طور پر ناگوار گزرتا ہے وہاں عالی کا عُلُوّ ِلفظی بھی مجروح ہو جاتا ہے۔	عالی شان	عالیشان
یہ تین لفظوں کا مرکب ہے۔ اِن (اگر) حرفِ شرط ہے۔ شَاءَ فعل ماضی اور اللہ فاعل ہے۔ اِنْ کو شاء کے ساتھ ملا کر ہمزہ کے بغیر جب انشا اللہ کی صورت میں لکھا جاتا ہے تو جہاں اس مرکب کا لفظی تشخص ختم ہوتا ہے، وہاں معنوی بگاڑ بھی پیدا ہو جاتا ہے۔ انشا کا عربی میں معنی نشو و نما اور بڑھوتری ہے۔ ان شاء اللہ کو ملا کر اگر انشاء اللہ لکھا جائے تو اکرامُ اللہ کے وزن پر انشاءُ اللہ بھی پڑھا جا سکتا ہے جو سراسر غلط ہوگا۔	ان شاء اللہ	انشا اللہ
یہ دو مردانہ نام ہیں۔ جب یہ ملا کر لکھے جاتے ہیں تو مضحکہ خیز صورتِ حال پیدا ہو جاتی ہے۔ ملا کر لکھے گئے راجولی اور شاہولی پر نظر پڑتی ہے تو "Rajoli" اور "Shaholi" جیسے تلفظ کا گمان ہوتا ہے۔	راج ولی شاہ ولی	راجولی شاہولی
چک لالہ راول پنڈی کا ایک مقام ہے جو چھاؤنی اور ہوائی اڈے کی وجہ سے معروف ہے۔ پنجابی زبان میں چک گاؤں کو کہتے ہیں۔ اس ترکیب میں لالہ مضاف الیہ ہے یعنی لالہ کا چک۔ لالہ بڑے بھائی کو کہا جاتا ہے۔ لالہ ایک معروف اور خوب صورت پھول کا نام بھی ہے۔ لالہ	چک لالہ	چکلالہ

		سے یہ دونوں مفہوم لیے جا سکتے ہیں یعنی بڑے بھائی کا گاؤں یا وہ گاؤں جس میں لالہ کے پھول اُگتے ہوں۔ چک اور لالہ کو ملا کر جب چکلالہ لکھ دیا جاتا ہے تو یوں گمان ہوتا ہے کہ یہ کسی چکلال نامی لفظ سے مشتق ہے اور چکلال سے چکلالہ بنا دیا گیا ہے۔
دستخط	دست خط	دست خط (اپنے ہاتھوں سے لکھا ہوا نام) ایک کثیر الاستعمال ترکیب ہے۔ یہ ترکیب اصل میں خطِ دست ہے۔ اس ترکیب میں مضاف الیہ پہلے جب کہ مضاف بعد میں آیا ہے۔ اس کی مثال پیرانِ پیر اور شاہنشاہ (شاہانِ شاہ) کی طرح ہے جو اصل میں پیرِ پیراں (پیروں کا پیر) اور شاہِ شاہان (بادشاہوں کا بادشاہ) ہے۔ دست خط کو ملا کر دستخط کی صورت میں لکھا جائے تو اس ترکیب کا معنوی تصوّر دھندلا جاتا ہے۔
جلترنگ	جل ترنگ	جل ترنگ (پانی کی لہر، ایک باجا) کو جلترنگ کی شکل میں ملا کر لکھنے سے جل کا معنی پانی اور ترنگ کا معنی لہر، موج اور جوش واضح نہیں ہوتا۔
نگہداشت	نگہ داشت	نگہ داشت اصل میں نگاہ داشت ہے۔ نگہ کو اگر داشت کے ساتھ ملا کر لکھا جائے تو ان دونوں لفظوں کی انفرادی حیثیت کا تصّور دھندلا جائے گا اور بالآخر ختم۔ الگ الگ لکھنے سے دونوں لفظوں کے معنی (نظر رکھنا، حفاظت کرنا) فوراً ذہن میں آ جائیں گے اور ان کی انفرادی اور جداگانہ حیثیت بھی برقرار رہے گی۔
دلبر داشتہ	دِل برداشتہ	دل برداشتہ کو دلبر۔ داشتہ لکھتے ہوئے محبوبہ کو داشتہ بنا دیا جاتا ہے۔

اس طرح کے مزید کرشمے الف بائی ترتیب سے مثال کے طور پر پیش کیے جاتے ہیں۔

غلط طور پر ملا کر لکھے گئے الفاظ	درست طور پر الگ الگ لکھے گئے الفاظ	معانی اور تفصیل
آبدیدہ	آب دیدہ	(دیدن مصدر سے) رونے پر آمادہ۔ آنسو بھرا۔ آنکھ کا پانی۔
آبیاری	آب یاری	کھیتوں کو سینچنا
آجشبکو	آج شب کو	اکتوبر اور نومبر ۲۰۱۱ء کے دوران پی ٹی وی پر رات دس بجے کے بعد نشر ہونے والے پروگراموں کی تفصیل ''آجشبکو'' کے عنوان کے تحت سکرین پر بتائی جاتی تھی۔ یہ تینوں الفاظ ملا کر لکھے جانے سے اپنے معنوی اور صوری تشخص کو کھو بیٹھتے ہیں۔
آجکل	آج کل	(متعلق فعل) یعنی ان دنوں، بہت جلد، عن قریب
آنیوالا	آنے والا	
ابتک	اب تک	
اسکو	اس کو	
اسکی	اس کی	
اسکے	اس کے	
اسلئے	اس لئے	
اسنے	اس نے	
افسوسناک	افسوس ناک	ناک کلمۂ نسبت ہے۔ اسماء کے ساتھ مل کر صفت بناتا ہے جیسے افسوس ناک یعنی قابلِ افسوس
انتھک	اَن تھک	اَن حرفِ نہی ہے۔ کسی لفظ کے پہلے آ کر نفی (بغیر۔ بنا) کے معنی دیتا ہے جیسے ان تھک یعنی نہ تھکنے والا، بہت محنتی۔
اندنوں	ان دنوں	
انکا	ان کا	
انکو	ان کو	

انکی	ان کی	
انکے	ان کے	
انشاءاللہ	ان شاء اللہ	تفصیل پچھلے صفحات پر بیان ہو چکی ہے۔
انگنت	ان گنت	بے شمار
انمنٹ	ان مٹ	نہ مٹنے والی
ایکساتھ	ایک ساتھ	
ایماندار	ایمان دار	دار لاحقۂ فاعلی ہے۔ مصدر داشتن کا صیغۂ امر جو کسی اسم کے بعد آ کر اُسے اسم فاعل بنا دیتا ہے اور رکھنے والا کے معنی دیتا ہے جیسے ایمان دار یعنی ایمان رکھنے والا، دیانت دار یعنی دیانت رکھنے والا۔
بانکپن	بانک پن	پن مصدری علامت ہے۔ بعض صفات کے آخر میں آ کر انھیں اِسم کیفیت بنا دیتا ہے جیسے بانک پن یعنی ٹیڑھا پن، البیلا پن وغیرہ
بجکر	بج کر	
بخوبی	بہ خوبی	اچھی طرح، پوری طرح، عمدگی سے
بدرگاہ	بہ درگاہ	اس سے بدر- گاہ کا شائبہ ہوتا ہے
بدولت	بہ دولت	(متعلق فعل) سبب سے، ذریعے سے، طُفیل سے وغیرہ
بشرطیکہ	بہ شرطے کہ	تابع فعل ہے یعنی اس شرط پر
بلکہ	بل کہ	(حرفِ عطف و تابع فعل) پھر بھی۔ اس سے بڑھ کر۔ شاید وغیرہ
بنکر	بن کر	
بہرحال	بہ ہر حال	(تابع فعل) ہر حال میں، ہر طرح پر وغیرہ
بیباق	بے باق	(اسم صفت) قرض سے سبک دوش
بیباک	بے باک	(اسم صفت) بے خوف
بیتاب	بے تاب	(اسم صفت) تاب تابیدن مصدر سے ہے۔ اس کا مطلب ہے بے طاقت، بے چین وغیرہ

بیخبر	بےخبر	(اسم صفت) غافل، ناسمجھ وغیرہ
بیخود	بےخود	(اسم صفت) اپنے آپ سے بےخبر، ازخود رفتہ
بیشتر	بیش تر	(اسم صفت) بیش کی تفضیلِ بعض ہے یعنی اکثر، زیادہ تر
بیشک	بےشک	(اسم صفت) بےشبہ، درست، صحیح وغیرہ
بیشمار	بےشمار	(اسم صفت) بےحساب، شمار سے باہر، بہت زیادہ وغیرہ
بیکار	بےکار	(اسم صفت) نکمّا۔ ناکارہ۔ ناقص وغیرہ
بینوا	بےنوا	(اسم صفت) بےکس، جس کی آواز نہ سنی جائے وغیرہ
بیوفا	بےوفا	(اسم صفت) وعدہ پورا نہ کرنے والا۔ بدعہد۔ بےمروّت
بیوقوف	بےوقوف	(اسم صفت) بےعقل، احمق اور نادان
بیہوش	بےہوش	(اسم صفت) بےخبر، بےسُدھ اور غافل
پاسداری	پاس داری	داری داشتن مصدر سے ہے یعنی لحاظ رکھنا۔ مروّت۔ خیال رکھنا
پانیوالا	پانے والا	ملا کر لکھنے سے پانی والا بھی سمجھا جا سکتا ہے۔
پائمال	پائے مال	مال مالیدن مصدر سے ہے یعنی پاؤں تلے روندنا
پڑھکر	پڑھ کر	
پہریدار	پہرے دار	دار داشتن مصدر سے ہے یعنی سنتری۔ چوکی دار۔ محافظ اور دربان وغیرہ
پیشتر	پیش تر	پیش کی تفضیلِ بعض یعنی بہت پہلے
پنگھٹ	پن گھٹ	پن مخفّف ہے پانی کا اور گھٹ گھاٹ کا یعنی پانی کا گھاٹ۔
پیشرفت	پیش رفت	رفت رفتن مصدر سے ہے یعنی معاملے کا آگے بڑھنا
پیشرو	پیش رو	رو رفتن مصدر سے ہے یعنی پہلے گزر جانے والا۔ آگے آگے چلنے والا
پیشکش	پیش کش	نذر، ہدیہ، تحفہ، presentation۔ کش کشیدن مصدر سے ہے۔
پیشگفتار	پیش گفتار	پیش لفظ، دیباچہ، تمہید، تقدیم۔ گفتار گفتن مصدر سے ہے۔
تابعدار	تابع دار	دار داشتن مصدر سے ہے۔ لغوی معنی تابع رکھنے والا ہے لیکن مطیع اور فرماں بردار کے معنوں میں غلط العوام ہے۔

تابناک	تاب ناک	(اسم صفت) روشن۔تاب تابیدن مصدر سے ہے۔
تاجدار	تاج دار	
تاجور	تاج ور	
تحصیلدار	تحصیل دار	دار داشتن مصدر سے ہے۔ضلع کی کسی تحصیل کا حاکم جس کا کام مال گزاری وصول کرنا ہوتا ہے۔
تکبندی	تک بندی	بستن مصدر سے ہے یعنی اپنی طرف سے گھڑی ہوئی بات
تندرستی	تن درستی	تفصیل پچھلے صفحات میں گزر چکی ہے
تندہی	تن دہی	دہی دادن مصدر سے ہے یعنی جفاکشی
تنگدست	تنگ دست	مفلس
تنگدل	تنگ دل	کم حوصلہ
تہبند	تہ بند	بند بستن مصدر سے ہے یعنی دھوتی ،لُنگی وغیرہ
ٹیلیویژن	ٹیلی وژن	
جانبدار	جانب دار	دار داشتن مصدر سے ہے یعنی طرف دار، مددگار
جانبر	جان بر	محفوظ، زندہ سلامت، صحیح سلامت۔
جاندار	جان دار	جان رکھنے والا۔مضبوط۔قوی وغیرہ دار داشتن مصدر سے ہے۔
جاں بلب	جاں بہ لب	یہ اصل میں جان برلب ہے یعنی قریبِ مرگ
جانفشانی	جاں فشانی	فشانی افشاندن مصدر سے ہے یعنی جان مارنا۔سرگرمی، محنت
جانکاہ	جان کاہ	جان کو گُھلانے والا، غم انگیز، تکلیف دہ
جانگیا	جان گیا	دولفظوں کو ملا کر لکھنے سے لنگوٹ، کچھا اور زیر جامہ کا مفہوم بھی اخذ ہوتا ہے۔
جانور	جان ور	
جانیوالا	جانے والا	
جائیگا	جائے گا	
جائیگی	جائے گی	

جائینگے	جائیں گے	
جبتک	جب تک	
جبکہ	جب کہ	
جسطرح	جس طرح	
جرأتمند	جرأت مند	
جسکو	جس کو	
جسکی	جس کی	
جسکے	جس کے	
جمعبندی	جمع بندی	بندی بستن مصدر سے ہے یعنی مال گزاری کا بندوبست
جوابدہی	جواب دہی	دہی دادن مصدر سے ہے یعنی ذمہ داری
جہاندار	جہان دار	
جہاندیدہ	جہاں دیدہ	دیدہ دیدن مصدر سے ہے یعنی جس نے دنیا بھر کو دیکھا ہو۔آزمودہ کار
جہانگیر	جہاں گیر	گیر گرفتن مصدر سے ہے یعنی دنیا کو فتح کرنے والا
چنانچہ	چناں چہ	(متعلق فعل) جیسا کہ،اس طرح
چوکیدار	چوکی دار	دار داشتن مصدر سے ہے یعنی چوکی سنبھالنے والا،حفاظت کرنے والا
چونکہ	چوں کہ	چوں حرفِ شرط ہے یعنی اس لئے
حالانکہ	حال آں کہ	(متعلق فعل) تین لفظوں کا مجموعہ ہے۔یعنی حالت تو یہ ہے کہ، یہ حالت ہوتے ہوئے بھی۔
حرف بحرف	حرف بہ حرف	(متعلق فعل) ایک ایک حرف۔لفظ بہ لفظ
خاکسار	خاک سار	
خواہشمند	خواہش مند	(اسم صفت) آرزومند،خواہاں اور شائق
خوبرو	خوب رو	(اسم صفت) خوب صورت
خوبصورت	خوب صورت	(اسم صفت) حسین۔خوب رُو

خوشبو	خوش بُو	(اسم صفت) اچھی مہک اور بُو
خوشحال	خوش حال	(اسم صفت) آسودہ حال
خوشخبری	خوش خبری	اچھی خبر۔نوید۔بشارت
خوشخط	خوش خط	(اسم صفت) عمدہ لکھا ہوا۔عمدہ لکھنے والا
خوشدامن	خوش دامن	
خوشگوار	خوش گوار	(اسم صفت) خوش آیند۔پسندیدہ
خوشنودی	خوش نودی	
خونخوار	خون خوار	
خونریز	خون ریز	
داغدار	داغ دار	(اسم صفت) دار داشتن مصدر سے ہے یعنی جس پر کوئی داغ ہو
دانشمند	دانش مند	(اسم صفت) صاحبِ عقل، زیرک
دانشور	دانش ور	(اسم صفت) صاحبِ عقل، زیرک
درسگاہ	درس گاہ	
دستبردار	دست بردار	چھوڑنے والا ، باز آنے والا
دستخط	دست خط	تفصیل گزر چکی ہے
دسترس	دست رس	پہنچ، رسائی، قابلیت، حیثیت وغیرہ ۔رس رسیدن مصدر سے ہے یعنی کسی چیز تک ہاتھ کا پہنچ جانا۔
دستیاب	دست یاب	(اسم صفت) میسر۔یاب یافتن مصدر سے ہے
دلآزاری	دل آزاری	دل دُکھانا
دلچسپ	دل چسپ	(اسم صفت) چسپ چسپیدن مصدر سے ہے۔یعنی دل لبھانے والا۔خوش نما
دلبر	دل بر	(اسم صفت) بر بُردن مصدر سے ہے یعنی دل لینے والا۔محبوب۔معشوق

دلربا	دل رُبا	(اسم صفت) ربا ربائیدن مصدر سے ہے یعنی دل لبھانے والا۔ محبوب۔ معشوق
دلکش	دل کش	(اسم صفت) کش کشیدن مصدر سے ہے یعنی دل کو کھینچ لینے والا۔ پسندیدہ۔ خوش نما
دلکشا	دل کشا	(اسم صفت) کشا کشادن/کشودن مصدر سے ہے یعنی دل کو شگفتہ کرنے والا
دلنشیں	دل نشیں	(اسم صفت) نشستن مصدر سے ہے یعنی دل میں بیٹھ جانے والا۔ دل پر اثر کرنے والا
دم بخود	دم بہ خود	(اسم صفت) چپ چاپ۔ ساکت و جامد
دم بدم	دم بہ دم	(متعلق فعل) ہر گھڑی۔ ہر وقت۔ متواتر۔ پے در پے
دیدی	دے دی	
دیکر	دے کر	
دیندار	دین دار	(اسم صفت) دار داشتن مصدر سے ہے یعنی دین کا پابند۔ متقی
دیانتدار	دیانت دار	(اسم صفت) دار داشتن مصدر سے ہے یعنی ایمان دار۔ راست باز
ذیلدار	ذیل دار	ایک سرکاری عہدہ جس کے حلقے میں کئی گاؤں ہوتے ہیں دار داشتن مصدر سے ہے۔
راجولی	راج ولی	تفصیل پچھلے صفحات میں گزر چکی ہے
راہداری	راہ داری	راستے پر چلنے کا اجازت نامہ۔ راستے کا محصول۔ دار داشتن مصدر سے ہے۔
راہبر	راہ بر	ہادی۔ راہ نما۔ پیش وا۔ بر بُردن مصدر سے ہے
راہزن	راہ زن	لٹیرا۔ قاطع الطریق۔ زن زدن مصدر سے ہے
راہگزر	راہ گزر	گزر گزشتن مصدر سے ہے یعنی راستہ۔ سڑک
راہگیر	راہ گیر	گیر گرفتن مصدر سے ہے یعنی راستہ پکڑنے والا۔ مسافر
راہنما	راہ نما	نما نمودن مصدر سے ہے یعنی راستہ دکھانے والا

رنگدار	رنگ دار	(اسم صفت) رنگا ہوا۔ رنگین۔ دار داشتن مصدر سے ہے
رنگریز	رنگ ریز	کپڑا رنگنے والا۔ ریز ریختن مصدر سے ہے
روبرو	رو بہ رو	(اسم صفت) آمنے سامنے۔ مقابل
روز بروز	روز بہ روز	(متعلق فعل) آئے دن۔ ہر روز۔ مسلسل
روبقبلہ	رو بہ قبلہ	قبلہ کی طرف مُنہ کر کے
زمیندار	زمین دار	دار داشتن مصدر سے ہے یعنی زمین رکھنے والا۔
سربسر	سر بہ سر	(متعلق فعل) سراسر، اس سرے سے اُس سرے تک۔ تمام
سربصحرا	سر بہ صحرا	(اسم صفت) دیوانہ وار۔ وحشیانہ
سربفلک	سر بہ فلک	(اسم صفت) بہت اُونچا۔ وہ چیز جس کا سر آسمان تک جا لگے
سربکف	سر بہ کف	(اسم صفت) سر ہتھیلی پر رکھے ہوئے۔ جان دینے پر آمادہ
سربگریباں	سر بہ گریبان	(اسم صفت) سوچ بچار کی حالت میں۔ نادم۔ شرمندہ
سنکر	سن کر	
سوچکر	سوچ کر	اسے ۱۰۰ چکر بھی سمجھا جا سکتا ہے۔
سونیکی	سونے کی	ملا کر لکھنے سے سَو نیکیوں کا مفہوم بھی نکلتا ہے۔
شبخون	شب خون	رات کو بے خبری میں حملہ کرنا۔ ملا کر لکھے گئے ان دو لفظوں کو بعض لوگ غلط فہمی میں شنخون (شن جون) بھی پڑھ جاتے ہیں۔
شاندار	شان دار	(اسم صفت) دار داشتن مصدر سے ہے یعنی عالی شان۔ ذی رُتبہ
شرمساری	شرم ساری	شرمندگی، خجالت۔
شرمناک	شرم ناک	(اسم صفت) قابلِ شرم
ششماہی	شش ماہی	(اسم صفت) نصف سال۔ چھ ماہ۔ چھ ماہ کا
شوکت علیشاہ	شوکت علی شاہ	علی اور شاہ کو ملا کر لکھنا علی کے علوِّ لفظی کے منافی ہے
شہزاد	شاہ زاد	بادشاہ کا بیٹا، شاہی خاندان کا فرد۔
صاحبزادہ	صاحب زادہ	شریف زادہ۔ رئیس زادہ۔ بیٹا

صبحدم	صبح دم	(متعلق فعل) علی الصبح۔ صبح سویرے
صورتحال	صورتِ حال	معاملہ، کیفیت
طاقتور	طاقت ور	ور اصل میں آور ہے جو آوردن مصدر سے ہے یعنی طاقت والا۔ ملا کر لکھنے سے طاق تُو ربھی پڑھا جا سکتا ہے۔
طالبعلم	طالب علم	علم کا طلب گار
طلبگار	طلب گار	(اسم صفت) خواہش مند
عالمگیر	عالم گیر	(اسم صفت) گیر گرفتن مصدر سے ہے۔ دنیا کو زیر کرنے والا۔ دنیا پر چھایا ہوا
عالیجناب	عالی جناب	(اسم صفت) بڑے رُتبے والا۔ بلند شان والا
عالیشان	عالی شان	(اسم صفت) اعلیٰ رُتبے والا۔ بڑی شان والا
عقلمند	عقل مند	(اسم صفت) عاقل۔ دانا۔ ہوش مند
عقیدتمند	عقیدت مند	(اسم صفت) معتقد۔ ارادت مند۔ دین دار
علیحدہ	علاحدہ	(اسم صفت) یہ اصل میں علیٰ حَدِہٖ (اپنی حد پر) ہے یعنی الگ۔ جُدا
علیخان	علی خان	
علمبردار	علم بردار	(اسم صفت) بردار برداشتن مصدر سے ہے یعنی جھنڈا اُٹھا کر چلنے والا
عنقریب	عن قریب	(متعلّق فعل) پاس۔ نزدیک۔ جلد۔ فوراً
غمخوار	غم خوار	(اسم صفت) خوار خوردن مصدر سے ہے یعنی غم کھانے والا۔ دکھ درد کا شریک
فنکار	فن کار	کار کردن مصدر سے ہے یعنی اپنے فن سے کام کرنے والا یا اپنے فن کو کام میں لانے والا
قائمقام	قائم مقام	دو لفظوں کو ملا کر لکھنے سے ایک میم کم لکھی جاتی ہے جو ناروا اور غلط ہے
کامیاب	کام یاب	(اسم صفت) یاب یافتن مصدر سے ہے یعنی فتح یاب
کجکلاہ	کج کلاہ	(اسم صفت) ٹیڑھی ٹوپی والا۔ خود نمائی کرنے والا

کرنیوالا	کرنے والا	
کرینگے	کریں گے	
کسمپرسی	کس مپرسی	تفصیل پچھلے صفحوں پر گزر چکی ہے۔ پُرسی پرسیدن مصدر سے ہے
کمزور	کم زور	(اسم صفت) ناتواں۔ کم طاقت والا۔ ہلکا
کمیاب	کم یاب	(اسم صفت) یاب یافتن مصدر سے ہے۔ کم ملنے والا۔ نایاب
کونسا	کون سا	
کونسی	کون سی	
کیساتھ	کے ساتھ	
کیلئے	کے لئے	
کیوجہ	کی وجہ	(تابع فعل) اس لئے۔ اس طرح
کیونکہ	کیوں کہ	(تابع فعل) اس لئے۔ اس طرح
کھائینگے	کھائیں گے	
گرانقدر	گراں قدر	(اسم صفت) عالی مرتبہ۔ معزز
گرانمایہ	گراں مایہ	(اسم صفت) نفیس، قیمتی، بڑا آدمی جو صاحبِ قدر و منزلت ہو
گلبدن	گُل بدن	(اسم صفت) پھول جیسے نازک بدن والا
گلستان	گُل ستان	
گلکاری	گُل کاری	کار کاریدن مصدر سے ہے یعنی نقاشی اور بیل بوٹے کا کام
گمراہ	گم راہ	(اسم صفت) راہ کو گم کر دینے والا۔ بے دین
گمنام	گم نام	(اسم صفت) غیر معروف۔ جس کو کوئی نہ جانتا ہو
لیکر	لے کر	
لکھینگے	لکھیں گے	
مالدار	مال دار	(اسم صفت) دار داشتن مصدر سے ہے۔ مال رکھنے والا۔ امیر آدمی
مالگزاری	مال گزاری	زمین کا لگان

مبارکباد	مبارک باد	لغوی معنی مبارک ہو۔خوش خبری۔تہنیت۔اشیر باد
مزدُور	مُزد وَر	یہ دولفظوں کا مرکب ہے۔مُزد(مزدوری)+ور(لانے والا)۔ ور اصل میں آور ہےاورآوردن مصدر سے ہے۔
مزیدار	مزےدار	(اسم صفت)دار داشتن مصدر سے ہےیعنی لذت والا۔لذیذ
ملکر	مل کر	
ملنسار	ملن سار	(اسم صفت)ہرایک سے ملنے والا
منزل بمنزل	منزل بہ منزل	(تابع فعل)درجہ بہ درجہ۔ایک ایک پڑاؤ
موجزن	موج زن	(اسم صفت)زن زدن مصدر سے ہے۔موجیں یعنی ٹھاٹھیں مارنے والا
مہتاب	مہ تاب	ماہ تاب کا مخفف۔تاب تافتن مصدر سے ہےیعنی چاند۔چاندنی
مہمانداری	مہمان داری	داری داشتن مصدر سے ہےیعنی مہمان رکھنا۔مہمان نوازی
میخانہ	مےخانہ	شراب خانہ
میخوار	مےخوار	شرابی۔خوار خوردن مصدر سے ہے
میکش	مےکش	شرابی۔کش کشیدن مصدر سے ہے
نامور	نام ور	نام آور کا مخفف ہے۔آور آوردن مصدر سے ہےیعنی مشہور ومعروف
نشاندہی	نشان دہی	ٹھکانا پتا۔سراغ رسانی
نگہداشت	نگہ داشت	اصل میں نگاہ داشت ہے۔داشت داشتن مصدر سے ہے۔یعنی کسی کو نگاہ میں رکھنا۔حفاظت کرنا وغیرہ
وضعدار	وضع دار	
ہمدردی	ہم دردی	غم خواری۔دردمندی
ہمسر	ہم سر	برابر کا۔ہم رُتبہ
ہمسفر	ہم سفر	
ہوشمند	ہوش مند	عقل مند
یکجہتی	یک جہتی	اتحاد۔اتفاق۔دوستی

یکسر	یک سر	تمام، بالکل، اوّل سے آخر تک۔
یکسوئی	یک سوئی	اطمینان۔فرصت۔دل جمعی
یہاںپر	یہاں پر	

چند مرکب شہروں کے نام جو ملا کر لکھے جاتے ہیں:

غلط طور پر ملا کر لکھے گئے شہروں کے نام	درست طور پر الگ الگ لکھے گئے شہروں کے نام
بارہمولہ	بارہ مُولا
بھاگلپور	بھاگل پور
بہاولپور	بہاول پور
جونپور	جون پور
چکلالہ	چک لالہ
چندیگڑھ	چندی گڑھ
ڈیرہ غازیخان	ڈیرا غازی خان
راولپنڈی	راول پنڈی
سرینگر	سری نگر
سیالکوٹ	سیال کوٹ
ساہیوال	ساہی وال
علیگڑھ	علی گڑھ
فتحپور	فتح پور
کانپور	کان پور
گوجرانوالا	گوجراں والا
گورکھپور	گورکھ پور
گولکنڈہ	گول کنڈہ
مبارکپور	مبارک پور

میانوالی	میاں والی (ملا کر لکھنے سے میا-نوالی بھی پڑھا جا سکتا ہے۔)
ناگپور	ناگ پور
نوابشاہ	نواب شاہ

حوالہ جات

۱۔ الحجر۔۔۹

۲۔ خان، رشید حسن، اُردُو اِملا (لاہور: مجلسِ ترقیٔ ادب، ۲۰۰۷ء) ص ۴۶۳

۳۔ زیرِ بحث مرکب الفاظ کے معانی کے سلسلہ میں مندرجہ ذیل لغوی مصادر سے استفادہ کیا گیا ہے:

- فرہنگِ عمید (جلد-۲)، باہتمام مؤسسہ انتشاراتِ امیر کبیر، تہران ۱۳۶۳ھ
- سیّد تصدق حسین رضوی، لغاتِ کشوری، باہتمام منشی نول کشور مطبع اودھ اخبار، سن ندارد
- مولوی فیروز الدین، فیروز اللغات۔ فارسی، (لاہور: فیروز سنز، ۱۹۵۲)
- رفیق احمد ساقی، پروفیسر سید امیر کھوکھر، جامع فارسی لغات، (جہلم: بک کارنر، ۲۰۱۴ء)
- نیّر، مولوی نور الحسن، نور اللغات (جلد ۲-۳)، (لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۱۹۸۹ء)
- سیّد احمد دہلوی، مولوی، فرہنگِ آصفیہ جلد ۱-۲ (لاہور: اردو سائنس بورڈ، ۲۰۰۳ء)
- اردو لُغت بورڈ، اردو لُغت، جلد ۱۱ (کراچی: ترقیٔ اردو بورڈ، ۱۹۹۰ء)
- عبد المجید، خواجہ، جامع اللغات جلد ۲ (لاہور: اردو سائنس بورڈ، ۲۰۰۳ء)
- حقی، شان الحق، فرہنگِ تلفظ (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۹۵ء)
- خویشگی، محمد عبد اللہ خان، فرہنگِ عامرہ (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۹ء)
- سرہندی، وارث، علمی اُردو لغت (لاہور: علمی کتاب خانہ، ۲۰۱۲ء)
- فتح پوری، ڈاکٹر فرمان، رافع اللغات (لاہور: الفیصل ناشران، ۲۰۰۵ء)

قومی زبان اور ہمارے نشریاتی اِدارے

اردو کی تقویت، بالادستی اور اس کی اہمیت کا اعتراف دراصل وطن عزیز پاکستان کی ترقی، سالمیت اور یک جہتی کے منصوبوں کا حصہ ہے۔ اُردو زبان وادب نے نہ صرف یہ کہ تحریک پاکستان میں نمایاں حصّہ لیا بلکہ اردو اس وقت قومی ہم آہنگی کے فروغ میں اہم کردار ادا کر رہی ہے۔ اردو پاکستان کی قومی زبان ہے اور اس کی بقاء بھی پاکستان سے وابستہ ہے۔ زبان اپنے مرکز سے دور ہٹ کر اپنی اصلی وضع اور ہیئت پر برقرار نہیں رہ سکتی، لیکن بدقسمتی سے کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ زبانوں اور لباسوں کی ضرورت اب باقی نہیں رہی، خاص طور پر مقامی زبانوں اور لباسوں کی۔ ان کے مطابق دُنیا گلوبل ولیج بن چکی ہے لہٰذا دُنیا میں مقامی زبان اور لباس کی تخصیص ختم ہونی چاہیے۔ نہیں معلوم اس طرح سوچنے والے کہاں سے یہ عقل کشید کرتے ہیں جس کے تحت اپنی تہذیب اور تمدّن کو چھوڑ کر 'نئی روشنی' اور 'دانش' کا راستہ نکالا جاتا ہے۔

پاکستان کے قومی نشریاتی اداروں کی ذمہ داری ہے کہ وہ قومی زبان کی ترویج اور حفاظت میں اپنا بھرپور کردار ادا کریں۔ ایک دور تھا کہ ریڈیو پاکستان، پاکستان ٹیلی وژن اور قومی اخبارات وجرائد اصلاحِ زبان وادب کا موثر ذریعہ ہوا کرتے تھے۔ ان اداروں کا کردار جامعات و کلیات سے کم نہیں ہوتا تھا۔ افسوس کہ آج یہ ادارے اپنا یہ لسانی اعزاز برقرار رکھنے سے قاصر نظر آتے ہیں اور بڑی تیزی سے قومی زبان اردو کی صوتی اور تحریری ہیئت کو مسخ کرنے کا موجب بن رہے ہیں۔ ریڈیو پاکستان اور پی ٹی وی پر مذہبی اور قومی پروگراموں کے کمپیئر اور اینکر پرسن بسا اوقات تلفظ کی غلطیوں کے مرتکب ہوتے رہتے ہیں۔ ریڈیو پاکستان سے وابستہ ایک ذمہ دار

آفیسر سے میں نے اس صورتِ حال کا گلہ کیا تو انھوں نے برملا کہا کہ عوام کی ضرورت خبر کا اِبلاغ ہے نہ کہ صحتِ الفاظ، ہماری ترجیح محض خبر کا ابلاغ ہے۔

سوچی سمجھی سازش کے تحت اس رائے کو تقویت دی جا رہی ہے کہ غَلَط العوام الفاظ کا استعمال غَلَطیاں نہیں ہوتیں بلکہ زبان کے فطری ارتقائی عمل کا حصہ ہیں اور اس عمل میں کوئی رخنہ اندازی مناسب نہیں۔ اسی رائے کے اثر کے تحت زبان کی صحت کا کوئی خاص اہتمام نظر نہیں آتا۔ سوچنے کی بات ہے کہ زبان کی پروا کیے بغیر جو کچھ ہو رہا ہے کیا اسے فطری ارتقاء تسلیم کر کے یوں ہی جاری رہنے دیا جائے یا اس ضمن میں نگرانی اور اصلاح کا کوئی نظام قائم کرنے کی ضرورت ہے؟ اس سوال پر دانش وروں اور ماہرین لسانیات کو غور کرنا چاہیے۔

ریڈیو اور ٹیلی وژن پر غلط بولے اور لکھے جانے والے الفاظ

ریڈیو اور ٹیلی وژن پر غلط بولے جانے والے الفاظ اردو زبان سے لگاؤ رکھنے والے انسان کی طبعِ نازک پر گراں گزرتے ہیں۔ ڈراما یا پروگرام ختم ہونے پر ٹیلی وژن کی سکرین پر قواعدِ زبان، اصولِ کتابت اور ہجوں کی غلطیوں سے بھرپور الفاظ جب نظروں کے سامنے آتے ہیں تو بے اختیار سر پیٹنے کو جی چاہتا ہے، جب کہ نئے نئے چینلوں کی بہار میں تو زبان کی صحت کے حوالے سے معاملات بالکل ہی بے لگام ہو چکے ہیں۔ چند مثالیں اُن الفاظ کی دی جا رہی ہیں جو قومی ادارے پاکستان ٹیلی وژن پر عام طور پر غلط بولے اور لکھے جاتے ہیں۔ ان الفاظ کا درست تلفظ بھی تحریر کیا جا رہا ہے۔ لفظی غلطیوں کی یہ مثالیں راقم کے ذاتی مشاہدات میں سے ہیں۔ اغلاط کی نشان دہی سے یہ نتیجہ اخذ نہ کیا جائے کہ راقم کاغذ اور قلم لے کر ہمہ وقت ٹیلی ویژن کے سامنے بیٹھا رہتا ہے۔ یہ چند مثالیں پی ٹی وی پر کبھی کبھار خبریں سننے اور کوئی معلوماتی پروگرام یا ڈراما دیکھنے کا نتیجہ ہیں۔

غلط ادائی اور اِملاء	درست ادائی اور اِملاء
دبے الفاظوں میں	دبے لفظوں میں
کئی مواقعوں پر	کئی موقعوں پر
ہر مکاتبِ فکر	ہر مکتبۂ فکر

بجلی کا بُرحان	بجلی کا بُحران
لازم ومظلوم	لازم وملزوم
اِفراد	اَفراد (فرد کی جمع)
اُساتذہ اِکرام	اَساتذہ کرام (کرام کریم کی جمع ہے)
مَطَالِیَہ	مُطَالَعَہ (باب مُفاعلَہ)
مَشَاعِرہ	مُشَاعَرہ (باب مُفاعلَہ)
مَشَاہِرہ (ماہوار تنخواہ)	مُشَاہَرہ (باب مُفاعلَہ)
مُعَائِنہ	مُعَایَنہ (باب مُفاعلَہ)
مضائِقہ	مُضایَقہ (باب مُفاعلَہ)
پھلنا پھولنا	پھولنا پھلنا (کیوں کہ پہلے پھول آتے ہیں پھر پھل)
ایک ایک مخالفین کو	ایک ایک مخالف کو
منبہ	منبع
وارِفتہ	وارَفتہ
مطمعٔ نظر	مطمحِ نظر
جُبّہ سائی	جبہہ سائی
اَطباَ	اَطِبّاَء
اَثبات	اِثبات
مَثبت (پی ٹی وی پر یہ لفظ اکثر غلط بولا جاتا ہے)	مُثْبَت (اسم مفعول) Positive
اَختیار	اِختیار
اَفراط وتفریط	اِفراط وتفریط
سَنَن ابی داوَد	سُنَن ابی داوَد (سنت کی جمع)

تحکّمانہ انداز	تحکمانہ انداز
اِمارت (دولت مندی، سرداری)	اَمارت (عربی میں امارۃ ہے جس کا معنی ہے علامت)
اربابِ سِیَر (سیرت نگار) سِیَر سیرَت کی جمع ہے	اربابِ سَیر
مَوردِالزام (مَورد اسم ظرف ہے)	مُوردِالزام
نامُساعِد حالات (مُساعِد اسم فاعل ہے یعنی مدد کرنے والا)	نامَساعَد حالات
اہلِ تَشَیُّع (اہلِ تَسنُّن کے وزن پر)	اہلِ تشیع
مُصَنِّف (اسم فاعل)	مصنَّف
مُنتَخَب (اسم مفعول)	مُنتخِب (اسم فاعل)
مُؤَدِب (اسم فاعل یعنی ادب کرنے والا)	مُوَدَّب (اسم مفعول یعنی جس کا ادب کیا جائے)
غیظ و غضب (قرآنی املاء اور ترکیب والکاظمین الغیظ کی طرف توجہ کرنی چاہیے)	غیض وغضب
شرح وبسط	شرح وبست
مُرتَشی (رشوت لینے والا)	راشی (رشوت دینے والا)
قرضِ حَسَن (تذکیر وتانیث میں موصوف اور صفت ایک دوسرے کے مطابق ہوتے ہیں)	قرض حسنہ
مشرق اوسط (تذکیر وتانیث میں موصوف اور صفت ایک دوسرے کے مطابق ہوتے ہیں)	مشرق وسطیٰ
عیدالاضحیٰ	عیدالضحیٰ
بُعدُ المشرقین	بَعدُ المشرقَین
شاذ و نادِر	شاذونادَر

طے دل سے/تہہ دل سے	تہ دل سے
رحمۃ اللعالمین	رحمۃ للعالمین (رحمۃ کے بعد الف کا اضافہ غلط ہے)
خطِ اُستوا	خطِ اِستواء (باب اِفتعال)
خط وکتابت (یہ مرکبِ عطفی نہیں ہے)	خط کتابت (واؤ کے بغیر جیسے میل ملاپ)
اژدہام	اِزدِحام (باب اِفتعال) اس کا مادہ ز ح م ہے۔ اسی سے زحمت، مزاحمت اور مزاحم مشتق ہیں
مَندَرجہ ذیل	مُندَرَجہ ذیل (مُندَرَجہ اسم مفعول ہے یعنی درج کیا گیا)
مورخہ	مُؤَرَّخہ (اسم مفعول یعنی تاریخ ڈالا ہوا)
بے نَیل و مرام	بے نَیلِ مرام
اَسوۂ حُسنہ	اُسوۂ حَسَنہ
اس فیصلے کو قبولنا پڑے گا	یہ فیصلہ قبول کرنا پڑے گا
یہ سب کو دِکھتا ہے	یہ سب کو دکھائی دیتا ہے
معشیت	معیشت
ڈول ڈالنا (ڈ زبر کے بغیر)	ڈَول ڈالنا (ڈ پرزبر) خاکہ بنانا، ابتداء کرنا۔
عزیز و اقارب (عزیز واحد ہے اور اقارب جمع اس لئے یہ ترکیب غلط ہو جاتی ہے)	اَعِزّہ و اقرباء
مَعیار	مِعیار (یہ اسم آلہ ہے)
آیتِ دِین	آیتِ دَین[1] (اسے آیتِ مُداینَت بھی کہا جاتا ہے)
نُقصِ اَمن	نَقضِ امن (امن توڑنا)
تُرمذی شریف	تِرمذی شریف
تعُوذ	تَعَوُّذ (بابِ تَفَعُّل)

تشہد	تَشَہُّد (بابِ تَفَعُّل)
مَعُو ذتِین	مَعَوَّ ذَتَین (سورۃ الفلق وسورۃ الناس)
توَجّہ	تَوَجُّہ (بابِ تَفَعُّل)
مُتوَجُّہ	مُتَوَجِّہ (اسم فاعل) مُتَوَجَّہ (اسم مفعول)
توَقُّع	تَوَقُّع (بابِ تَفَعُّل)
مُتوَقُّع	مُتَوَقِّع (اسم فاعل) مُتَوَقَّع (اسم مفعول)
برائے مہربانی	براہِ مہربانی
ماعنی	معنی (یہ اصل میں معنیٰ/معنا ہے)
وَاعِدَہ	وعدہ
ادائیگی	ادائی (جیسے صفا سے صفائی اور فضا سے فضائی)

شخصیات کے نام جو پی ٹی وی پر غلط بولے اور لکھے جاتے ہیں:

غلط ادائی اور اِملاء	درست ادائی اور اِملاء
حضرت اُنس	حضرت اَنَس
طُیبہ	طَیِبہّ
زوہیب	ذُہَیب ذہب (سونا۔Gold) سے اسم تصغیر
ابنِ مَسکوُیہ (Ibn-e-Maskooya)	اِبنِ مِسکوَیہ (Ibn-e-Miskwaih) (ایک مسلمان سائنس دان اور فلسفی کا نام)
اُمَّۃُ العزیز	اَمَۃُ العزیز (عزیز کی کنیز)
امتل عزیز	اَمَۃُ العزیز
اُمَّۃُ الکریم	اَمَۃُ الکریم (کریم کی کنیز)

اُمَّۃُ اللہ	اَمَۃُ اللہ (اللہ کی کنیز)ان ناموں میں اُمّۃ اور اَمَۃُ میں فرق ملحوظ رکھنا ضروری ہے
عبدالطیف	عبداللطیف (الف کے بعد لام دومرتبہ)
خُدَ یجہ	خَدِ یجہ (۲)
مرزا رفیع الدین سودا	مرزا محمد رفیع سودا (۳)
سیّد (جس پر سرداری کی جائے یعنی غلام)	سیِّد (سرداری کرنے والا یعنی آقا)

اسمِ تصغیر کے وزن پر ناموں میں لفظی اور معنوی تحریف

غلط ادائی اور اِملاء	درست ادائی اور اِملاء
سَید محمد	اُسَید محمد یعنی محمدؐ کا چھوٹا شیر (اَسَد سے اسمِ تصغیر)
زوہیب	ذُہَیب یعنی سونے کی چھوٹی ڈلی (ذہب سے اسمِ تصغیر)
زَہِیر	زُہَیر یعنی چھوٹا پھول (زہر سے اسمِ تصغیر)
عَبِید	عُبَید یعنی چھوٹا بندہ (عَبد سے اسمِ تصغیر)
زَبِید	زُبَید یعنی مکھن کی ڈلی (زُبد سے اسمِ تصغیر)

اسی طرح اسمِ تصغیر کے وزن پر کئی نام معروف و مستعمل ہیں مثلاً:

رئیس سے رُوَیس (چھوٹا سردار)
عمر سے عُمَیر (چھوٹا عمر)
زُبر سے زُبَیر (چھوٹی تختی) زُبَر کی جمع زبور ہے
نمر سے نُمَیر (چھوٹا چیتا)
طفل سے طُفَیل (چھوٹا بچہ)
جند سے جُنَید (چھوٹا لشکر)
کرب سے کُرَیب (چھوٹی مصیبت)
شعب سے شُعَیب (چھوٹی قوم)
حَسَن سے حُسَین (چھوٹا خوبصورت)
اَنَس سے اُنَیس (چھوٹا اَنَس)۔

واوِ فارِقہ کا عدم لحاظ اور صوتی بگاڑ

عُمر اور عَمرو میں فرق واو کے ذریعے کیا جاتا ہے۔عَمرو کے آخر میں واو لکھی جاتی ہے

لیکن بولنے میں نہیں آتی۔ اردو میں یہ نام اکثر غلط بولے جاتے ہیں۔ حیرت اس بات پر ہے کہ ذمہ دار قومی نشریاتی اداروں پر بھی یہ نام عام طور پر غلط بولے جاتے ہیں۔

غلط ادائی کے ساتھ	درست ادائی کے ساتھ
عُمرُ وبن العاص	عَمرو بن العاص (۴)
عُمرُ وبن ہشّام	عَمرو بن ہشام (۵)
عُمرُ وبن عَبدِوَدّ	عَمرو بن عَبدِوَدّ (۶)

نقطوں کی تحریف سے ناموں اور اسماء کا بگاڑ

نقطوں کو حروف کے نیچے اصل جگہ اور مقام پر نہ لکھے جانے کی وجہ سے کئی تاریخی نام لفظی، معنوی اور صُوری بگاڑ کا شکار ہو گئے ہیں۔ یہ چلن کوئی دو چار برس کی بات نہیں نامعلوم کتنے عرصے سے اردو ادب میں انھیں غلط لکھا اور بولا جا رہا ہے۔

غلط ادائی اور اِملاء کے ساتھ	درست ادائی اور اِملاء کے ساتھ
شرجیل	شُرَحبِیل (۷)
زینب بنت حُجش / حَجش	زینب بنت جَحَش (۸)
ثوبیہ	ثُوَیبَہ (۹)
رحجان	رجحان

پی ٹی وی پر شرجیل اور ثوبیہ نام کے کئی کردار مختلف ڈراموں میں دکھائے جا چکے ہیں۔

اَفعَل کے وزن پر الفاظ اور ناموں کا غلط تلفظ

اَیہم	اہمّ (بہت زیادہ ضروری) اس کی اصل اَھمَم ہے
بدرجہ اُتم	بدرجہ اَتمّ (مکمل طور پر) اس کی اصل اَتمَم ہے
اَتحمد	اَحمد

اَحْسَن	اَتحسن

جب کہ ان کے ہم وزن الفاظ مثلاً اکرم، اسلم، اکمل، اجمل، اشرف، انور، اصغر، امجد اور اکبر کو ایکرم، ایسلم، ایکمل، ایجمل، ایشرف، اینور، ایصغر، ایمجد اور ایکبر نہیں بولا جاتا۔

لفظی و معنوی تکرار

لفظی تکرار معنوی تکرار کا بھی باعث بنتی ہے۔ یہ تکرار جہاں سماعت کو بھلی معلوم نہیں ہوتی، وہاں بصری طور پر ناگوار گزرتی ہے۔ یہ تکرار ریڈیو اور ٹیلی وژن پر سننے اور دیکھنے میں عام ملتی ہے۔

غلط ادائی	درست ادائی
آبِ زم زم کا پانی	آبِ زم زم یا زم زم کا پانی
آیندہ آنے والے دنوں میں	آیندہ دنوں میں یا آنے والے دنوں میں
ابتداء سے شروع کرتا ہوں	ابتداء کرتا ہوں
استفادہ حاصل کرنا	اِستِفادہ کرنا
استعمال عمل میں لانا	استعمال کرنا یا عمل میں لانا
اس سبب کی وجہ سے	اس سبب سے
اس کام کا آغاز شروع کیا	اس کام کا آغاز کیا
ابھی بھی	ابھی اس میں 'بھی' کا معنی پہلے سے موجود ہے۔
ایصالِ ثواب پہنچانے کے لئے	ایصال ثواب کے لئے (ایصال کا معنیٰ ہی پہنچانا ہے)
بدھ وار کا دن	بدھ وار یا بدھ کا دن
برلبِ سڑک کے کنارے	برلبِ سڑک یا سڑک کے کنارے
بکثرت سے	بکثرت یا کثرت سے
بمشکل سے	بمشکل یا مشکل سے
بمع / بمعہ/ معہ	مع (بمعہ اور معہ دونوں کا استعمال غلط ہے)
پسِ غیبت	غیبت ہی میں پس کا معنی آ جاتا ہے۔
تا قیامت تک	تا قیامت یا قیامت تک

تاہنوز	ہنوز (ابھی تک)
تمام فریقین	تمام فریق
حجرِ اسوَد کا پتھر	حجرِ اسود
درمیان میں	درمیان (در: میں، میان: وسط)
دل کا ہارٹ اٹیک	ہارٹ اٹیک یا دل کا دورہ
دونوں جانبین	جانبین تثنیہ ہے جس میں دونوں کا مفہوم موجود ہے۔
دونوں طرف سے نجیب الطرفین	نجیب الطرفین: (ماں اور باپ دونوں کی طرف سے شریف الاصل)
دونوں فریقین	فریقین یا دونوں فریق
روزِ حشر کے دن	روزِ حشر یا حشر کے دن
زرِ اعانت کی رقم	زرِ اِعانت یا اِعانت کی رقم (زر اور رقم ہم معنیٰ ہیں)
سب سے قدیم ترین	قدیم ترین یا سب سے قدیم
سنگِ مرمر کا پتھر	سنگِ مرمر یا مرمر کا پتھر
شعری مجموعۂ کلام	شعری مجموعہ یا مجموعۂ کلام
عوام الناس	عوام (عوام اور الناس دونوں کا معنی لوگ ہیں)
کارِ ثواب کا کام	کارِ ثواب یا ثواب کا کام
کبھی بھی	کبھی اس میں 'بھی' کا معنی پہلے سے موجود ہے۔
کوہ مری کے پہاڑ	مری کے پہاڑ
کوئی ایک فردِ واحد	کوئی ایک فرد یا کوئی فردِ واحد
لیلۃ القدر کی رات	لیلۃ القدر
ماہِ رمضان کا مہینہ	ماہِ رمضان یا رمضان کا مہینہ
میں آپ کی خیریت نیک مطلوب چاہتا ہوں۔	مجھے آپ کی خیریت نیک مطلوب ہے۔
متعیّن شدہ	متعیّن (شدہ کا اضافہ زاید ہے)

متعیّن کردہ	متعیّن (کردہ کا اضافہ زاید ہے)
مذبح خانہ	مذبح: (ذبح کرنے کی جگہ) یہ ظرفِ مکاں ہے بروَزن مقتل، مکتب
مسترد شدہ	مسترد (شدہ کا اضافہ زاید ہے)
معزز اساتذہ کرام	معزز اساتذہ یا اساتذہ کرام
مقتل گاہ	مقتل (گاہ کا اضافہ زاید ہے)
مَلَکُ الموت کا فرشتہ	مَلَکُ الموت یا موت کا فرشتہ
ممنونِ احسان	ممنون (احسان کا اضافہ زاید ہے)
منتخب شدہ	مُنتَخَب (جس کا انتخاب کرلیا گیا۔ شدہ کا اضافہ زاید ہے)
نام رکھنے کی وجہ تسمیہ	نام رکھنے کی وجہ یا وجہ تسمیہ
نامزد کردہ	نامزد (کردہ کا اضافہ زاید ہے)
نئی جدت (مثلاً تم ہر بات میں ایک نئی جدت پیدا کرتے ہو)	جدّت (اس میں نئے پن کا مفہوم پہلے سے موجود ہے)
وہ احمد کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے	وہ احمد سے موسوم کیا جاتا ہے یا وہ احمد کے نام سے پکارا جاتا ہے
وہ کب واپس لوٹا	وہ کب لوٹا یا وہ کب واپس آیا
یکم شعبان کی پہلی تاریخ	یکم شعبان یا شعبان کی پہلی تاریخ
یومِ عاشور کا دن	یوم عاشور یا عاشور کا دن

سہ نقاطی حروف کے نقطے لگانے میں غلطی

پی ٹی وی کے مشہور پروگرام ''صبح پاکستان'' میں بڑے موثر اور دل نشین انداز میں بچوں کو اردو حروف الہجاء لکھنے اور پڑھنے سکھائے جاتے ہیں۔ بچوں کو سمجھانے کے لئے سکرین پر حروف لکھتے وقت سہ نقاطی حروف کے نقطے غلط لگائے جاتے ہیں۔ اردو کے سہ نقاطی حروف کے نقطے لگانے کا قاعدہ یہ ہے کہ اگر نقطے حرف کے اوپر ہوں تو ملا کر لکھے ہوئے دو نقطوں کے اوپر تیسرا نقطہ آئے گا۔ مثلاً: ث۔ ژ۔ ش۔ اگر نقطے حرف کے نیچے یا اس کے بطن (دائرے) میں ہوں تو ملا کر لکھے ہوئے دو نقطوں کے نیچے تیسرا نقطہ لکھا جائے گا مثلاً: پ۔ چ۔

اِن قومی نشریاتی اداروں پر پڑھے اور گائے جانے والے اشعار بعض اوقات تلفظ کی غلطی، وزن سے گر جانے اور قافیہ و ردیف کے عدم اہتمام سے سماعت کے لئے بہت تکلیف دہ ہوتے ہیں۔ پاکستان ٹیلی وژن کے طویل پروگرام ''بزم طارق عزیز'' میں کلیات و جامعات کے طلبہ و طالبات کے مابین مقابلۂ بیت بازی میں بھی غلطیوں کے ایسے نمونے اکثر ملتے ہیں۔ نام ور صوفی شعرا کے کلام کے پڑھنے اور گائے جانے میں تلفظ کی ایسی غلطیاں دہرائی جاتی ہیں جن سے معنوی تحریف کا امکان بڑھ جاتا ہے۔ پاکستان کی فلم انڈسٹری کی یہ روایت مضبوط رہی ہے کہ گیت اور غزل کی گائیکی میں گلوکار تلفّظ کا بہت خیال رکھتے تھے۔ اب صورتِ حال اس کے برعکس ہے۔ غیر فلمی اور عوامی گلوکار تو تلفظ کا ذرہ برابر بھی خیال نہیں کرتے۔ قومی نشریاتی اداروں کا فرض ہے کہ وہ کلام کی گائیکی میں تلفّظ کی تصحیح کا خاص اہتمام کریں۔ تلفّظ میں کی جانے والی غلطیوں کی چند مثالیں پیشِ خدمت ہیں:

۱۔ حضرت بابا بلّھے شاہ کی مشہور کافی ''اکو الف تیرے درکار'' اور حضرت سلطان باہو کے مشہور شعر ''الف اللہ چنبے دی بوٹی مرشد من میرے وِچ لائی ہو'' میں ہر پڑھنے اور گانے والے نے اِلف کی بجائے اَلف ہی پڑھا اور گایا ہے۔ حال آں کہ عام اردو پڑھے لکھے آدمی کو بھی پتا ہے کہ اَلِف اور اَلْف مستقل طور پر دو الگ الگ لفظ ہیں۔ اَلِف حروفِ ہجاء کا پہلا رکن ہے، جب کہ اَلْف ایک ہزار کے معنی میں آتا ہے۔ قرآن میں اَلِف کی مثال **اَلِف لام میم ذالک الکتاب**........ ہے اور اَلْف کی مثال **خیر من اَلْفِ شھر**(۱۰) (یہ رات ہزار مہینوں سے بہتر ہے) ہے۔

۲۔ حضرت سلطان باہو کے مذکورہ شعر کا دوسرا حصہ ہے ''نفی اِثبات دا پانی ملیا ہر رگے ہر جائی ہو۔'' ہر گانے والا اِثبات کو اَثبات ہی پڑھتا ہے۔ میرے مشاہدے میں کوئی ایسی مثال نہیں ہے کہ کسی نے اَثبات کی بجائے اِثبات پڑھا ہو۔

۳۔ پی ٹی وی پر چُمّن خان کی آواز میں عارفانہ کلام پیش کیا جاتا ہے ''یار ڈاہڈی آتش عشق نیں لائی ہے۔ یار سانوں لگ گئی بے اختیاری۔'' یہاں اِختیاری کو زور دے کر اَختیاری ادا کیا گیا ہے حال آں کہ اِختیار باب اِفتعال میں سے ہے۔

۴۔ دس مارچ ۲۰۱۰ء کی صبح کو پی ٹی وی پر گلوکارہ عارفہ صدیقی نے اپنی مترنم آواز میں مولانا ظفر علی خاں کی مشہور نعت

''وہ شمع اجالا جس نے کیا چالیس برس تک غاروں میں''

پیش کی۔ لفظی تحریف اور مصرعوں کے ادل بدل کرنے کی بدترین مثال قائم کی گئی۔ نعت کے اشعار کی ترتیب بھی ملحوظ خاطر نہیں رکھی گئی۔ مولانا ظفر علی خان مرحوم کی روح بھی تڑپ اٹھی ہوگی۔ ''اک روز جھلکنے والی'' کو موصوفہ نے ''اک روز چمکنے والی'' پڑھا اور ''ہیں کرنیں ایک ہی مشعل کی بوبکر و عمر عثمان و علی'' کو موصوفہ نے ''ابوبکر و عمر عثمان و علی ہیں کرنیں ایک ہی مشعل کی'' پڑھا۔ میں سوچ میں پڑ گیا کہ کیا گلوکارہ ہی قصوروار ہے؟ پروڈیوسر، ہدایت کار اور پی ٹی وی کے اربابِ بست و کشاد بریُ الذمہ ہیں؟

۵۔ تیس ستمبر ۲۰۱۰ء کو الہ آباد ہائی کورٹ نے بابری مسجد کے مشہور زمانہ مقدمے کا فیصلہ سنایا تو پی ٹی وی پر بریکنگ نیوز میں خاتون نیوز کاسٹر بار بار اس فیصلے کی خبر کو دُہرا رہی تھی۔ الہ آباد ہائی کورٹ کے اس فیصلے کو فریق ثانی ''سُنّی بورڈ'' نے مسترد کر دیا تھا۔ خاتون نیوز کاسٹر بار بار سُنّی بورڈ کی بجائے سَنی بورڈ (س پر زبر اور ن بغیر شد کے) ادا کرتی رہی۔

۶۔ چار جولائی ۲۰۱۱ء کو پاکستان ٹیلی وژن پر ساڑھے نو بجے شب پیش کیے جانے والے ڈرامے ''بابل'' میں غالبؔ کے ایک مشہور شعر کے مصرعوں کو ادل بدل کر دو مرتبہ اس طرح پڑھا گیا۔

غالبؔ صریرِ خامہ نوائے سروش ہے
آتے ہیں غیب سے یہ مضامیں خیال میں

جب کہ اصل شعر اس طرح ہے:

آتے ہیں غیب سے یہ مضامیں خیال میں
غالبؔ صریرِ خامہ نوائے سروش ہے

۷۔ اٹھارہ اپریل ۲۰۱۱ء کو پی ٹی وی پر دس بجے شب پیش کیے جانے والے پروگرام ''ورثہ'' میں میزبان میاں یوسف صلاح الدین (علّامہ اقبال کے نواسے) نے علّامہ اقبال کا یہ شعر غلط پڑھا۔

جب عشق سکھاتا ہے آدابِ خود آگاہی
کُھلتے ہیں غلاموں پر اَسرارِ شہنشاہی

میاں یوسف صلاح الدین نے اَسرار کی بجائے اِسرار ادا کیا۔

۸۔ چودہ اگست ۲۰۱۱ء کو یوم پاکستان کے حوالے سے پی ٹی وی پر نشر ہونے والی خصوصی ٹرانسمشن کا نام، ''ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی'' رکھا گیا۔ چودہ اگست سے کئی دن پہلے سے ہی پی ٹی وی پر اس ٹرانسمشن کی تشہیر کی جاتی رہی۔ پی ٹی وی کے خبرنامے میں نیوز کاسٹر زبیر احمد صدیقی اس کی تشہیر یہی مصرع ''ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی'' پڑھ کر کرتے رہے۔ افسوس کی بات ہے کہ پاکستان ٹیلی وژن کے اربابِ بست وکشاد کو علم ہی نہیں کہ یہ مصرع غلط ہے۔ یوم اقبال کے مواقع پر بھی کئی ماہرینِ اقبالیات یہ مصرع غلط پڑھ جاتے ہیں۔ اصل شعر اس طرح ہے۔

نہیں ہے نا امید اقبال اپنی کِشتِ ویراں سے
ذرا نم ہو تو یہ مٹی بہت زرخیز ہے ساقی

۹۔ بارہ دسمبر ۲۰۱۰ء کو پی ٹی وی پر یہ شعر غلط پڑھا گیا:

دگرگوں ہے جہاں، تاروں کی گردش تیز ہے ساقی
دلِ ہر ذرہ میں غوغائے رُستا خیز ہے ساقی

شعر میں ''رُستاخیز'' کی بجائے ''رِستاخیز'' پڑھا گیا جو درست نہیں ہے۔

۱۰۔ اٹھارہ اکتوبر ۲۰۱۰ء کو پی ٹی وی پر صبح پونے آٹھ بجے ایک محفلِ سماع کے میزبان اسرار چشتی نے حاضرین کو مخاطب کر کے کہا ''معزز حاضرین کرام''۔ حاضرین سے پہلے معزز اور بعد میں کِرام کہہ کر وہ لفظی اور معنوی تکرار کے مرتکب ہوئے۔

۱۱۔ اٹھارہ اکتوبر ۲۰۱۰ء کو ہی مذکورہ محفل سماع میں قوال نذیر اعجاز فریدی اور ہمنوا نے دوران قوّالی رُسُل (رسول کی جمع) کی بجائے ''رَاسُل'' بولا۔

۱۲۔ انیس اکتوبر ۲۰۱۰ء کو پی ٹی وی کے خبرنامہ میں نیوز کاسٹر نے بدرجۂ اَتَم کی بجائے بدرجۂ اُتم کہا جو غلط ہے۔

۱۳۔ پندرہ فروری ۲۰۱۱ء کو پی ٹی وی پر پیش کیے جانے والے ڈراما ''جو نہ مل سکے'' میں چنانچِہ کی بجائے چنانچَہ اور توجُّہ کی بجائے توجَّہ ادا کیا گیا۔

۱۴۔ فروری ۲۰۱۱ء میں اور فروری ۲۰۱۲ء میں بھی عید میلاد النبی ﷺ کے حوالے سے پی ٹی وی کی سکرین پر رحمتہ للعالمین کی بجائے رحمتہ اللعالمین (رحمتہ کے بعد الف زائد کے ساتھ جو غلط ہے) لکھا ہوا مسلسل کئی دنوں تک دکھایا جاتا رہا۔

۱۵۔ پچیس دسمبر ۲۰۱۰ء کو نو بجے شب پی ٹی وی کے خبر نامہ میں نیوز کاسٹر زبیر احمد صدیقی نے چین کے مشہور کھیل تکیوں سے لڑی جانے والی لڑائی پلو فائٹ (Pillow Fight) کو ''پِلّو فائٹ'' ادا کیا۔

۱۶۔ سولہ دسمبر ۲۰۱۰ء کو پی ٹی وی پر نو بجے شب کے خبر نامہ میں نیوز کاسٹر سلمٰی ایوب نے ''اپنے جِلَو میں لیں گے'' کی بجائے ''اپنے جَلُّو میں لیں گے'' کہا۔

۱۷۔ بیس دسمبر ۲۰۱۰ء کو پی ٹی وی پر نو بجے شب کے خبر نامہ میں نیوز کاسٹر نے ایک عسکری تنظیم ''جُندُ اللہ'' (اللہ کا لشکر) کو جِندَ اللہ ادا کیا۔

۱۸۔ تیرہ دسمبر ۲۰۱۰ء کو پی ٹی وی پر صبح سات بجے کی خبروں میں نیوز کاسٹر نے انڈونیشیا کی معروف خاتون سیاسی لیڈر سوئیکارنو پُتری کو ''سوئیکارنو پِتری'' کہا۔

۱۹۔ چودہ فروری ۲۰۱۱ء کو پی ٹی وی پر نو بجے شب خبر نامہ میں اَقدار (قدر کی جمع) کی بجائے اِقدار اور اَشعار کی بجائے اِشعار ادا کیا۔

۲۰۔ چودہ اگست ۲۰۱۱ء کو پی ٹی وی پر نو بجے شب خبر نامہ میں نیوز کاسٹر ہادیہ ذوالقرنین نے صُلح جُو کی بجائے صُلح جَو (جیم پر زبر) ادا کیا جو غلط ہے۔

۲۱۔ تین دسمبر ۲۰۱۱ء کو پی ٹی وی پر صبح سات بجے کی خبروں میں نیوز کاسٹر نے 'استفادہ کیا' کی بجائے 'استفادہ حاصل کیا'، مُنہَدَم کی بجائے مَنہدم اور مُثبَت کی بجائے مَثبَت کہا۔

۲۲۔ پی ٹی وی پر چلنے والے ایک کمرشل میں ایک ماڈل شیمپو کی تشہیر کرتے ہوئے ''نظر آتا ہے'' کی بجائے ''دِکھتا ہے'' کہتی ہے جو قواعد کی رو سے غلط ہے۔ ابھی تک اردو قواعد میں ''دِکھنا'' بطور مصدر مستعمل نہیں ہے۔

۲۳۔ پی ٹی وی کی ایک خاتون پروڈیوسر کا نام سکرین پر ''آعیزہ'' لکھا ہوا نظر آتا ہے جو لفظی اور معنوی ہر دو اعتبار سے غلط ہے۔ یہ اصل میں اَعِزّہ ہے جو عزیز کی جمع ہے۔

۲۴۔ بارہ جون ۲۰۱۱ء کو پی ٹی وی پر پیش کیے جانے والے ڈراما ''چاند میرا ابھی تو ہے'' میں ایک کردار

ماسٹر اپنے شاگرد کو ''احمد'' کے معنی ''جس کی بہت زیادہ تعریف کی جائے'' بتاتا ہے جو قواعد کے اعتبار سے غلط ہیں۔ یہ معنی ''محمد'' کے ہیں۔ احمد کے معنی ہیں ''بہت زیادہ تعریف کرنے والا۔''

۲۵۔ تیرہ اگست ۲۰۱۱ء کی شب ساڑھے نو بجے پی ٹی وی پر پیش کیے جانے والے ڈراما ''خالدہ کی والدہ'' میں نکاح کے وقت لڑکی کا نام نکاح خوان کو بتایا جاتا ہے ''زارا ولد کرامت حسین۔'' ولد کا معنی بیٹا ہے۔ یہاں دُختر یا بنت ہونا چاہیے تھا یعنی زارا دختر کرامت حسین۔

۲۶۔ ستائیس دسمبر ۲۰۱۰ء کو پی ٹی وی کے پروگرام ''شہیدِ وفا'' میں میزبان شمعون ہاشمی نے ''مقہورِ عوام'' کی بجائے ''میہقو رعوام'' ادا کیا۔

۲۷۔ چوبیس دسمبر ۲۰۱۰ء کو پی ٹی وی پر صبح سات بجے کی خبروں میں نیوز کاسٹر نے ''اِیران'' کی بجائے ''اَیران'' اور ''بِہتر'' کی بجائے ''بَہتر'' ادا کیا۔

۲۸۔ پی ٹی وی پر پیش کیے جانے والے ڈراما ''انوکھا لاڈلا'' میں ایک کردار اپنے مکالمہ میں ''شرطوں پر'' کی بجائے ''شرائطوں پر'' کہہ جاتا ہے۔ شرطوں پہلے سے ہی جمع ہے۔ شرائط جمع مکسّر ہے جو شرائطوں کے وزن پر نہیں آ سکتی۔ اسی طرح ''دبے لفظوں'' کی بجائے ''دبے الفاظوں'' بھی نشر ہو چکا ہے۔

۲۹۔ پی ٹی وی پر محرّم کے پہلے عشرہ میں ایک مقرّر نے ''یوم عاشور'' کی بجائے ''یوم عاشور کا دن'' ادا کیا۔

۳۰۔ پی ٹی وی پر نشر کیے جانے والے پاکستان کے قومی ترانے میں جانِ اِستِقبال'' کی بجائے ''جانِ اِستَقبال'' گایا جاتا ہے۔ حال آں کہ اِستِقبال بابِ اِستِفعال کے وزن پر ہے۔

۳۱۔ پی ٹی وی پر نیوز کاسٹر نے ''وہ اپنی بات پر مُصِرّ ہے'' کی بجائے ''وہ اپنی بات پر مِصر ہے'' اور ''مَفَرّ'' کی بجائے ''مِفَر'' ادا کیا۔ مُصِرّ (اصرار کرنے والا) اسم فاعل ہے جب کہ ''مَفَرّ'' (جائے فرار) ظرف مکان ہے۔

۳۲۔ بارہ مارچ ۲۰۱۰ء کو پی ٹی وی کے پروگرام ''بزم طارق عزیز'' میں کمپیئر طارق عزیز نے مرزا محمد رفیع سودا کی بجائے مرزا رفیع الدین سودا کہا۔

۳۳۔ نو نومبر ۲۰۱۱ء کو ساڑھے بارہ بجے دن پی ٹی وی ہوم پر عید الاضحیٰ کی خصوصی نشریات میں معروف اداکار اور کمپیئر طارق عزیز نے کہا، ''قرآن کہتا ہے: الکاسب حبیب اللّٰہ (محنت کرنے

والا اللہ کا دوست ہے) حال آں کہ یہ قرآن مجید کی آیت نہیں بلکہ حدیثِ مبارک ہے۔

۳۴۔ چار نومبر ۲۰۱۱ء کو دس بجے شب پروگرام ''بزمِ طارق عزیز'' میں طارق عزیز نے کہا، ''اللہ فرماتا ہے کہ تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہوسکتا جب تک وہ جو اپنے لئے پسند کرتا ہے وہ اپنے مسلمان بھائی کے لئے پسند نہ کرے'' حال آں کہ یہ حدیث مبارک ہے جو صحاح ستہ کی کتابوں بخاری، ترمذی اور نسائی میں موجود ہے۔

۳۵۔ سترہ ستمبر ۲۰۱۱ء کو پی ٹی وی پر نو بجے شب کے خبرنامہ میں نیوز کاسٹر ہادیہ ذوالقرنین نے اِمداد کو اَمداد پڑھا۔

۳۶۔ ایک خبرنامے میں مُشترکہ کو مَشترَکہ ''مُنتَقِل کو مَنتَقل، کان کَنی کو کان کُنی اور خودکُشی کو خودکَشی'' کہا گیا۔

۳۷۔ پی ٹی وی ہوم پر روزانہ صبح چھ سے سات بجے تک قرآن مجید کی تلاوت مع ترجمہ نشر کی جاتی ہے۔ تلاوت ختم ہونے کے بعد سکرین پر ترجمہ ''ترجمعہ'' کی صورت میں لکھا ہوا نظر آتا ہے۔ پسِ پردہ اناؤنسر کی آواز کے ساتھ ہی سکرین پر یہ عبارت نمودار ہوتی ہے، ''القرآن الحکیم کی تلاوت و ترجمعہ کے لئے ہمارے ساتھ تعاون کیا تھا کسان ویجی ٹیبل گھی اور کسان سن فلاور کوکنگ آئل نے'' اس کے فوراً ابعد قومی ترانہ اور پھر سات بجے کی خبریں شروع ہوجاتی ہیں۔

۳۸۔ پی ٹی وی پر ایک لفظ مذبح (ذبح خانہ) کی بجائے مذبح خانہ نشر کیا گیا۔ مذبح کے ساتھ خانہ لگانا غلط ہے۔ مذبح ظرفِ مکاں ہے جس کا معنی ہے جانور ذبح کرنے کی جگہ۔ اس وزن پر آنے والے الفاظ مَقتَل، مکتب، مذہب اور مسلک وغیرہ ہیں۔

۳۹۔ سولہ ستمبر ۲۰۱۱ء کو پی ٹی وی پر صبح ساڑھے آٹھ بجے ایک ڈرامے میں الفاظ کی بجائے ''الفاظوں'' اور فی امانِ اللہ کی بجائے فی امانَ اللہ کہا گیا۔ حال آں کہ فی کے بعد امان کے نون کے نیچے زیر آتی ہے۔

۴۰۔ پی ٹی وی پر مِن وعَن کو اکثر مَن وعَن ہی بولا جاتا ہے جو کہ غلط ہے۔ یہ مِن اور عَن کا مرکب ہے۔ مِن اور عَن دونوں حرفِ جرّ ہیں۔

۴۱۔ گیارہ ستمبر ۲۰۱۱ء کو پی ٹی وی پر نشر ہونے والے ایک دستاویزی پروگرام ''زیارت میں قائداعظم کی ریذیڈینسی'' میں جُہدِ مُسلسل کی بجائے ''جَہدِ مُسلسل'' ادا کیا گیا۔

۴۲۔ پی ٹی وی پر ہر صبح چھ تا سات بجے پیش کی جانے والی تلاوت قرآن مجید کے بعد دعا میں یا رَبَّ العالمین کی بجائے غلط طور پر یا ربُّ العالمین کہا جاتا ہے۔قاعدہ یہ ہے کہ حرفِ ندا یَا کے بعد مضاف پر پیش نہیں بلکہ زبر آتی ہے۔ ربّ العالمین میں ربّ مضاف ہے اور العالمین مضاف الیہ ہے۔

۴۳۔ اکیس ستمبر ۲۰۱۱ء کو پی ٹی وی ہوم پر بارہ بجے دن ایک پروگرام (نام یاد نہیں) میں مصطفیٰ زیدی کا یہ شعر اس طرح غلط پڑھا گیا۔

انھی پتھروں پر چل کے اگر آ سکتے ہو تو آؤ
میرے گھر کے راستے میں کوئی کہکشاں نہیں ہے

درست شعر اس طرح ہے:

انھی پتھروں پہ چل کر اگر آ سکو تو آؤ
مرے گھر کے راستے میں کہیں کہکشاں نہیں ہے

۴۴۔ ستائیس ستمبر ۲۰۱۱ء کو صبح آٹھ بجے تا نو بجے پروگرام ''گیت سنگیت'' میں خاتون کمپیئر نے اگر چہ کی بجائے ''اگر چَہ'' (چ پر زبر) ادا کیا۔اسی طرح کئی مرتبہ چنانچِہ کی بجائے چنانچَہ، توجُّہ کی بجائے توجّہ اور توقُّع کی بجائے توقَّع سننے میں آیا۔شکر کا مقام ہے کہ ابھی تک پی ٹی وی پر کیوں کِہ (ک کے نیچے زیر) کی بجائے کیوں کَہ (ک کے اوپر زبر) اور چوُں کِہ (ک کے نیچے زیر) کی بجائے چوں کَہ (ک کے اوپر زبر) یا چونگہ نہیں سنا گیا۔

۴۵۔ انتیس ستمبر ۲۰۱۱ء کو امریکی دھمکیوں پر مشترکہ موقف اختیار کرنے اور صلاح مشورہ کے لئے وزیراعظم پاکستان سیّد یوسف رضا گیلانی نے سیاسی جماعتوں کے قائدین کو ایوانِ وزیراعظم میں آنے کی دعوت دی۔ وزیراعظم کی تقریر پی ٹی وی پر نشر کی گئی۔ جناب وزیراعظم نے ''امریکی حُکاّم'' کی بجائے ''امریکی حَکام'' اور حَساّس مُعَامَلَہ'' کی جگہ ''حِساس مَعاملہ'' کہا۔ حال آں کہ جناب وزیراعظم صحافت میں ماسٹر ڈگری رکھتے ہیں اور ان کا شمار مصنّفین میں ہوتا ہے۔

۴۶۔ تیس ستمبر ۲۰۱۱ء کو پی ٹی وی پر ساڑھے آٹھ بجے سے نو بجے تک ڈراما ''کھیل تماشا'' نشر کیا گیا۔مکالموں میں ''سلیقہ شِعَار'' کو ''سلیقہ شُعار''، '' پُراَسرار'' کو ''پُر اِسرار اور گوشہ نشینی اِختیار کی کو گوشہ نشینی اَختیار کی'' ادا کیا گیا۔

۴۷۔ پی ٹی وی پر ایک کوئز پروگرام میں کمپیئر لڑکی نے امام احمد بن حَنبل کی بجائے امام احمد بن جُنبل (Junbal) اور بَنی نَوعِ انسان کی بجائے نبی (Nabi) نُوعِ انسان ادا کیا۔

۴۸۔ بارہ فروری ۲۰۱۱ء کے روزنامہ ''ڈان'' کے سنڈے میگزین شمارہ خصوصی بیادِ فیض، کے ہر صفحے پر جلی حروف میں ''لَوِ ازل'' چھپا ہوا ملے گا حال آں کہ یہ ''لوحِ ازل'' ہے۔

۴۹۔ چار دسمبر ۲۰۱۱ء کو پی ٹی وی پر صبح سات بجے کی خبریں پڑھتے ہوئے نیوز کاسٹر عمر زیدی نے ''امام حسینؓ کے بہتّر (۷۲) ساتھیوں نے جامِ شہادت نوش کیا، کی بجائے ''بیہتر (Behtar) ساتھیوں نے جامِ شہادت نوش کیا'' کہا۔

۵۰ تیس نومبر ۲۰۱۱ء کو پی ٹی وی پر سات بجے شب نشر کیے جانے والے ڈرامے ''فیملی فرنٹ'' میں اداکار عابد خان نے لفظ ''تعلُّق'' کو چار مرتبہ ''توَالّق'' ادا کیا۔

۵۱۔ پی ٹی وی پر جنوری ۲۰۱۲ء سے پیش کیے جانے والے ڈراموں میں سے ایک ڈرامہ انور سجّاد نے لکھا ہے۔ اس ڈرامے کی تشہیر کرتے ہوئے پی ٹی وی کی سکرین پر انور سجاد کا نام Enwar Sajjad یعنی Anwar کے بجائے Enwar نظر آتا ہے حال آں کہ انور کو اینور نہیں ادا کیا جاتا۔ یہ نام انگریزی میں E کی بجائے A سے ہی درست ہے۔

۵۲۔ تیئیس دسمبر ۲۰۱۱ء کو پی ٹی وی پر صبح سات بجے کی خبریں نشر کرتے ہوئے نیوز کاسٹر عمر زیدی نے ''اِنتہائی'' کی بجائے ''اَنتہائی'' ادا کیا۔

۵۳۔ تین دسمبر ۲۰۱۰ء کو پی ٹی وی پر نشر ہونے والے پروگرام ''بزم طارق عزیز'' کے کمپیئر طارق عزیز نے ''مسلمان ہونے کی بِنا کی وجہ سے'' ادا کیا۔

۵۴۔ ستائیس نومبر ۲۰۱۰ء کو پی ٹی وی پر صبح آٹھ بجے کی خبروں میں نیوز کاسٹر نے ''تلاش کرتے رہتے ہیں'' کی بجائے ''تلاشتے رہتے ہیں'' کہا۔ حال آں کہ اردو زبان میں تلاشنا مصدر نہیں ہے۔

۵۵۔ اُنیس ستمبر ۲۰۱۰ء کو پی ٹی وی پر ایک پروگرام میں ممتاز شاعر اور ڈراما نگار امجد اسلام امجد نے ''مُتَوجِّہ'' کی بجائے ''مُتَوَجُّہ'' کہا۔

۵۶۔ اکّیس ستمبر ۲۰۱۰ء کو پی ٹی وی پر کراچی سنٹر سے پیش کیے جانے والے پروگرام ''میزان'' میں پروگرام کے میزبان ڈاکٹر شکیل فاروقی نے توَقُّع کی بجائے ''توَقّع'' ادا کیا۔

۵۷۔ دس جون ۲۰۱۱ء کو پی ٹی وی پر نو بجے شب کے خبرنامہ میں صوبہ سندھ کے بجٹ کی رپورٹ پیش کرتے ہوئے پی ٹی وی کے نمائندہ شبیّر ابن عادل نے ''مُختَص رقم'' کی بجائے ''مَختَص رقم'' اور مُشتر کہ کی بجائے مَشتر کہ ادا کیا۔

۵۸۔ گیارہ جون ۲۰۱۱ء کو پی ٹی وی پر شام پانچ بجے کے ایک پروگرام میں ''جامِ شہادت نوش فرمایا'' کی بجائے ''جامِ شہادت نوش فرمائی'' ادا کیا گیا۔

۵۹۔ گیارہ جون ۲۰۱۱ء کو پی ٹی وی پر ایک پروگرام میں میزبان نے ''معنیٰ'' کی بجائے ''مَاعَنی'' ادا کیا۔

۶۰۔ پانچ فروری ۲۰۱۲ء کو سوا نو بجے شب پاکستان ٹیلی وژن کراچی مرکز سے بارہ ربیع الاوّل ۱۴۳۳ ہجری کے حوالے سے ایک نعتیہ مشاعرہ نشر کیا گیا۔ میزبان حسن اکبر کمال نے مشاعرہ کا آغاز علامہ محمد اقبال کے اس شعر سے کیا۔

قوّتِ عشق سے ہر پست کو بالا کر دے
دہر میں اسمِ محمدؐ سے اجالا کر دے

اور علامہ محمد اقبال کے اس شعر پر مشاعرہ کو ختم کیا۔

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

مذکورہ ہر دو اشعار میں میزبان حسن اکبر کمال نے اسم مبارک ''مُحمَّد'' کو ''مَحَمَّد'' (پہلی میم پر زبر) ادا کیا۔

۶۱۔ پی ٹی وی پر ایک خبرنامہ میں نیوز کاسٹر نے مُرَوَّجہ کو مَرُوَجَّہ ادا کیا۔

۶۲۔ پاکستان ٹیلی وژن پر اشفاق احمد کے ڈراموں کی سیریز ''ایک محبت سو افسانے'' کے نام سے کئی سال قبل نشر ہو چکی ہے۔ قندِ مکرر کے طور پر اس سیریز کے کچھ ڈرامے فروری ۲۰۱۲ء میں نشر کیے گئے۔ ان میں سے ایک ڈرامے کا نام جو سکرین پر بھی لکھا ہوا نظر آتا رہا۔ ''قراۃ العین'' ہے۔ لفظ ''قراۃ العین'' غلط ہے جب کہ درست ''قرّۃ العین'' ہے یعنی آنکھوں کی ٹھنڈک۔ قراۃ کا معنی پڑھنا ہے۔ اس اعتبار سے قراۃ العین کی ترکیب درست نہیں ہے۔

۶۳۔ اٹھارہ فروری ۲۰۱۲ء کو شام چھ بجے بچوں کے پروگرام ''ڈم ڈم ڈی ڈی'' میں میزبان

پروگرام خالد انعم نے بچوں کو اردو حروفِ ہجا سمجھاتے ہوئے ثُلث (ایک تہائی) کو ثَلث ادا کیا۔ حال آں کہ عربی گنتی کی یہ قسم اردو میں اپنے اصل تلفظ کے ساتھ مستعمل ہے مثلاً ثُلث (ایک تہائی) رُبع (ایک چوتھائی) خُمس (پانچواں حصہ) سُدس (چھٹا حصہ) اور عُشر (دسواں حصہ) وغیرہ۔

۶۴۔ فروری ۲۰۱۲ء کے شروع میں عید میلاد النبی ﷺ کے کئی ایک پروگراموں میں ''آمنہ کے لال'' کی ترکیب پاکستان ٹیلی وژن پر ادا کی گئی اور سکرین پر لکھی ہوئی نظر بھی آئی۔ لال کا معنی سُرخ رنگ ہے جب کہ لعل ہیرے کو کہا جاتا ہے۔ ہیرا اَن مول اور بے بدل ہوتا ہے۔ ماں اپنے بیٹے کو لعل کہتی ہے۔ اسی پس منظر میں حضور ﷺ کو ''آمنہ کا لعل'' کہا جاتا ہے۔ ''آمنہ کے لال'' کی ترکیب جہاں معنوی اعتبار سے غلط ہے وہاں بے ادبی کے زمرے میں بھی آتی ہے۔

۶۵۔ اٹھائیس فروری ۲۰۱۲ء کو آٹھ بجے شب پاکستان ٹیلی وژن پر پیش کیے گئے ڈراما ''میں'' میں والد اپنی بیٹی کو بی اے کے امتحان میں کام یاب ہونے کی خبر دیتے ہوئے گزٹ دکھاتا ہے اور کہتا ہے ''یہ دیکھو آپ کا نام لکھا ہوا ہے زلیخا ولد مولوی معراج دین'' بیٹی کے نام کے بعد دختر یا بنت کی بجائے ولد، پہلے بھی ڈراموں میں نشر ہو چکا ہے۔ حال آں کہ عام آدمی بھی جانتا ہے کہ ولد بیٹے کو کہتے ہیں اور بیٹی کے لئے دختر اور بنت ہی مستعمل ہیں۔

۶۶۔ گیارہ مارچ ۲۰۱۲ء کو آٹھ بجے شب پاکستان ٹیلی وژن پر پیش کیے گئے ڈراما ''دل کو منانا آیا نہیں'' میں سینئر اداکار شکیل ''فی امانِ اللہ'' کو ''فی امانَ اللہ'' کہتا ہے۔ حال آں کہ فی کے بعد امان کے نون کے نیچے زیر آتی ہے۔

۶۷۔ تیرہ مارچ ۲۰۱۲ء کو صبح سات بجے کی خبروں میں نیوز کاسٹر نے مُفَاہَمَتْ کی بجائے مَفَیُھمَت اور مُنْتَخَبْ کی بجائے مَنْتَخِبْ ادا کیا۔

۶۸۔ سولہ نومبر ۲۰۱۲ء کو رات دس بجے پی ٹی وی پر شہادتِ عُمر فاروقؓ کے حوالے سے پیش کیے جانے والے پروگرام میں پس پردہ آواز کے ذریعے معروف صحابیٔ رسول ﷺ حضرت معاذؓ بن جبل کو معاذؓ بن حبل (Habal) اور سُوقِ عُکّاز کو سَوق عکاز (Sauq-e-akaz) ادا کیا گیا۔

۶۹۔ اٹھارہ نومبر ۲۰۱۲ء کو پی ٹی وی پر رات نو بجے کے خبرنامے میں خاتون نیوز کاسٹر نے ''نہتے

فلسطینیوں'' کی بجائے ''نیہتے (Nehtay) فسلطینیوں''ادا کیا۔

۷۰۔ اکیس ستمبر۲۰۱۲ء کو یومِ عشقِ رسول ﷺ کے حوالے سے منعقدہ کانفرنس میں وزیراعظم پاکستان جناب راجہ پرویز اشرف نے اپنی صدارتی تقریر میں متعدد مرتبہ ''صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' کی بجائے ''صلِ علیٰ وَسَلّم'' کہا جو ایک نامکمل جملہ اور ترکیب ہے۔ علاوہ ازیں مُحمّدؐ کی بجائے مَحمد ادا کرتے رہے۔ مُثبت کو مَثبت کہنا ہی انھوں نے مناسب خیال کیا۔

۷۱۔ پانچ اگست ۲۰۱۲ء بمطابق سولہ رمضان المبارک ۱۴۳۳ھ کو پی ٹی وی پر پانچ بجے افطار ٹرانسمیشن میں مذہبی سکالر ڈاکٹر طاہر رضا بخاری نے غزوۂ بدر کے حوالے سے گفت گو کرتے ہوئے لشکرِ کفار میں شامل قریشی سردار شَیْبہ (Shaiba) کو شِیْبہ (Sheeba) ادا کیا۔

۷۲۔ پندرہ اگست ۲۰۱۲ء بمطابق چھبیس رمضان المبارک ۱۴۳۳ھ پی ٹی وی پر رمضان نائٹ ٹرانسمشن میں میاں یوسف صلاح الدین نے استفادہ کیا کی بجائے استفادہ حاصل کیا کہا۔

۷۳۔ پچیس جون ۲۰۱۲ء کو پی ٹی وی پر صبح سات بجے کی خبروں میں خاتون نیوز کاسٹر نے کہا، ''وزیراعظم راجہ پرویز اشرف مُنَّہ (مُنّا) میں سونے کا چمچ لے کر پیدا ہوئے۔ محاورے میں مُنَّہ کی بجائے مُنْہ (Mouth) ہے جو نیوز کاسٹر سے درست ادا نہ ہو سکا۔

۷۴۔ بیس جولائی ۲۰۱۲ء کو پی ٹی وی پر رات نو سے دس بجے تک پیش کیے جانے والے پروگرام ''بزم طارق عزیز'' میں مقابلہ بیت بازی میں ایک طالبِ علم نے علامہ اقبال کا شعر پڑھا جس کا مصرع ہے ؏ ذرا نم ہو تو یہ مٹی بہت زرخیز ہے ساقی

طارق عزیز نے اس شعر کو غلط قرار دے دیا اور اس مصرع کو خود اس طرح پڑھا

؏ ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی

حال آں کہ اقبال کے اس شعر میں 'بڑی' کی بجائے 'بہت' درج ہے۔ اس نام نہاد غلطی کی وجہ سے ٹیم مقابلے میں ہار گئی۔

۷۵۔ سات مئی ۲۰۱۲ء کو پی ٹی وی پر پیش کیے جانے والے پروگرام ''ورثہ'' میں گلوکار علی رضا نے علامہ اقبال کی غزل گاتے ہوئے ''رُستاخیز'' کی بجائے رَستاخیز'' ادا کیا۔

۷۶۔ سات مئی ۲۰۱۲ء کو پی ٹی وی پر رات آٹھ بجے سے نو بجے تک پیش کیے جانے والے ڈرامے ''چار موسم'' میں نکاح پڑھاتے ہوئے نکاح خواں کہتا ہے ''بَعوض (بَہ عَوض) ایک

لاکھ حق مہر'' بَعوَض (بہ عِوَض) کو کس دیدہ دلیری سے بَعوَض بنادیا گیا۔

۷۷۔ نو نومبر ۲۰۱۲ء کو یومِ اقبال کے موقع پر رات کو پی ٹی وی پر پیش کیے جانے والے پروگرام ''ورثہ'' میں مختلف گلوکاروں نے کلامِ اقبال پیش کیا۔ اس پروگرام کی کمپیئر نامور اداکارہ اور ماڈل عفت عُمر تھیں اور شریک کمپیئر نواسۂ اقبال جناب یوسف صلاح الدین تھے۔ اُن کے ساتھ پسرِ اقبال جناب ڈاکٹر جسٹس جاوید اقبال بھی تشریف فرما تھے۔ کمپیئر عفت عمر بار بار عَلاَّمہ کی بجائے عِلامہ (ع کے نیچے زیر اور اس کے بعد ل بغیر شد کے) ادا کرتی رہیں۔ حال آں کہ یہ عَلاَّمہ (مبالغہ کا صیغہ) ہے۔ اس پروگرام میں عُروج کی بجائے عَروج ادا کیا گیا۔

۷۸۔ نو نومبر ۲۰۱۲ء کو یومِ اقبال کے موقع پر پی ٹی وی پر پیش کیے جانے والے ایک پروگرام میں یہ بتایا گیا کہ اقبال کا سب سے پہلا شعری مجموعہ بانگِ درا ہے۔ یہ تاریخی اعتبار سے درست نہیں ہے۔ سب سے پہلے اسرارِ خودی شایع ہوئی، پھر بانگِ درا۔ یاد رہے کہ اقبال کی سب سے پہلی کتاب 'علم الاقتصاد' ہے۔

۷۹۔ نو نومبر ۲۰۱۲ء کو یومِ اقبال کے موقع پر اَسرارِ خودی کو بار بار اِسرارِ خودی ہی ادا کیا گیا۔ اَسرار سِرّ کی جمع ہے جب کہ اِسرار بابِ افعال کا وزن ہے۔

۸۰۔ نو نومبر ۲۰۱۲ء کو یومِ اقبال کے موقع پر رات کو پی ٹی وی پر پیش کیے جانے والے پروگرام ''ورثہ'' میں گلوکار شفقت امانت علی خان نے علامہ اقبال کی غزل گائی۔

یہ پیام دے گئی ہے مجھے بادِ صبح گاہی
کہ خودی کے عارِفوں کا مقام ہے پادشاہی

شفقت امانت علی نے عَارِفوں کی بجائے بار بار عارْفوں ادا کیا۔ حال آں کہ عَارِف اسم فاعل ہے۔ عَارِفوں کہتے ہوئے بھی راء کے نیچے زیر آئے گی۔

۸۱۔ پندرہ نومبر ۲۰۱۲ء کو پی ٹی وی پر صبح سات بجے کی خبروں میں نیوز کاسٹر نے ''سینہ سِپَر'' ہوگئے'' کی بجائے ''سینہ سُپّر (supper) ہوگئے'' ادا کیا۔

۸۲۔ دس نومبر ۲۰۱۲ء کی صبح پونے سات بجے پی ٹی وی پر ایک صاحب نے حمدِ باری تعالیٰ پڑھی۔ وہ بار بار جَلَّ جَلاَلُہٗ کی بجائے جَلَّ جَلاَلَہٗ (جلال کے ل پر زبر) پڑھتا رہا۔

۸۳۔ ستمبر تا نومبر۲۰۱۲ء کی سہ ماہی میں پی ٹی وی پر ڈرامہ سیریل ''اقراءٗ'' پیش کیا گیا۔ سکرین پر ڈرامے کا نام ''اقراءٗ'' ہی لکھا ہوا نظر آتا ہے۔ یہ قرآنی لفظ ''اِقْرَاْ'' ہے جو سب سے پہلی وحی کا پہلا لفظ ہے۔ اس کے ساتھ ہمزہ کا اضافہ درست نہیں ہے۔ اِقْرَاْ فعل امر ہے جب کہ اِقْراء باب افعال کا وزن بن جاتا ہے۔

۸۴۔ چودہ جون ۲۰۱۲ء کو پی ٹی وی پر صبح سات بجے کی خبروں میں نیوکاسٹر نے کہا، ''حدیث ہے کہ جس نے ایک جان کو بچایا گویا اس نے سارے انسانوں کو بچالیا'' حال آں کہ یہ حدیث نہیں بلکہ سورۃ المائدہ کی آیت نمبر ۳۲ کا ترجمہ ہے۔

مزید برآں نیوز کاسٹر نے مَلِک ریاض احمد کی بجائے مُلک ریاض احمد اور شُہرت کی بجائے شَہرت ادا کیا۔

۸۵۔ اکیس نومبر ۲۰۱۲ء کو پی ٹی وی پر صبح سات بجے کی خبروں میں نیوز کاسٹر نے ''سلامتی کونسل'' کی بجائے ''سلامتی کو۔نسل(Nasal)'' ادا کیا۔

۸۶۔ سولہ اگست ۲۰۱۲ء کے روزنامہ نوائے وقت لاہور ایڈیشن میں ایڈیٹر کے نام خط میں اسم بامسمّیٰ کی بجائے اسم بامسمّہ لکھا ہوا میری نظر سے گزرا۔

۸۷۔ پچیس اگست ۲۰۱۲ء کے نوائے وقت میں اثر چوہان کے کالم ''سیاست نامہ'' میں وزارت علیا کی بجائے وزارت علیہ لکھا گیا۔ علیا دراصل افعل التفضیل کا صیغۂ مونث ہے یعنی اعلیٰ سے علیا، ادنیٰ سے دنیا، اعظم سے عظمیٰ، اصغر سے صغریٰ، اکبر سے کُبریٰ اور اقصیٰ سے قصوٰی وغیرہ۔

۸۸۔ گیارہ نومبر ۲۰۱۲ء کے نوائے وقت میں لکھا ہوا نظر سے گزرا ''اُسے اس عہدے پر معمور کیا گیا'' حال آں کہ یہاں معمور کی بجائے مامور ہونا چاہیے۔ معمور کا معنیٰ ''لبریز اور بھرا ہوا'' ہے جب کہ مامور کا معنیٰ ''مقررّ کیا گیا(Posted)'' ہے۔

۸۹۔ بائیس نومبر ۲۰۱۲ء کو پی ٹی وی پر چھ سے سات بجے تک پیش کیے گئے پروگرام ''آپ کا مسئلہ کیا ہے؟'' میں مشہور کمپیئر نعیم بخاری نے کہا ''روزِ حشر والے دن''

۹۰۔ پی ٹی وی پر رات گیارہ سے ایک بجے تک پروگرام ''رات گئے'' پیش کیا جاتا ہے۔ علم و

ادب اور موسیقی اس پروگرام کا خاص حوالہ ہے ۔ اس کے اوّلیں میزبان عمّار مسعود (معروف شاعر انور مسعود کے فرزند) تھے جو زبان و بیان ،شعری ذوق اور حُسنِ تلفظ کی خوبی سے متّصف ہیں ۔ کچھ عرصے بعد ان کی جگہ جناب وصی شاہ پروگرام کرنے لگے۔ تئیس دسمبر۲۰۱۲ء کے پروگرام میں معروف قانون دان سید افضل حیدر بطور مہمان شامل تھے جنہوں نے تحریک پاکستان کے دوران لوگوں کی زبانوں پر کثرت سے جاری ہونے والے پروفیسر اصغر سودائی کے ترانے پاکستان کا مطلب کیا......''لا اِلٰہ الا اللّٰہ'' کا سختی سے رد کیا اور فرمایا کہ مذہب نے تو پاکستان کی مخالفت کی تھی اور بزعم خویش یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ تحریکِ پاکستان کے محرکات سے اسلام کا کوئی تعلق نہیں۔ میزبان جناب وصی شاہ نے ابنِ عربی کی معروف کتاب فُصُوص الحِکَم (حکمتوں کے نگینے) کی بجائے فَصُوص الحُکُم (فُصوص کی فاء پر زبر اور حِکم کی حاء پر پیش اور کاف پر جزم)، اِبنِ رُشد کی بجائے اِبن رَشد اور بِیڑا اُٹھایا (باء بالکسرہ) کو بیڑا اٹھایا (باء کسرہ کے بغیر) ادا کیا۔

۹۱۔ چھ جنوری ۲۰۱۳ء کو پی ٹی وی پر پروگرام ''رات گئے'' میں میزبان وصی شاہ نے جَم گَھٹا (جَم گَھٹ) کو جھمگٹا ادا کیا۔

۹۲۔ چھ جنوری ۲۰۱۳ء کو پی ٹی وی پر ایک پروگرام میں گُلو گارہ کا نام زیبزہ (زی ن رہ) پکارا گیا حال آں کہ اصل نام زُنَیرہ (زُ نَ ی رہ) ہے۔

۹۳۔ چھبیس دسمبر ۲۰۱۲ء کو پی ٹی وی پر پروین شاکر کی برسی کے حوالے سے ایک پروگرام میں معروف شاعر امجد اِسلام امجد نے مِعیار کی بجائے مَعیار ادا کیا جو کہ غَلَط ہے۔

۹۴۔ سترہ جنوری ۲۰۱۳ء کو پی ٹی وی پر صبح ساڑھے سات بجے نہر والی مسجد (جونیجہ مسجد) امروٹ شریف سندھ کے حوالے سے ایک دستاویزی پروگرام میں پسِ پردہ آواز کے ذریعے سینہ سُپَّر (Supper) ادا کیا گیا حال آں کہ یہ لفظ سینہ سِپَر ہے۔ سِپَر کا معنیٰ ڈھال ہے۔

۹۵۔ تیرہ جنوری ۲۰۱۳ء کو پی ٹی وی پر ربیع الاوّل کے پروگراموں کے حوالے سے سکرین پر ''رحمۃ الالعالمین'' لکھا ہوا دکھایا گیا حال آں کہ درست لفظ ''رحمۃ للعالمین'' ہے۔

۹۶۔ پی ٹی وی پر عام طور پر ''بلند و بانگ دعوے'' بولا جاتا ہے حال آں کہ یہ اصل میں

’’بلند بانگ دعوے‘‘ ہے۔اسی طرح ’’عوام چاہتی ہے‘‘ کہا جاتا ہے جب کہ درست ’’عوام چاہتے ہیں‘‘ ہے۔

۹۷۔ پی ٹی وی پر بین الاقوامی جوہری توانائی کمیشن کے سابق سربراہ کا نام بالعموم محمد البرادی بولا جاتا ہے حال آں کہ یہ اصل میں محمد البرادعی ہے۔

۹۸۔ پی ٹی وی پر سیٹلائٹ موبائل فون بنانے والی ایک عرب کمپنی کا نام اردو میں ’’التھو رایا‘‘ بولا گیا ہے جب کہ اس کا اصل نام ’’الثریّا‘‘ ہے۔ ’’التھو رایا‘‘ اردو میں انگریزی سے آیا ہے۔عربی قاعدہ کے مطابق انگریزی میں ث کی آواز کے لئے th لکھتے ہیں،اس لئے ثریا تھورایا بن گیا ہے۔

۹۹۔ دس اور گیارہ جنوری ۲۰۱۳ءکو اسلام آباد میں بین الاقوامی اہلِ قلم کانفرنس منعقد ہوئی۔اس کانفرنس کا عنوان تھا ’’اَدب اور جمہوریت‘‘۔راقم بھی اس کانفرنس میں مدعو تھا۔راقم کے مشاہدے کے مطابق اہلِ قلم دانش وروں نے تلفظ کی خوب دھجیاں بکھیریں۔ ہر مقرر نے صاحِب کی بجائے صاحَب کہا۔اسی طرح اِشاعت اور توہُّم کو اَشاعت اور تواہَم ادا کیا گیا۔ ایک مقرر نے ’’ہر مکتبۂ فکر‘‘ کی بجائے ’’ہر مکاتبِ فکر‘‘ کہا ۔ ایک مقررہ کے نام ڈاکٹر سَحَر اِمداد کو سٹیج سے ڈاکٹر سحر اَمداد پکارا گیا۔ بعد میں آنے والے کچھ مقررین نے بھی سَحَر اِمداد کی بجائے سِحر اَمداد ہی کہا۔معروف ترقی پسند شاعرہ فہمیدہ ریاض نے اپنی تقریر میں عارِفانہ شاعری کو عاژ فانہ شاعری کہا۔

۱۰۰۔ پی ٹی وی پر پروڈیوسرز کے اپنے نام سکرین پر غلَط لکھے نظر آتے ہیں،مثلاً اِعجاز عجی کو سکرین پر انگریزی میں یوں لکھا جاتا ہے: Ijjaz Ijji ،اس کا اردو میں تلفظ عجز عجی یا اِجز اِجی بنتا ہے جو کہ غلَط ہے۔ اِسی طرح ایک پروڈیوسر کا نام آعیز ہ لکھا ہوا نظر آتا ہے جب کہ یہ لفظ اصل میں اَعِزّہ (عزیز کی جمع) ہے۔

۱۰۱۔ بائیس جنوری ۲۰۱۳ءکو پی ٹی وی پر ساڑھے سات بجے شب نشر ہونے والے ڈراما میں ایک نسوانی کردار نے عِندِیہ (ارادہ اور منشا) کو عَندیَہ ادا کیا۔

۱۰۲۔ بائیس جنوری ۲۰۱۳ ءکو پی ٹی وی پر آٹھ بجے شب نشر ہونے والے ڈراما سیریل ’’داغِ

ندامت''میں ایک نسوانی کردار نے کَتَبَہ (لوحِ مزار) کو کُتْبَہ (Kutba) ادا کیا۔

۱۰۳۔ پی ٹی وی پر لفظ سیِّد کو عام طور پر سیَّد بولا جاتا ہے۔ حال آں کہ سیِّد (Sayyid) اسم فاعل ہے جس کا معنیٰ ہے سردار، جب کہ سیَّد (Sayyad) اسم مفعول ہے جس کا معنیٰ ہے جسے حکم دیا جائے اور جس پر سرداری کی جائے۔

۱۰۴۔ تین فروری ۲۰۱۳ء کو پی ٹی وی پر صبح سوا سات بجے ایک سائنسی پروگرام میں پس پردہ ایک خاتون نے اللہ عَزَّ وجَلَّ کے بجائے اللہ عِز وجَل کہا۔

۱۰۵۔ پانچ فروری ۲۰۱۳ء کو پی ٹی وی پر رات ۱۰ تا ۱۱ بجے پیش کیے جانے والے ڈرامہ سیریل ''میسوری''، میں خاتون اداکارہ نے نامَحرم کی بجائے نامُحرّم کہا۔

۱۰۶ تیس مارچ ۲۰۱۳ء کو پی ٹی وی پر نو بجے کے خبرنامہ میں نیوز کاسٹر نے ''صف میں کھڑے ہیں'' کی بجائے ''صِف (Sif) میں کھڑے ہیں'' ادا کیا۔

۱۰۷۔ تیس جون ۲۰۱۳ء کو جیو ٹی وی پر پٹی چل رہی تھی جس میں جناب الطاف حسین قائد ایم کیو ایم کا یہ جملہ نظر آ رہا تھا ''ہم امن کے دائی ہیں'' حال آں کہ دائی کا معنی بچہ جنانے والی عورت ہے۔ دراصل یہاں دائی کی بجائے داعی ہونا چاہیے تھا۔

۱۰۸۔ بارہ مارچ ۲۰۱۳ء کو پی ٹی وی پر چار بجے شام معروف شاعر حبیب جالب کا تعارفی خاکہ پیش کیا جا رہا تھا۔ پسِ پردہ آواز میں ان کی نظم پڑھی گئی جس میں لفظ دِیپ (Deep) کو دَیپ (Dape) ادا کیا گیا۔

۱۰۹۔ جیو ٹی وی پر معروف میزبان کامران خان نے موسم کا حال بتاتے ہوئے ''آج مِینہ (بارش) برسے گا'' کی بجائے ''آج مِینَہ (Meena) برسے گا'' ادا کیا۔

۱۱۰۔ پی ٹی وی پر بیک قت (درست املاء بہ یک وقت) کو اکثر بَیک (Back) وقت پڑھا اور بولا جاتا ہے۔

۱۱۱۔ پی ٹی وی پر یہ جملہ متعدد دفعہ سننے میں آیا ہے ''مجھے اس قانون سازی کے بارے میں کچھ تحفظات ہیں''، حال آں کہ تحفظات کی بجائے خدشات ہونا چاہیے۔ تحفظات میں حفاظت کا معنی ہے۔ خدشہ یا خطرہ کا معنی نہیں ہے۔

۱۱۲۔ مجھے کچھ کالج اساتذہ سے مُستعار مِنہ (Minhoo) کی بجائے مُستعار مُنہُ (Moonh) اور مُضاف الیہ (Elaih) کی بجائے مُضاف اَلَیہِ (Alya) سننے کا موقع نصیب ہوا ہے۔

۱۱۳۔ پی ٹی وی پر دکھائے جانے والے ڈراما ''دراڑ'' میں ایک کردار نے یہ شعر علامہ اقبال سے غلط طور پر منسوب کیا

تندیٔ بادِ مخالف سے نہ گھبرا اے عقاب
یہ تو چلتی ہے تجھے اونچا اڑانے کے لئے

یہ شعر سیّد صادق حسین سیالکوٹی کا ہے جو عقاب کے ذکر کی بنا پر غلط طور پر اقبال سے منسوب کیا جاتا ہے۔

۱۱۴۔ پی ٹی وی پر پیش کیے گئے ایک پروگرام میں کما حقہ (Kama Haqqohoo) کی بجائے کماحُقّہ (Kama Huqqa) ادا کیا گیا۔

فاعِل اور فاعَل کے وزن کے فرق کا عدم لحاظ

اردو میں ہم عالِم اور عالَم، خاتِم اور خاتَم، فاضِل اور فاضَل جیسے الفاظ کثرت سے بولتے، سنتے اور لکھتے ہیں لیکن ان کے تلفظ اور معنوی تبدیلی پر چنداں غور نہیں کرتے۔ اگر بھرپور دل چسپی اور توجہ سے نہ سمجھا جائے تو ان الفاظ کی معنوی حقیقت تک رسائی مشکل ہو جاتی ہے۔ اس تکلیف دہ مشکل کا سامنا ریڈیو اور پی ٹی وی کی سکرین کے سامنے بھی کرنا پڑتا ہے۔ ذیل میں چند مثالیں دے کر اس فرق کو سمجھنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

عالِم: یہ اسم فاعل ہے یعنی علم رکھنے والا، جاننے والا۔

عَالَم: (**مایُعلَمُ بِہٖ**) جس کے ذریعے اللہ کو جانا اور پہچانا جائے یعنی دُنیا۔

خَاتِم: یہ اسم فاعل ہے یعنی ختم کرنے والا۔ عربی زبان میں خاتمِ انگوٹھی اور مُہر (Stamp) کو بھی کہتے ہیں۔ دورِ رسالت ﷺ میں انگوٹھی سے ہی مہر کا کام لیا جاتا تھا۔ کسی چیز کو سر بمہر کر دیا جائے تو مہر توڑنے سے قبل نہ تو اس میں کچھ داخل اور شامل کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی کچھ نکالا جا سکتا ہے۔ خَاتَم کا اسم مفعول مختوم ہے یعنی سر بمہر۔ سیرت کی ایک مشہور کتاب کا نام ''**الرحیق المختوم**'' ہے یعنی سر بمہر خالص شراب۔

خاتَم: (مَایُختَمُ بِہٖ) یعنی جس پر (نبیوں کا سلسلہ) ختم ہو جائے مراد خاتم النبین حضرت محمد ﷺ ۔

فَاضِل: اسم فاعل یعنی فضیلت رکھنے والا ۔ صاحبِ علم و فضل ۔

فَاضَل: (مَایُفضَلُ بِہٖ) یعنی جس پر اوروں کو فضیلت دی جائے ۔ اس سے مراد بے وقعت، فضول، فالتو اور زاید از ضرورت ہے ۔

حاصلِ کلام

اصلاحِ زبان و ادب کے حوالے سے یہ ذو لسانیاتی کاوش قومی نشریاتی اداروں ، اخبارات اور رسائل و جرائد کے لئے راہ نما ثابت ہو سکتی ہے ۔ لسانیات و ادبیات کے طلبہ کو اردو میں مستعمل کئی الفاظ و تراکیب اور محاورات کے پس منظر کے بارے میں آ گاہی حاصل ہو گی ۔ اصلاحِ زبان و ادب کا شعور بڑھے گا ۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اپنی قومی زبان 'اُردو' بولتے وقت الفاظ کی صحت اور تلفظ کا خیال رکھا جائے ۔ وطنِ عزیز پاکستان کی سلامتی اور یک جہتی کو قائم رکھنے اور اُردو کے عظیم ادبی سرمائے کی حفاظت کرنے کے لئے قومی زبان کے تشخص کو مجروح نہ کیا جائے ۔ یہ ہمارے ملک کے اساتذہ ، ادیبوں ، شاعروں اور قومی نشریاتی اداروں کی مشترکہ ذمہ داری ہے ۔

حواشی وحوالہ جات

۱۔ البقرہ:۲۸۲(اس آیت میں قرض لینے اور دینے کے اصول وضوابط بیان کیے گئے ہیں)

۲۔ خدیجہؓ بنت خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی (م ۶۱۹ء) ام المومنین، زوجۂ رسولِ کریم ﷺ ۔

۳۔ سودا، مرزا محمد رفیع (۱۷۱۳-۱۷۸۰) اُردو کے پہلے دور کا نامور شاعر۔ مورخہ ۱۲ مارچ ۲۰۱۰ء کو پی۔ٹی وی کے پروگرام ''بزم طارق عزیز'' میں کمپیئر طارق عزیز نے مرزا محمد رفیع سودا کی بجائے مرزا رفیع الدین سودا کہا۔

۴۔ عَمرو بن العاص، مشہور صحابی رسول ﷺ مشہور جرنیل، فاتح مصر، روم اور شام۔۶۶۴ء میں مصر میں وفات پائی۔

۵۔ عمرو ابن ہشام ابن مغیرہ مخزومی (۵۵۳ء۔۶۲۳ء) اسلام کا بدترین دشمن، دین اسلام سے استہزاء کرنے والا۔ اہل ایمان کو ہر وقت دکھ اور تکلیف پہنچانے کی فکر میں رہتا۔ جاہلیت میں اس کی کنیت ابوالحکم تھی۔ رسول اکرم ﷺ نے اس کے کرتوتوں کے پیش نظر اسے ابوجہل کہا۔ غزوہ بدر میں دونو جوان انصاری بچوں معاذؓ اور معوذؓ کے ہاتھوں مارا گیا۔

۶۔ عَمرو بن عبدِ وَدّ، عرب کا مشہور پہلوان اور شہ زور، غزوہ خندق کے موقع پر خندق کو عبور کیا۔ حضرت علیؓ کے ہاتھوں واصل جہنم ہوا۔

۷۔ شُرَحبیل، صحابی رسول ﷺ ، والد کا نام عبداللہ اور والدہ کا نام حسنہ تھا۔ پہلے حبشہ کی طرف اور پھر مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ حضرت ابوبکرؓ کے عہد میں سپہ سالار بنا دیئے گئے۔ بحیثیت سپہ سالار شام، عراق اور فلسطین میں عسکری خدمات انجام دیں۔

۸۔ زینب بنت جَحَش (وفات ۲۰ھ) ام المومنین، اصل نام برّہ بنت جَحَش بن رعاب الاسدیہ، کنیت اُمُّ الحکم۔

۹۔ ثُوَیبَہ، ابولہب کی کنیز جو مشرف بہ اسلام ہوئیں۔ ابتدائی ایام میں رسول اکرم ﷺ کو دودھ پلایا، آپ ﷺ کی ولادت باسعادت کی خوشی میں ابولہب نے انھیں آزاد کر دیا تھا۔

۱۰۔ القدر:۳

اُردو کا مِلّی تشخص اور کردار

زبان اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔[1] انسانی شخصیت میں یہ ایک اہم مظہر کی حیثیت رکھتی ہے۔ زبان نہ ہوتی تو نہ شعر ہوتا نہ فلسفہ، نہ سائنس ہوتی نہ نت نئی ایجادات، نہ انسان صحیح معنوں میں خدا کو پہچانتا نہ خود اپنی انسانی نسل کے بھائیوں اور بہنوں کو۔ یہ حقیقت ہے کہ اچھی زندگی ہمیں زبان کے طفیل نصیب ہوئی ہے۔ قوّتِ تکلّم انسانی شرف کا ایک امتیازی وصف ہے۔ یہ قوّت اس قدر اہمیت کی حامل ہے کہ بعض اوقات اسے واحد امتیازی وصف کے طور پر ذکر کیا جاتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ انسان حیوانِ ناطق ہے۔ نطق یعنی قوت گویائی انسان اور حیوان کی ہم نوعی کے باوصف واحد وجہِ امتیاز قرار پاتی ہے۔ زندہ انسان اور زندہ زبان میں اس قدر قریب کی مشابہت ہے کہ کسی زبان کو ''زندہ'' یا ''مردہ'' کہنا مجازی طور پر ہی نہیں، لغوی طور پر بھی درست معلوم ہوتا ہے۔ مسلسل حرکت اور رنگارنگی میں بھی یہ دونوں ایک دوسرے کے مثیل ہیں۔ قوّت تکلم کی اس اہمیت کے پیشِ نظر ہر مذہب نے اس کی تہذیب و اصلاح کو اپنی تعلیمات کا حصہ بنایا ہے۔ اسلام ہمہ گیر راہ نمائی کا مدّعی ہے اس لئے قوتِ اظہار کے اس شرف پر خصوصی توجہ دی گئی ہے۔ ذکرِ الٰہی جو قلب و نظر کا اطمینان[2] ہے زبان ہی کا وظیفہ ہے اور ''حَصَائِدِ اَلْسِنَه''[3] اسی قوتِ اظہار کے غیر مناسب استعمال کو کہا گیا ہے۔

جس طرح انسان ابتداء ہی سے اپنے گرد پھیلی ہوئی کائنات پر غور و فکر کر رہا ہے اسی طرح اس کے اندر پھیلی ہوئی کائنات بھی اس کی توجہ کا مرکز ہے جس کے عجائبات گوناگوں اور اسرار

لامتناہی ہیں۔ زبان بھی انھی اسرار میں سے ایک ہے۔ یہ بنیادی سوالات ہمیشہ ہی سے موضوعِ بحث رہے ہیں کہ روئے زمین پر انسان کب سے آباد ہے اور کیا انسانی زبان کی اصل ایک ہی ہے؟ اس کی ابتداء کیسے ہوئی اور کیسے پھیلی؟ اور پھر اس میں تغیرات کس طرح سے آئے؟ زبانوں کے کتنے خاندان ہیں اور کون کون سی زبانیں کس کس خاندان سے تعلق رکھتی ہیں؟ لہجے کیسے وجود میں آئے، معاشرہ کا زبان پر اور زبان کا معاشرہ پر کیا اثر پڑتا ہے؟ معاشرے کے مختلف طبقات کی زبانوں میں فرق کی نوعیّت کیا ہے؟ انسانی زبان اور فکر کا آپس میں کیا تعلق ہے؟

زبان کے عناصرِ ترکیبی کی وضاحت کرتے ہوئے مولانا محمد حسین آزاد لکھتے ہیں:

> ''زبان کا استقلال اور آئندہ کی زندگی چار ستونوں کے استقلال پر منحصر ہے، قوم کا ملکی استقلال، سلطنت کا اقبال، اس کا مذہب اور تعلیم وتہذیب۔ اگر یہ چاروں پاسبان پورے زوروں سے قائم ہیں تو زبان بھی زور پکڑتی جائے گی۔ ایک یا زیادہ جتنے کمزور ہوں گے اتنی ہی زبان ضعیف ہوتی جائے گی یہاں تک کہ مرجائے گی۔''(۴)

ہر زبان کے ساتھ متعلقہ قوم کی تہذیب وتمدن اور تاریخ وروایات وابستہ ہوتی ہیں۔ ہر ملک کی قومی زبان اس کے قومی تشخص کی آئینہ دار ہوتی ہے۔ قومی زبان اور قومی تشخص میں چولی دامن کا ساتھ ہوتا ہے۔ زیرِ نظر مضمون میں اردو زبان وادب کے ملّی تشخص اور کردار کی نسبت جائزہ لیا جائے گا۔ اس تحریر سے میری یہ ہرگز مراد نہیں ہے کہ اردو کے فروغ واشاعت میں صرف اور صرف مسلمانوں نے ہی کام کیا ہے اور دوسری قوموں نے اس سلسلے میں کچھ نہیں کیا۔ رتن ناتھ سرشار، مالک رام، نول کشور، منشی پریم چند، ہری چند اختر، تلوک چند محروم، پنڈت دیاشنکر نسیم، سری رام، پنڈت برج نارائن چکبست، پنڈت برج موہن کیفی دتاتریہ، کرشن چندر، رام بابو سکسینہ، منشی تیرتھ رام فیروزپوری، دیوان سنگھ مفتون، فراق گورکھپوری، گیان چند، آنند نرائن ملاّ، راجندر سنگھ بیدی، پروفیسر جگن ناتھ آزاد، ڈاکٹر گوپی چند نارنگ اور مسز سروجنی نائیڈو کی اردو زبان وادب کے بارے میں خدمات سے بھلا کون انکار کرسکتا ہے؟ لیکن امرِ واقع یہ ہے کہ مسلمانوں کی کوششیں تمام قوموں سے بڑھی ہوئی ہیں جس کی وجہ یہ تھی کہ کسی دوسری قوم نے اس زبان کو من حیث القوم نہیں اپنایا کیوں کہ ان کے پاس وسیلۂ اظہار کے لئے دوسری دیسی زبانیں بھی موجود تھیں جنھیں انھوں نے وقتاً فوقتاً

استعمال بھی کیا ہے لیکن مسلمانوں نے من حیث القوم ہندوستان کی سیکڑوں زبانوں میں سے صرف اسی ایک زبان پر قناعت کی اور اپنے خیالات کے اظہار کا واحد، بھرپور اور مؤثر وسیلہ بنایا۔

اسلام ایک طریقِ حیات ہے اور انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں کو محیط ہے۔ عربی زبان اسلامی احکامات کی امین ہے۔ اس لئے اس میں زندگی کے تمام شعبوں کے لئے کلمات ومفردات کا ایک بحرِ زخار موجود ہے۔ جس نسبت سے یہ کلمات برصغیر کی مقامی زبانوں میں داخل ہوتے گئے اُسی نسبت سے ان کا عربی زبان سے قرب بڑھتا گیا۔ یہ اس اثر پذیری کا نتیجہ تھا کہ مقامی زبانوں میں عربی زبان کا لسانی بُعد ختم ہونے لگا اور آخر وہ وقت آیا کہ مسلم ہند کی زبان بھی مشرف با اسلام ہوگئی۔ اردو جو اسلامی ثقافت کی زندہ مثال ہے، عربی اثرات کا نتیجہ ہے۔ یوں کہا جا سکتا ہے کہ عربی زبان نے اردو کی ساخت و پرداخت میں مادرانہ کردار ادا کیا ہے۔ اردو کے علاوہ پنجابی، سندھی، پشتو، بلوچی، سرائیکی، بنگلہ، کھڑی بولی اور دیگر تمام زبانوں کا اِحصاء کیا جائے اور ان کے مفردات کا مآخذ تلاش کیا جائے تو سیکڑوں نہیں ہزاروں الفاظ عربی الاصل نکلیں گے۔ عربی زبان وادب سے رابطے اور دینِ اسلام کی اشاعت کے سلسلے میں کثیر تعداد ان علماء وادباء کی سرگرمِ عمل نظر آتی ہے جو برصغیر کی کوکھ سے پیدا ہوئے مگر عرب تہذیب وتمدن کو اپنانے لگے اور دینِ اسلام کی تشریح و توضیح میں اپنی زندگیوں کو وقف کیے رہے۔ یہ ان اربابِ علم کی محنت کا ثمر ہے کہ برصغیر پاک و ہند کے عوام اپنے دین سے محبت کرنے والے ہیں اور تہذیبی وتمدنی اقدار کے حوالے سے اپنے عرب بھائیوں سے بہت قریب ہیں۔''(۵)

برصغیر پاک وہند میں ہزار سالہ اسلامی حکومت کا سب سے اہم اور عظیم الشان کارنامہ مقبولِ عام زبان اردو کی تشکیل ہے۔ اردو کی تاریخی، تہذیبی اور ثقافتی حیثیت متعین کرتے ہوئے پروفیسر رشید احمد صدیقی لکھتے ہیں:

> ''اردو ہماری گزشتہ عروجِ عظمت کی تنہا یادگار یا سوگ وار ہے۔ مسلمانوں نے نہ صرف اردو کی بنیاد رکھی بلکہ اس کی تمام تدریجی اور ارتقائی منازل میں اِنھیں کا ذہن و دماغ کارفرما رہا ہے۔ یہ مسلمانوں کی معاشرت، ان کی ذہنی اور دماغی ترقی کی تنہا حامل ہے۔ کسی قوم کی زبان اس کی قومی حیثیت کی علم بردار ہوتی ہے۔ کسی قوم کے اوّلیں آثارِ انحطاط کا مطالعہ کرنا ہو تو اس قوم کی زبان پر نظر

ڈالیے۔ آپ پر یہ حقیقت جلد منکشف ہو جائے گی کہ قومی زوال کی ابتداء ہمیشہ
زبان کے زوال سے ہوئی ہے۔ یہی نہیں بلکہ اس کے اثر سے تشخصاتِ ملّی تک
فنا ہو گئے ہیں۔''(۶)

برصغیر کی زبانوں پر عربی و فارسی زبانوں کے براہِ راست اثرات اسی وقت سے شروع ہو گئے تھے جس وقت مسلمانوں نے ہندوستان میں قدم رکھا۔ ان زبانوں میں رفتہ رفتہ عربی و فارسی کے الفاظ غیر شعوری طور پر داخل ہونے لگے جن کے وجود کا علم ہمیں اس وقت کے دیسی ادب کی ورق گردانی سے ہوتا ہے۔ ان اثرات کو قبول کرنے میں اردو زبان بھی اپنی دوسری معاصر زبانوں کے برابر کی شریک تھی۔ برصغیر میں بسنے والے مسلمانوں نے جب اردو کو اپنے لئے چن لیا تو اس میں عربی و فارسی کے دخیل الفاظ کا حصہ بھی زیادہ ہو گیا۔ مسلمان اپنا ایک جداگانہ مذہبی نظام اور ایک مخصوص فلسفۂ حیات لے کر آئے تھے اور اپنے خیالات کو ظاہر کرنے کے لئے خاص الفاظ اور اسالیبِ بیان کے ساتھ ساتھ مذہبی رسوم و عبادات وغیرہ کے لئے توحید، رسالت، صوم، صلوٰۃ، زکوٰۃ، نماز اور روزہ جیسی کثیر تعداد اصطلاحات کا ذخیرہ بھی رکھتے تھے جسے انھوں نے اردو زبان میں بجنسہٖ منتقل کر دیا۔ اس سے جہاں اردو بولنے والے مسلمانوں کو اپنی مذہبی تعلیم و تبلیغ میں مدد ملی، وہاں اردو زبان کا دامن بھی وسیع ہو گیا۔(۷)

برصغیر کے مسلمانوں کی اپنی سماجی زندگی کا ایک خاص نہج تھا اور زندگی کے کچھ رسوم و رواج اور کچھ تقاضے بھی تھے۔ پیدائش، شادی بیاہ اور موت کی تقریبات، ختنہ، عقیقہ اور نذر نیاز کے طریقے اور نشست و برخاست کے قرینے تھے۔ وہ بعض ایسے کھانے کھاتے آئے تھے، بعض ایسے لباس پہنتے آئے تھے اور بعض ایسی اشیاء (ظروف اور فرنیچر وغیرہ) استعمال کرتے آئے تھے جن کی وضع قطع اور جن کے نام ہندوستان کے لئے بالکل نئے تھے۔ بعض ایسے قصے اور بعض ایسے واقعات کی یادیں تھیں جو ان کے ماضی اور وطنِ قدیم سے متعلق تھے اور جن سے اردو زبان اب تک بالکل ناآشنا تھی، اس لئے ان کے یہ سب نام اور یہ سب تلمیحات انھیں جوں کی توں اس زبان کے سپرد کرنا پڑیں تاکہ وہ ان کی یومیہ زندگی کی بھرپور کفالت کر سکے اور ان کے خواب اور بیداری کی مکمل طور پر امین بن جائے۔ یہی وجہ تھی کہ مسلمانوں نے اپنی ظاہری و باطنی اور انفرادی و اجتماعی زندگی کے ہر پہلو کی عکاسی اور ترجمانی کی اہل بنانے کے لئے اردو زبان کو عربی و فارسی کے کثیر

تعدادالفاظ، اصطلاحات، محاورات، تلمیحات اوراسالیبِ بیان عطا کردیے۔ یہ بات صرف اردو زبان تک ہی ختم نہیں ہوئی بلکہ ان کوششوں کا سلسلہ اردوادب تک بھی پہنچااور وہ اس طرح کہ عربی وفارسی کا تمام عروض اردو میں منتقل کرلیا گیا۔عربی وفارسی زبان کی تمام بحریں اردو نظم میں استعمال کی گئیں۔مختلف اصناف مثلاً غزل،قصیدہ،مثنوی، رباعی وغیرہ کا اضافہ کیا گیا۔شعری تنقید کا انداز مستعار لیا گیا۔اصلاحِ زبانِ اردو کی جو کوششیں آج تک اساتذۂ اردو نے کی ہیں ان میں دیسی الفاظ کو کم کرنے اور عربی و فارسی الفاظ کو رائج کرنے پر پوری قوت صرف کی گئی۔عربی و فارسی محاورات کا ترجمہ کرنے کی کوشش تو بہت سے شاعروں نے کی ہے۔ یہ سب کچھ اردو کو اس برصغیر میں عربی وفارسی کے حقیقی جانشین بنانے کے لئے کیا گیا کیوں کہ مسلمانوں کو ان زبانوں سے پیار ہے۔مسلمانوں نے اردو کو اپنانے کے لئے عربی وفارسی میں موجود قریب قریب پورا مذہبی سرمایہ اس زبان میں منتقل کردیا۔مسلمان علماء نے قرآن مجید کا اردو میں ترجمہ کیا اور تفاسیر لکھیں۔قرآن وحدیث،فقہ،سیرت،تصوف، اسلامی فلسفے اور تاریخ کے سرمائے کو اردو میں منتقل کیا۔سیرت پاک پر سیکڑوں کتابیں اردو میں لکھی گئیں۔ بزرگانِ دین کی سوانحِ عمریاں اور مسلمانوں کی تاریخیں نہ صرف ترجمہ ہوئی ہیں بلکہ اردو میں بھی خود نئے سرے سے لکھی گئی ہیں۔اس قدر وافر مذہبی سرمائے کا وجود یہ ثابت کرتا ہے کہ ہندوستانی مسلمانوں نے اردو زبان کو اپنے لئے منتخب کرکے اپنی پوری کی پوری متاعِ عزیز اسے سونپ دی ہے۔ (۸)

اردو زبان اپنی خصوصیات کی بنا پر جس درجہ ممتاز ہے اس کی مثال برصغیر پاک و ہند کی کوئی دوسری زبان پیش نہیں کرسکتی۔تاریخ بتاتی ہے کہ دیسی زبانوں میں سے اردو ہی وہ اکیلی زبان تھی جسے اکبر راج میں اس کے محل والوں نے اپنا لیا تھا، جسے شاہ جہان نے ہندوستان کے کونے کونے تک پہنچادیا تھا اور جسے ۱۸۳۲ء میں انگریزوں نے فارسی کی جگہ سرکاری زبان بھی بنادیا تھا۔ یہی زبان آج پورے برصغیر کی لمبائی چوڑائی میں سب زبانوں سے زیادہ بولی جاتی ہے۔اس میں جتنا اسلامی ادب موجود ہے اتنا عربی و فارسی میں بھی مشکل سے مل سکے گا۔ اردو میں جو کچھ مواد اسلامی علوم اور عربی و فارسی زبان وادب سے متعلق موجود ہے اس کی تہ میں مسلم ہند کی تاریخ اور تہذیب کے معتبر شواہد ملیں گے۔مسلمانوں کے قیامِ حکومت کے ساتھ ہی ہندوستان اسلامی علوم کا بڑا مرکز بن گیا۔ لاہور، ملتان، دہلی ، گجرات اور لکھنؤ وغیرہ مراکز ایسے تھے جہاں ہندوستان اور

بیرون ہند کے علماء وفضلاء علوم کی تحقیق و تدقیق میں مصروف ہوئے۔ یہ روایت صدیوں تک قائم رہی۔ اسی وجہ سے دہلی جو دارالسلطنت تھا، اس نے علمی اور تہذیبی ترقی کے اعتبار سے بغداد اور قرطبہ کو بھی دھندلا کر دیا۔ یہاں کے علماء کی تصانیف کا معیار کسی بھی ملک کی تصانیف سے کم نہیں۔ یہاں کے علماء کی فکری روایت بیرونِ ہند علماء کی فکری روایت سے بہت مستحکم رہی ہے۔ گزشتہ دور کے چند صاحبِ فکر بزرگوں جن میں سر سیّد احمد خان، مولانا شبلی نعمانی، مولانا حالی، علامہ اقبال، سیّد سلیمان ندوی، مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا ابوالاعلیٰ مودودی اور مولانا ابوالحسن علی ندوی وغیرہ ممتاز ہیں، ان کی تصانیف کا مقابلہ اسلامی ممالک کے کسی عالم کی تصانیف سے کرلیں تو معلوم ہوگا کہ ان کی اسلامی تفکیر کا کیا مرتبہ ہے۔

اسلامی ہند میں اردو کے فروغ کے حوالے سے ڈاکٹر تاراچند لکھتے ہیں:

> ''نئی زبان (اردو) میں اس شدید قسم کی کشش تھی کہ اس نے جلد ہی عوام میں قبولیت کا درجہ حاصل کرلیا تھا۔ پھر مسلمان صوفیہ نے اس زبان کے ذریعے اسلام کو پھیلانا شروع کیا تو یہ اور بھی مقبول ہوگئی۔ یہاں تک کہ اٹھارویں صدی کے آخر تک یہ ایک ادبی و علمی زبان کی حیثیت اختیار کرگئی اور ملک کے ہر صوبے اور ہر شہر میں سائنسی اور ادبی انجمنیں اردو کے نام سے کام کرنے لگیں لیکن انیسویں صدی کے آغاز میں اردو کی یہ مقبولیت انتہاء پسند ہندوؤں کو انتہائی ناگوار گزری۔''(۹)

زبان اور رسم الخط کا تعلق بھی روح اور قالب سے کم نہیں۔ رسم الخط تلفظ کا تابع ہوتا ہے اور اس کا ہر حرف ایک جداگانہ آواز کی نیابت کرتا ہے۔ یہ درست ہے کہ ابتداءً زبان صرف اصوات کا نام ہوتا ہے اور اشکال ثانوی حیثیت رکھتی ہیں لیکن حروف یعنی الفاظ کی تحریری شکلیں بھی اتنی ہی اہم ہوتی ہیں جتنی کہ ان کی آوازیں۔ زبان اور رسم الخط کا مکمل اور مناسب اجتماع و امتزاج زبان کو زندہ اور پائندہ بناتا ہے اس لئے کسی زبان کو اس کے رسم الخط سے جدا نہیں کیا جاسکتا۔ زبان رسم الخط کے بغیر مکمل نہیں ہوتی بلکہ ادھوری رہتی ہے۔ جس زبان کا اپنا رسم الخط نہ ہو اس کا دامن علم و ادب کے خزانوں سے تہی رہ جاتا ہے۔ جس طرح روح اور جسم ایک دوسرے کے لئے لازم و ملزوم ہیں، بالکل اسی طرح زبان اور رسم الخط کا آپس میں گہرا تعلق ہے۔ اردو اور اس کے رسم الخط سے ہمارا رشتہ

بہت قدیم ہے۔ اردو صرف زبان کا نام ہی نہیں بلکہ ایک تہذیبی علامت بھی ہے۔ برصغیر میں اردو ہندی تنازع کا اصل محرک رسم الخط کی تبدیلی تھا۔ ہندو اردو زبان کے لئے دیوناگری رسم الخط رائج کرنا چاہتے تھے۔ اگر ایسا ہو جاتا تو برصغیر کے مسلمانوں کو ان کے شان دار ماضی، معاشرتی روایات اور تہذیبی وثقافتی سرمائے سے دست بردار ہونا پڑتا۔ اردو زبان کو قرآنی حروف کا لباس عطا کر دینے کا اثر یہ ہوا کہ ہندوستان میں جہاں جہاں مسلمان بستے تھے وہ اپنے علاقے کی مقامی بولی بولتے ہوئے بھی اردو زبان کو اپنی تحریر کے لئے استعمال کرنے لگے کیوں کہ عربی رسم الخط سے مسلمانوں کی عقیدت بالکل فطری تھی۔ اس لئے اردو کا دائرہ اثر اس قدر وسیع ہوا کہ برصغیر کے گوشے گوشے میں اس کی آوازیں سنائی دینے لگیں اور پشاور سے ڈھاکا اور کشمیر سے راس کماری تک اس کے بولنے اور سمجھنے والے پیدا ہو گئے۔ چناں چہ اردو کی نشر واشاعت میں اسلامیانِ ہند کی کوششوں کو جتنا دخل ہے اس سے اردو زبان کا کوئی مؤرخ انکار نہیں کر سکتا اور نہ اس حقیقت کو چھپا سکتا ہے کہ سلطنتِ مغلیہ کے زوال پر مسلمانوں ہی کے ہاتھوں اطرافِ ہند میں اردو زبان کے مختلف مراکز قائم ہوئے جن سے رفتہ رفتہ ترویجِ اُردو کی صوبہ جاتی تحریکوں نے جنم لیا اور کُل ہند انجمن ترقیٔ اردو کے علاوہ متعدد چھوٹے چھوٹے اداروں کا قیام عمل میں آیا۔ (۱۰)

اردو رسم الخط اپنی ایک مبسوط تاریخ رکھتا ہے۔ رسم الخط قوموں کے لسانی مزاج کا آئینہ دار ہوتا ہے اور اس سے ایک قوم کے مخصوص تہذیبی نقوش کا پتا چلتا ہے۔ زبان اور رسم الخط کی اہمیت اس حوالے سے دو چند ہو جاتی ہے کہ یہ دونوں (زبان اور رسم الخط) قوموں کی تہذیبی اساس کو مضبوط بنیادیں فراہم کرنے کا سبب ہیں۔ تہذیب وثقافت کی تشکیل وتزئین اور فروغ وارتقاء میں زبان کچھ نہ کچھ کردار ضرور ادا کرتی ہے۔ ہر رسم الخط صوتی ادائی کا عکاس ہوتا ہے۔ اس کی معرفت ہی سے آوازیں ادا ہو سکتی ہیں۔ موجودہ رسم الخط عربی وفارسی اور اردو کی آوازوں کا آلۂ اظہار ہے۔ اردو کا موجودہ رسم الخط دنیائے اسلام کا رسم الخط ہے جس سے ہمارے دینی رشتوں کی اساس مضبوط ہوتی ہے۔ اردو رسم الخط دل آویز ہے جو ایجاد اور اختراع کے نئے نئے پہلوؤں سے مزین ہے۔ اس میں تخلیقی صلاحیتیں بدرجۂ اتم موجود ہیں۔ اس رسم الخط کو اس کے لکھنے والوں نے اپنی جدّتِ طبع اور رنگینیٔ قلم سے مصوّری کا درجہ عطا کر دیا ہے۔

جب تک اردو زبان دیوناگری میں قلم بند ہوتی رہی، ہمالیہ کی فصیل پار نہ کر سکی لیکن عربی و

فارسی رسم الخط میں منتقل ہونے کی دیر تھی کہ اسے ہندوستان کی سرحدوں کو پھلانگ کر ایران و عربستان کی زبانوں اور ان کے بولنے والوں سے تعارف و ملاقات کا موقع بھی ہاتھ آ گیا۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہا جا سکتا ہے کہ دیوناگری کے حصارِ آہنی میں قید رہنے والی زبان کو مسلمانوں کی بدولت آزادی نصیب ہوئی اور اُسے وہ پرِ پرواز مل گئے جن کے زور پر وہ آج دنیا کی زبانوں میں تیسرے نمبر پر شمار ہونے لگی ہے۔ چناں چہ ہندوستان سے باہر اردو کی ترویج و اشاعت بھی اس کے قرآنی رسم الخط کا ہی اعجاز تھا جس کے احسان سے یہ زبان تا قیام قیامت سبک دوش نہیں ہو سکتی۔ (۱۱)

فورٹ ولیم کالج وہ واحد ادارہ تھا جہاں سب سے پہلے پنڈت للولال جی نے اردو ہندی تنازع کا آغاز کیا۔ انگریزوں کی پالیسی ''لڑاؤ اور حکومت کرو'' اُن کے روزِ اوّل سے ہی کارفرما تھی۔ چناں چہ آہستہ آہستہ انگریز نے نسلی، لسانی، مذہبی، فرقہ جاتی اور علاقائی تعصّب کو بھڑکایا اور خاص طور پر علیحدہ خطہ، تہذیب و ثقافت اور تمدّن و کلچر کے موضوع پر کتابیں لکھوائیں جنھوں نے ان تمام قسم کے تعصّبات کو بھڑکانے میں شعلۂ جوالہ کا کام کیا۔ ہندی زبان کو فورٹ ولیم کالج نے خاص وجوہات کی بنا پر ترتیب دیا۔ مشرقی زبانوں کے شعبے میں عربی، فارسی، سنسکرت اور اردو شامل تھیں۔ ڈاکٹر جان گِل کرِسٹ اس کے صدر تھے۔ برطانوی افسروں کو مقامی زبان کی تعلیم کے لئے مصنّفین اور مترجم مسلمان اور ہندو تھے۔ یہ کتابیں فارسی رسم الخط (نستعلیق) میں شایع کی گئیں۔ ایک ہندو مترجم للولال جی نے، جو گجرات کا برہمن تھا، بھگوت گیتا کا ترجمہ ''پریم ساگر'' کے نام سے کیا لیکن اس میں یہ بات ملحوظ رکھی گئی کہ فارسی اور عربی الفاظ کو نکال کر ان کی جگہ برج بھاشا اور سنسکرت کے الفاظ شامل کیے گئے اور فارسی رسم الخط کی بجائے دیوناگری رسم الخط میں لکھا گیا۔ اس کام پر مصنف کی بہت تعریف کی گئی کیوں کہ اس طرح ایک نئی زبان، جسے ہندوؤں کی زبان کہا جا سکے، کا راستہ کھل گیا تھا۔ ''پریم ساگر'' کا پہلا ایڈیشن ۱۸۰۳ء میں شایع ہوا اور بعد میں اس کے کئی ایڈیشن شایع ہوئے۔ اس نئی طرزِ تحریر کا، جسے ہندی کا نام دیا گیا، پہلے کوئی وجود نہ تھا۔ ڈاکٹر تاراچند لکھتے ہیں:

> ''جدید ہندی کا اس وقت کوئی وجود نہ تھا کیوں کہ اس زبان میں پہلے کوئی لٹریچر نہ تھا۔ پہلی دفعہ اسے بطور ادبی زبان کے استعمال کیا گیا تھا۔ کالج کے پروفیسروں نے للولال جی کی اس زبان میں، جس میں اردو لکھی جاتی تھی، کتابیں لکھنے کی

حوصلہ افزائی کی۔ البتہ اس میں فارسی اور عربی الفاظ کی جگہ سنسکرت الفاظ استعمال کیے گئے۔ یہ نئی زبان ہندوؤں کی ضرورت کے مطابق خیال کی گئی۔ پھر اس میں عیسائی مشنریوں نے بائبل کا ترجمہ کرکے اسے مقبول بنایا۔ نیا انداز جسے ہندی کہا گیا اسے مقبول ہونے میں کافی عرصہ لگ گیا۔ درحقیقت جدید ہندی ۱۸۵۷ء کے بعد ہی اس قابل ہوسکی کہ لوگ اس پر توجہ دیں۔ صوبائی گورنرلوگوں کو اردو زبان کے استعمال سے منع کرتے اور ہندی کی ترغیب دیتے کیوں کہ برطانوی حکومت ہندی کی ترویج میں بہت دل چسپی رکھتی تھی۔ اس طرح ہندی کے فروغ سے ہندو قومیت کو تقویت ملتی تھی۔''(۱۲)

ہندووں کو اردو زبان اس لئے گوارا نہ تھی کہ اس کا ظاہری پیکر فارسی اور عربی تھا اور وہ مہاتما گاندھی کے بقول قرآن کے حروف اور اسلوب کا مالک تھا۔ یہ بات تکلیف دہ تھی کہ اردو ابجد کی شکل قرآن کی زبان سے ملتی جلتی تھی۔ قرآن کے آثار باقی اور جاری رہنا گویا مسلمانوں کو باقی رکھنے کی گنجائش پیدا کرنا تھا۔ شیخ محمد اکرام ہندووں کی اُردو سے مخالفت اور ناگواری کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''زبان و ادب کے معاملات میں بھی ہندو تہذیب کے احیاء کے حامیوں کا رویہ اس سے کم امتیازی نہیں رہا ہے۔ انیسویں صدی کے شروع میں 'فورٹ ولیم کالج' میں للولال جی اور اُن کے ساتھیوں نے نئی ہندی اس طرح ''پیدا'' کی کہ اردو زبان سے تمام عربی اور فارسی کے الفاظ نکال دیے اور سنسکرت اور ہندی مآخذ کے الفاظ شامل کر لیے۔(۱۳) یہی وہ رویہ تھا جس نے ان عوامل کو جنم دیا جس کا نتیجہ ہندوستان کی تقسیم کی صورت میں ظاہر ہوا۔ مہاتما گاندھی جیسے نام ور انسان بھی اردو کی ثقافتی اہمیت کا صحیح اندازہ نہ لگا سکے۔ ۱۹۴۰ء میں ناگ پور میں ہندی ساہتیہ سملین کے اجلاس میں انھوں نے کہا ''اردو کو مسلمان بادشاہوں نے ترقی دی۔ اب یہ مسلمانوں کا کام ہے کہ اگر وہ چاہیں تو اس کی پرورش کریں۔''(۱۴)

اردو ہندی تنازع کے پسِ پردہ کئی مقاصد تھے۔ یہ تنازع بیک وقت مسلمانوں کے مذہب اور ثقافت پر ادبی میدان میں ایک بھرپور حملہ تھا۔ عربی کے الفاظ کے اخراج سے مسلمانوں کے مذہب کو نقصان پہنچانا مقصود تھا اور فارسی الفاظ کو خارج کرنے سے مسلمانوں کی تہذیب و ثقافت

اور ادب برائے زیست کو برصغیر سے رخصت کرنا مقصود تھا۔ مسلمانوں کی تہذیب کو ختم کر کے ہندو تہذیب و ثقافت کو فروغ دے کر سیاسی بالادستی حاصل کرنا تھا۔ رسم الخط کے بدلنے سے مراد مسلمانوں کو جہالت کی تاریکیوں میں دھکیلنا مقصود تھا کہ وہ فکری طور پر منجمد ہو جائیں۔ اُردو برصغیر میں مسلمانوں کی ثقافت کی زبان تھی۔ عربی رسم الخط میں لکھی جاتی تھی۔ اس کا ارتقاء برصغیر میں مسلمانوں کی آمد اور قیام کا مرہونِ منت تھا۔ یہ آہستہ آہستہ ترقی کر کے پورے برصغیر میں رابطے کی زبان کی حیثیت اختیار کر گئی۔ جب یہاں انگریزوں کی حکومت قائم ہوئی تو ان کے لئے بھی اسے رابطے کی زبان تسلیم کرنے کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں تھا۔ چناں چہ ۱۸۳۵ء میں فارسی کی جگہ اردو کو عدالتی زبان بنا دیا گیا۔ گویا یہ اقدام مسلمانوں کی ثقافتی اور سیاسی حیثیت کو تسلیم کرنے کے مترادف تھا۔ یہ بات ہندوؤں کو پسند نہ آئی۔ ہندوؤں نے دیکھا کہ انیسویں صدی کے پہلے ربع میں شاہ عبدالقادر دہلوی کے اردو زبان میں سادہ ترجمہ قرآن کو بہت مقبولیت حاصل ہو رہی ہے تو وہ جل بُھن گئے۔ بنگال اور بہار میں تبلیغی، اصلاحی اور علمی رسائل و کتب کی اشاعت پر وہ مزید سیخ پا ہو گئے۔ ہندوؤں کو یہ خطرہ محسوس ہو رہا تھا کہ اردو کے ذریعے مسلمان اپنے دین اور اپنی روایات کے تحفظ کا اہتمام کر رہے ہیں لہٰذا انھوں نے اردو کو بھی مسلمانوں کی طرح ملیچھ قرار دے دیا۔

۱۸۶۷ء میں یو پی کے ہندوؤں نے اردو کے خلاف تحریک چلائی اور مطالبہ کیا کہ اردو کی جگہ ہندی کو سرکاری زبان کے طور پر استعمال کیا جائے اور دیوناگری رسم الخط کو سرکاری حیثیت دی جائے۔ اس تحریک کا بنیادی محرک اردو دشمنی اور ہندو ثقافت کی بالادستی منوانا تھا۔ سرسیّد احمد خان کے لئے یہ صورتِ حال پریشان کن ثابت ہوئی۔ سرسیّد ابتداء میں متحدہ قومیت کے قائل تھے۔ وہ ہندوؤں اور مسلمانوں کو خوب صورت دوشیزہ کی دو آنکھیں سمجھتے تھے لیکن ۱۸۶۷ء میں بپا ہونے والے ہندی اُردو تنازع نے ان کے خیالات میں بنیادی تبدیلی پیدا کر دی۔ وہ متحدہ قومیت کے مخالف اور دو قومی نظریے کے زبردست حامی اور مبلّغ بن گئے۔ انھوں نے ہندوؤں کے مستقبل کے ارادوں کو بھانپ لیا۔ چناں چہ انھوں نے اس بات پر زور دینا شروع کر دیا کہ مسلمان ہندوؤں سے علیحدہ قوم ہیں، انھیں اپنے مستقبل پر غور کرنا چاہیے۔ ان کا تعلیمی پروگرام اسی فکر کی ایک کڑی تھا۔ معروف بھارتی مسلم دانش ور اور بھارتی پارلیمنٹ کے سابق رکن ڈاکٹر رفیق زکریا لکھتے ہیں:

''ہندی اردو قضیہ دراصل ہندو اور مسلم دانش وروں کے مابین چھڑنے والی لڑائی

تھی۔ اگرچہ بنیادی طور پر یہ ایک لسانی قضیہ تھا لیکن اس کی وجہ سے دونوں فریقوں کے جذبات اس حد تک مشتعل ہو گئے تھے کہ ان کے مابین پائے جانے والے تعلقات پر شدید اور دوررس اثرات مرتب ہوئے۔ مسلم سیاست پر اس کا نہایت ہی واضح اثر ہوا۔ اس کی وجہ سے وہ تمام تعلیم یافتہ مسلمان جو پہلے ہی سے نئی ابھرنے والی ہندو قیادت کے تعلق سے شکوک اور شبہات میں مبتلا تھے اس بار شدت کی ساتھ اپنے مستقبل کے تعلق سے خطرہ محسوس کرنے لگے۔ سر سیّد احمد خان نے تو اس سے بہت پہلے ۱۸۶۷ء ہی میں اپنے اعلیٰ عہدے دار مسٹر شیکسپیئر سے کہہ دیا تھا کہ ہندی کی حمایت کرنے والے ہندوؤں کی اردو مخالف تحریک کے بعد ہی انھیں اس کا یقین ہو گیا تھا۔ اب ہندوؤں اور مسلمانوں کی جانب سے کسی مشترکہ عمل کی کوئی امید باقی نہیں رہی ہے۔ لہٰذا اب مسلمانوں کو خود ہی منظّم ہو کر اپنے قومی اثاثے کی حفاظت کرنی ہوگی۔''(۱۵)

۷؍نومبر ۱۸۷۱ء کو گورنر بنگال نے بھاگل پور سائنٹفک سوسائٹی کے اجلاس میں شرکت کی۔ اس موقع پر مولوی امداد علی نے اپنے خطبۂ استقبالیہ میں عربی اور فارسی کے الفاظ بکثرت استعمال کیے۔ بہاری تو پہلے ہی سے موقع کی تلاش میں تھے۔ انھوں نے گورنر کو ''غیر ملکی'' زبان کی بجائے مقامی زبان کے اجراء کا مشورہ دیا۔ چناں چہ گورنر نے صرف اردو زبان کی مذمت کرتے ہوئے اسے ''غیر ملکی'' زبان قرار دیا بلکہ وہ اردو کو نقصان پہنچانے کے اس قدر درپے ہو گیا کہ اس نے محکمہ تعلیم کو اردو کی نصابی کتب کی ممانعت کا حکم جاری کر دیا۔ گورنر کے اس فیصلے کو حکومت کے دیگر اعلیٰ عہدے داروں نے ناپسند کیا۔ کلکتہ کے نیم سرکاری اخبار ''دی انگلش مین'' نے بھی گورنر کے اس فیصلے پر نقطہ چینی کی۔(۱۶)

۱۸۸۲ء میں ''ہنٹر ایجوکیشن کمیشن'' کی تشکیل کے موقع پر ہندوؤں کو دوبارہ اردو زبان کو نقصان پہنچانے کا موقع میسر آیا۔ اس بار یہ فتنہ پنجاب اور یوپی میں اٹھا جہاں انجمنوں اور سوسائٹیوں نے کمیشن کو اردو کے خلاف لاتعداد میموریل پیش کیے۔ ایک مرتبہ پھر سر سیّد اردو زبان کی حفاظت کے لئے آگے بڑھے اور ہنٹر کمیشن کو یہ باور کرانے میں کام یاب ہوئے کہ یہ مسئلہ لسانی کی بجائے سیاسی رنگ اختیار کر چکا ہے۔

مارچ ۱۸۹۸ء میں یوپی کے متعصب گورنر اینٹونی میکڈانل کو یوپی کی عدالتوں اور سرکاری دفاتر میں ہندی اور ناگری رسم الخط کے اجراء کے متعلق ایک عرض داشت پیش کی گئی۔ میکڈانل مسلمانوں کے بارے میں سخت متعصب تھا اور اسے مسلمانوں سے غداری کی بو آتی تھی۔ اسی سبب اس نے گورنر جنرل کو لکھا کہ ''مسلمان برطانوی سلطنت کے لئے خطرہ ہیں اور ان کی سرکاری ملازمتوں میں مضبوط پوزیشن کو سیاسی طور پر جہاں تک ممکن ہو ختم کیا جائے۔'' لہٰذا اس نے مسلمانوں کو زک پہنچانے کی خاطر نہ صرف یوپی کی عدالتوں اور سرکاری دفاتر میں اردو کے علاوہ ناگری رسم الخط جاری کرنے سے متعلق ۱۸/اپریل ۱۹۰۰ء کو ایک حکم جاری کیا بلکہ یہ بھی حکم دیا کہ آئندہ سے دفاتر میں مختلف آسامیاں پُر کرتے وقت صرف انھی لوگوں کو مقرر کیا جائے جو فارسی اور ناگری رسم الخط دونوں سے واقف ہوں۔(۱۷) اُردو دشمنی میں سر اینٹونی میکڈانل کی ہندوؤں سے ہم نوائی ہندوستان کے مستقبل، ہندو مسلم اتحاد اور مسلمانوں کی زبان، ثقافت اور علمی ورثے کے لئے خطرناک تھی۔ چناں چہ ''مسلم کرانیکل'' اس بارے میں یوں لکھتا ہے:

> ''یہ کہنے کی چنداں ضرورت نہیں کہ حالیہ برسوں میں ہندوؤں اور مسلمانوں کے مابین پائے جانے والے تعلقات میں کوئی شے کشیدگی کا اس قدر باعث نہیں بنتی جتنی کہ وہ فاش غلطی جو زبان کے مسئلے میں سر اینٹونی میکڈانل سے سرزد ہوئی ہے۔''(۱۸)

یوپی کے مشہور متعصب وزیر تعلیم مسٹر سمپورنانند نے اپنی اردو دشمنی کا بڑا سبب یہ بتایا تھا کہ ''جب میں گھر گیا تو میری لڑکی نے بھگوان کی بجائے خدا کہا'' اس سے انھوں نے یہ نتیجہ نکالا کہ ''خدا کی طرح اور بہت سے الفاظ جو مسلمانوں کے بنیادی عقائد سے تعلق رکھتے ہیں آہستہ آہستہ غیر شعوری طور پر اردو زبان کے ذریعے ہندوؤں کے دماغوں میں داخل ہو گئے ہیں اور اس سے ان کے مذہبی عقائد کے متاثر ہونے کا خطرہ ہے۔''(۱۹)

مسلم لیگ کے چوتھے اجلاس میں مسلمان نمائندوں نے یہ فریاد پیش کی کہ بمبئی کے ناظم تعلیمات نے مراسلہ جاری کیا ہے کہ پبلک کے سکولوں میں سے اردو کو الگ کر دیا جائے۔ اگر مسلمان اردو کی تعلیم جاری رکھنا چاہیں تو دینی تعلیم کی طرح اس کا اہتمام اپنے گھروں پر کریں۔ اس طرح گویا اعلان کر دیا گیا کہ ہندوؤں کا جس طرح اسلام سے کوئی تعلق نہیں اسی طرح اردو

سے بھی کوئی واسطہ نہیں۔[۲۰] بہار کے صوبے میں اردو میں تحریر کردہ عرضی عدالتوں میں قبول کرنے سے انکار کردیا گیا۔ مسلمان وکلاء اور دیگر اکابر نے ایک التجائی مہم شروع کی جس کی تائید ۱۹۲۵ء کے سالانہ جلسہ مسلم لیگ میں کی گئی۔[۲۱]

۱۹۳۷ء میں کانگریسی وزارتوں کی تشکیل ہوئی تو تمام ہندو صوبوں کے وزراء اعلیٰ، برہمنوں کو بنادیا گیا۔ اب یہ حال ہوگیا کہ ڈاک خانے والوں نے اردو میں تحریر کردہ منی آرڈر بھی قبول کرنے سے انکار کرنا شروع کردیا اور اُن خطوط کو مکتوب الیہ تک پہنچانے سے انکار کردیا جن پر اردو میں پتا لکھا ہوتا۔ اکتوبر ۱۹۳۸ء میں سندھ مسلم لیگ کے اجلاس میں تقریر کرتے ہوئے قائداعظم نے اپنے خطبہ صدارت میں کانگریسی وزارتوں کو ملک کے لئے ایک مصیبت قرار دیا۔ انھوں نے اپنی تقریر میں بندے ماترم، ودیا مندر سکیم اور کانگریسی جھنڈے کو قومی حیثیت دینے کے خلاف مسلمانانِ ہند کے نفرت انگیز جذبات کا اظہار کرتے ہوئے کہا:

> ''مسلمانوں کی تہذیب وتمدن اور ان کی سیاسی قوت کو تباہ کرنے کے لئے اردو کو مٹایا جارہا ہے اور اس کی بجائے ایک ایسی زبان کو ہندوستان کے عوام کی زبان بنانے کی کوشش کی جارہی ہے جو سنسکرت کی آمیزش سے تیار کی گئی ہے۔''[۲۲]

کانگریسی وزارتوں کے دوران (۱۹۳۷-۳۹ء) مسلمانوں کے وجود، ثقافت اور زبان کو ختم کرنے کی بھرپور عملی کوششیں ہوئیں۔ مسلمانوں کے دیہات پر ہندوؤں نے منظّم حملے کیے۔ مسلمانوں کا قتل عام ہوا۔ دیہات جلا دیے گئے۔ گھروں کو لوٹ لیا گیا اور پھر مسلمانوں پر جھوٹے مقدمات قائم ہوئے۔ انصاف کے دروازے ان پر بند کردیے گئے۔ مسلم پریس کا گلا گھونٹ دیا گیا۔ ہندوؤں نے فیصلہ کرلیا کہ مسلمانوں کی ثقافتی زبان اردو کو ختم کردیا جائے۔ چناں چہ اردو کتابوں پر پابندی لگادی گئی۔ اردو سکولوں کو بند کیا جانے لگا۔ ایک طرف مسلمانوں کے ہر ثقافتی نشان کو مٹانے کی ہر ممکن عملی کوشش کی جارہی تھی جب کہ دوسری طرف ہندومت اور ہندو ثقافت کے ہر نشان کو ابھارنے کے لئے ہر ممکن قدم اٹھایا جارہا تھا۔ اس امر کی شدت کا احساس گاندھی کے اس بیان سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے:

> ''ہندوستان میں ہندو تہذیب کے ذریعے سوراج قائم ہوسکتا ہے۔ دھرم کی روشنی میں ضروری ہے کہ قرآن کی تعلیم کو دنیا سے نابود کردیا جائے اور اس کی جگہ

راشٹر دھرم کی تعلیم مسلمانوں کو دی جائے۔ میں مسلمانوں کی گولی سے نہیں ڈرتا۔
ڈرتا ہوں تو ان کی زبان یعنی اردو سے جو برصغیر میں ان کی ثقافت اور تہذیب کی
زبان ہے۔ اگر مسلمانوں کو ختم کرنا ہے تو پہلے ان کی زبان ختم کرو، ان کی ثقافت
اور تہذیب خود بخود ختم ہو جائے گی۔''(۲۳)

اس کے جواب میں قائداعظم محمد علی جناح نے ۱۹۳۹ء میں مرکزی اسمبلی کے بجٹ
سیشن کے موقع پر تقریر کرتے ہوئے بانگِ دہل فرمایا تھا:

''ہندو اسلامی ثقافت و تہذیب اور اردو زبان کو مٹانے پر تلے بیٹھے ہیں لیکن میں
ان کو خبردار کرتا ہوں کہ ہم مرتے مر جائیں گے لیکن اسلامی تہذیب و ثقافت اور
اردو زبان تباہ نہیں ہونے دیں گے۔''(۲۴)

پنڈت جواہر لال نہرو نے کانگریس کے لئے مسلمانوں کی ہمدردیاں حاصل کرنے کی
خاطر مسلم ماس کانٹکٹ (مسلم رابطہ عوام) کا شعبہ قائم کیا اور اعلان کر دیا کہ اب کانگریس جناح سے
کوئی بات چیت نہیں کرے گی اور اس کی بجائے وہ براہِ راست مسلمان عوام کے پاس جائے گی اور
انھیں بہلا پھسلا کر، ورغلا کر اور بہکا کر اپنے حلقے میں کھینچ کر لے آئے گی۔(۲۵) یکم اپریل ۱۹۳۷ء کو
پنڈت نہرو نے ہندوستان کی تمام صوبائی کانگریس کمیٹیوں کو ذیل کا گشتی مراسلہ بھیجا۔ اس میں سے
ایک اقتباس بطور حوالہ پیش کیا جاتا ہے جس سے ہندوؤں کی اردو دشمنی واضح طور پر دکھائی دیتی ہے۔

''اس سلسلہ میں ایک اور ضروری گزارش کرنا چاہتا ہوں۔ ہمارے مرکزی دفتر
میں اکثر شکایتیں موصول ہوتی ہیں کہ کانگریس کے جلسوں کے اشتہار عموماً اردو
میں شایع نہیں کیے جاتے اور اس طرح مسلمانوں کو کانگریس کے جلسوں، جلوسوں
کی اطلاع نہیں ہونے پاتی۔ یہ شکایت بالکل درست ہے۔ مہربانی فرما کر اپنے
صوبے کی ضلع وار اور مقامی کانگریس کمیٹیوں کو سخت ہدایت کر دیجیے کہ آئندہ
اردو میں بھی اشتہار شایع کریں۔ بالخصوص پنجاب، یو پی اور دہلی کے صوبوں اور
ہندوستان کے دیگر بڑے بڑے شہروں میں اس قاعدے کی پابندی بے حد
ضروری ہے۔''(۲۶)

بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح اردو کو پاکستان کی قومی زبان کی حیثیت سے بلند
مرتبے پر دیکھنا چاہتے تھے۔ انھیں اردو کی اہمیت اور قوت کا اندازہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ انھوں نے

پاکستان اور اردو زبان، دونوں کا مقدمہ بیک وقت لڑا۔ مصورِ پاکستان علامہ محمد اقبال نے بھی اردو دوستی کا حق خوب ادا کیا۔ بابائے اردو مولوی عبدالحق مرحوم نے ۱۹۳۶ء میں اردو کانفرنس منعقد کی اور باصرار علامہ محمد اقبال کو شرکت کی دعوت دی۔ علامہ بیمار تھے۔ آپ نے جواب میں لکھا:

> ''اگر اردو کانفرنس کی تاریخوں تک میں سفر کے قابل ہوگیا تو ان شاء اللہ ضرور حاضر ہوں گا۔ لیکن اگر حاضر نہ بھی ہوسکا تو یقین جانیے کہ اس اہم معاملے میں کلیتہً آپ کے ساتھ ہوں۔ اگرچہ میں اردو زبان کی بحیثیت زبان خدمت کرنے کی اہلیت نہیں رکھتا تاہم میری لسانی عصبیت دینی عصبیت سے کسی طرح کم نہیں۔''

اسی طرح اپنے ایک اور خط میں علامہ اقبال نے بابائے اردو کو انجمن ترقیٔ اردو کی بابت لکھا تھا:

> ''آپ کی تحریک سے مسلمانوں کا مستقبل وابستہ ہے۔ بہت سے اعتبارات سے یہ تحریک اس تحریک سے کسی طرح کم نہیں جس کی ابتداء سرسیّد احمد خان نے کی تھی۔''(۲۷)

ہندوؤں کی اردو سے مخالفت نے سرسیّد احمد خان اور دیگر اکابر سے مسلمانوں کے لئے کئی تعلیمی ادارے قائم کروائے۔ ۱۸۷۵ء میں سرسیّد نے علی گڑھ میں ایک سکول کی بنیاد رکھی جسے ۱۸۷۷ء میں کالج کی حیثیت حاصل ہوگئی۔ سرسیّد کا یہ کارنامہ مسلمانوں کی نشاۃ ثانیہ میں سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ ۱۸۸۶ء میں سرسیّد نے محمڈن ایجوکیشن کانفرنس کی بنیاد ڈالی جس نے سرسیّد کے کام کو اور آگے بڑھایا۔ نواب عبداللطیف نے محمڈن لٹریری سوسائٹی کلکتہ میں قائم کی۔ اس طرح پنجاب میں انجمن حمایت اسلام کا قیام عمل میں آیا۔ سندھ میں حسن علی آفندی نے سندھ مدرسۃ الاسلام قائم کیا۔ پشاور میں سرسیّد کی تعلیمی تحریک سے متاثر ہوکر اسلامیہ کالج پشاور قائم کیا گیا۔ ۱۹۰۵ء میں نواب محسن الملک نے ایک تقریر میں زور دے کر کہا کہ مسلمانوں کے تمدن کی حفاظت کا جذبہ تقاضا کرتا ہے کہ اُن کی کوئی سیاسی تنظیم ہو۔ ۱۹۰۶ء میں ان کا یہ خواب پورا ہوگیا۔ گویا اردو ہندی تنازع مسلم لیگ کی تشکیل کا پیش خیمہ ثابت ہوا۔(۲۸)

ہندوؤں نے اردو کو مسلمانوں کی ہزار سالہ حکومت کی نشانی سمجھا۔ وہ اسے صرف مسلمانوں کی زبان سمجھتے تھے اس لئے انھوں نے اردو ہندی کا جھگڑا کھڑا کر دیا تھا۔ یہ لسانی جھگڑا

ہندو مسلم جھگڑے ہی کا ایک حصہ تھا۔ ۱۹۴۷ء کے بعد بھارت میں ہندی کو رانی اور اردو کو باندی بنا دیا گیا جس سے ہندوؤں کا مطلب یہ تھا کہ جب مسلمانوں نے اپنا گھر الگ کرلیا تو اپنی زبان کو بھی وہی سنبھالیں۔ ہندوؤں کی لسانی تنگ نظری کے بارے میں ڈاکٹر سیّدعبداللہ لکھتے ہیں:

''ایک زمانہ وہ تھا جب ہندو فارسی اور عربی کے عالم ہوا کرتے تھےلیکن اردو ہندی تنازع اور سیاسی حالات نے ان کے خیالات میں تبدیلی پیدا کردی اور وہ تعصب سےمغلوب ہوگئے۔ وہ اردو سے برگشتہ ہوکر ہندی کے حامی ہوتے گئے۔''(۲۹)

ہماری ڈیڑھ سوسالہ سیاسی اور ملّی تاریخ شاہد ہے کہ پورے برصغیر میں مسلمانوں کی تمام قومی اور سیاسی جدوجہد کے دوران اردو اور صرف اردو کو ہی بین العلاقائی اور بین الصوبائی حیثیت حاصل رہی ہے۔ اس نے سب کو اتحاد و اتفاق کی لڑی میں پرو دیا۔ محبت اور یگانگت کا سبق سکھایا۔ سیّداحمد شہید بریلوی کی تحریکِ جہاد، تحریکِ دیوبند، تحریکِ علی گڑھ، تحریکِ ندوۃ العلماء، تحریکِ خلافت، تحریکِ آزادی، تحریکِ پاکستان اور تحریکِ اتحادِ عالمِ اسلامی، ان سب اسلامی تحریکوں میں ذریعۂ اظہار اردو ہی بنی رہی۔ مسلمانوں نے پشاور و کشمیر سے لے کر راس کماری تک اور سندھ بلوچستان سے لے کر بنگال اور آسام تک اپنے قول و فعل سے اردو کی اس عمومی اور اجتماعی حیثیت کو جانا اور مانا ہے۔ اس لئے سردار عبدالرب نشتر نے کہا تھا:

''واقعاتی اور تاریخی نقطۂ نگاہ سے یہ حیثیت اردو ہی کو حاصل ہے کہ وہ پاکستان کی قومی زبان بنے۔ جن چیزوں نے ہم میں یہ احساس، یہ جذبہ اور یہ ذوق وشوق پیدا کیا تھا کہ اپنا علیحدہ وطن بنائیں ان میں سے ایک اہم چیز یہ تھی کہ ہم اردو کو اغیار کی دست برد سے محفوظ کردیں۔''(۳۰)

مُدیر ''ادبی دنیا'' مولانا صلاح الدین احمد اردو زبان کے تاریخی کردار کے بارے میں لکھتے ہیں:

''مسلمانانِ ہند کا باہمی اتحاد جس قدرِ مشترک پر قائم ہے، وہ ہماری قومی زبان اردو ہے، جو نہ صرف ہمارے ارتباطِ باہم کا سب سے مؤثر اور زندہ ذریعہ ہے بلکہ ہندوستان میں ہمارے ہزار سالہ تمدّن کی امین اور ہماری مذہبی، ثقافتی اور علمی روایات کی سرمایہ دار ہے۔ اردو ہماری قومی زندگی اور ہماری ملّی تہذیب کا نشان بن کر نمودار ہوئی اور ہم نے اسلام کے بعد اردو کو اپنی عزیز ترین تمناؤں کا مرکز بنایا۔ پاکستان کا ایوانِ عظیم الشان ہم جن محکم ستونوں پر قائم کرنا چاہتے

تھے، وہ تعداد میں چار تھے: اسلام، اتحاد، آزادی اور اردو۔ اور جب ہمارے قائداعظم نے ہمیں اپنی منزلِ مقصود کی طرف پکارا تھا تو ایوانِ مملکت کے انھی چار ستونوں کی نشان دہی فرمائی تھی۔''(۳۱)

اردو کا تحفظ برّصغیر میں مسلمانوں کی جنگِ آزادی کا ایک مستقل حصہ رہا ہے اور یہ تاریخی اہمیت اس زبان کا طرۂ امتیاز ہے۔ تحریکِ پاکستان میں اردو، پاکستان کی قومی زبان کے طور پر مطالبۂ تقسیم کے بعد دوسرا اور شاید سب سے بڑا ثقافتی مطالبہ، نعرہ اور وعدہ رہی ہے۔ تحریکِ پاکستان کا محرکِ اوّل اگر اسلام تھا تو محرکِ دوم اردو زبان تھی اور قائداعظم کو بھی دیگر اکابر کی طرح اس حقیقت کا بخوبی علم تھا۔ اردو زبان کی عظمت یہ ہے کہ برّصغیر پاک و ہند میں اس نے تاریخ لکھنے کا نہیں بلکہ مسلمانانِ ہند کی تاریخ بنانے میں بھرپور کردار ادا کیا اور یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ اس لئے بھی کہ اردو نے صرف ہماری تاریخ بنانے ہی کا نہیں بلکہ پاکستان کا جغرافیہ بھی بنانے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ پاکستان کے حال اور مستقبل میں ثقافتی شیرازہ بندی، سیاسی استحکام، وحدت، ہم آہنگی، یک جہتی اور ریاستی تشخص کی ضامن اردو زبان ہی ہے۔

میرے نزدیک اردو زبان، اس کا رسم الخط اور املاء عقیدے کا مسئلہ ہے۔ برصغیر میں اردو کسی کی مادری زبان ہو یا نہ ہو، یہ ہر مسلمان کی مذہبی اور ثقافتی زبان ضرور ہے اور عربی و فارسی کے بعد اسلامیانِ ہند کی واحد ترجمان ہے۔ یہی وجہ ہے کہ برّصغیر پاک و ہند کا مسلمان اس زبان کی حق تلفی پر جذباتی ہو جاتا ہے۔ اس کا جذباتی ہونا ایک فطری امر ہے۔ کیوں کہ اردو اس کے بزرگوں کی عزیز ترین کمائی ہے جسے سینچتے، پروان چڑھاتے اور دیس بہ دیس نشر و اشاعت کرتے انھیں صدیاں گزری ہیں اور وہ اپنے بزرگوں کی اس مقدس میراث کا جائز وارث ہے۔

حواشی وحوالہ جات

۱۔ وَمِنْ آيَاتِهِ خَلْقُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافُ أَلْسِنَتِكُمْ وَأَلْوَانِكُمْ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّلْعَالِمِينَO سورہ الروم:۲۲

(اور اس کی نشانیوں میں سے ہے آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور تمھاری زبانوں اور رنگوں کا اختلاف۔ بے شک اس میں نشانیاں ہیں جاننے والوں کے لئے)

۲۔ أَلاَ بِذِكْرِ اللّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُO سورۃ الرّعد:۲۸ (خبردار رہو! اللہ کی یاد ہی وہ چیز ہے جس سے دلوں کو اطمینان نصیب ہوا کرتا ہے۔)

۳۔ النووی، محی الدین ابوزکریا یحییٰ، الاربعون النُوَوِيَّة و شَرحُها، ص۵۹

۴۔ محمد حسین آزاد، مولانا، سخن دانِ فارس (لاہور: بک ٹاک ٹمپل روڈ، ۲۰۰۶ء) ص۴۵

۵۔ قریشی، ڈاکٹر محمد اسحاق، برصغیر پاک و ہند میں عربی نعتیہ شاعری (لاہور: مرکز معارفِ اولیا محکمہ اوقاف حکومت پنجاب، ۲۰۰۲ء) ص۴۷۶

۶۔ خطباتِ رشید احمد صدیقی۔ مرتبین: مہر الٰہی ندیم (علیگ)/لطیف الزمان خان (کراچی: مکتبہ دانیال عبداللہ ہارون روڈ، ۱۹۹۱ء) ص۸۸

۷۔ بخاری، ڈاکٹر سہیل، لسانی مقالات، حصہ دوم (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۹۱ء) ص۴۱۷

۸۔ ....ایضاً............، ص۴۱۸

۹۔ تاراچند، ڈاکٹر، ہندوستانی زبان کا مسئلہ، (۱۹۴۴ء)

۱۰۔ لسانی مقالات، حصہ دوم، ص ص۴۱۵-۱۶

۱۱۔ ....ایضاً............، ص۴۱۶

۱۲۔ ہندوستانی زبان کا مسئلہ، (۱۹۴۴ء)

۱۳۔ F.E Keay, A History of Hindi Literature, P-80

۱۴۔ محمد اکرام، شیخ، پاکستان کا ثقافتی ورثہ (لاہور: ادارہ ثقافتِ اسلامیہ، ۲۰۰۱ء) ص۱۲-۱۳

۱۵۔ زکریا، ڈاکٹر رفیق، ہندوستانی سیاست میں مسلمانوں کا عروج (نئی دہلی: ترقی اردو بیورو، ۱۹۸۵ء) ص ص۳۹۶-۹۷

۱۶۔ ماہ نامہ اردو (جوبلی نمبر) کراچی: نومبر ۱۹۵۳ء ص ۹

۱۷۔ Separatism Among the Indian Muslims, P-44

۱۸۔ The Moslem Chronicle, May 30, 1903

۱۹۔ فاروقی، پروفیسر ڈاکٹر طاہر، ہماری زبان-مباحث ومسائل (کراچی: انجمن ترقی اردو پاکستان، ۱۹۹۶ء) ص ۹۴

۲۰۔ محمد منّور، پروفیسر، پاکستان-حصارِ اسلام (لاہور: گوہر سنز اردو بازار لاہور، ۱۹۹۸ء) ص ۲۱

۲۱۔ ....ایضاً............، ص ۲۳

۲۲۔ پیام شاہ جہان پوری، تاریخ نظریۂ پاکستان (لاہور: کتب خانہ انجمن حمایتِ اسلام، ۱۹۷۰ء) ص ۳۱۹

۲۳۔ دیکھیے رسالہ اردو قومی زبان نمبر، ۱۹۳۸ء

۲۴۔ دیکھیے جمیل الدین احمد، Writings and Speeches of Muhammad Ali Jinnah جلد دوم (لاہور: ۱۹۷۴ء)

۲۵۔ بٹالوی، ڈاکٹر عاشق حسین، اقبال کے آخری دوسال (لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۸۹ء) ص ۳۷۶

۲۶۔ روزنامہ سول اینڈ ملٹری گزٹ مورخہ ۲/اپریل ۱۹۳۷ء

۲۷۔ ہماری زبان-مباحث ومسائل، ص ۴۰

۲۸۔ پاکستان-حصارِ اسلام، ص ۲۶

۲۹۔ سیّد عبداللہ، ڈاکٹر، ابوالکلام آزاد-اِمامِ عشق وجنوں (لاہور: مکتبہ جمال، اردو بازار، ۲۰۰۹ء) ص ۵۰

۳۰۔ ہماری زبان-مباحث ومسائل، ص ۴۹

۳۱۔ صلاح الدین احمد، مولانا، مضمون ''اردو کے چند مسائل''، مشمولہ مقالاتِ شام ہمدرد، مرتبہ حکیم محمد سعید (لاہور: مکتبہ جدید ۱۹۶۹ء) ص ۲۰۱

اُردو میں عربی کلمات کا خلّاقانہ تصرف وتغیر

دنیا کی کوئی زبان بھی اخذ واستفادہ اور لین دین سے خالی نہیں ہے اور نہ اس کے بغیر کوئی زبان ترقی کرسکتی ہے۔ زبان کوئی جامد چیز نہیں، وہ ہمیشہ بڑھتی، پھیلتی اور ادلتی بدلتی رہتی ہے۔ جو زبان بڑھنا چاہے گی اس کو دنیا کی دوسری زبانوں سے سروکار رکھنا پڑے گا۔ قوموں کے میل جول کے ساتھ ان کی بولیوں اور لفظوں کی آمدورفت بھی لگی رہے گی۔ اس کا اثر یہ ہوگا کہ اس میں دوسری زبانوں کے لفظ ملتے رہیں گے اور بدلتے رہیں گے۔ یہ اصول زبانوں کے بڑھنے اور پھیلنے کے لئے بہت مفید ہے اور قریب قریب دنیا کی سبھی زبانوں میں چلتا ہے۔ اس کے مانے بغیر ممکن ہی نہیں کہ زبان ترقی پاسکے۔

اردو چوں کہ مختلف زبانوں سے مل کر بنی ہے اس لئے اس کا دامن بہت وسیع ہے اور دوسری زبانوں سے اس کے لین دین کا سلسلہ برابر جاری ہے۔ ترقی کی جتنی صلاحیت اردو میں ہے وہ ان زبانوں میں نہیں ہوسکتی جو اپنا ناتا اپنے ہی خاندان تک محدود رکھنا چاہتی ہیں۔ اردو زبان وادب میں مستعمل ثقافتی الفاظ اور علمی وفنی اصطلاحات کا سرمایہ زیادہ تر عربی کے ذخیرہ ہی سے لیا گیا ہے۔ افعال وحروف اور روزمرہ زندگی سے متعلق بیش تر الفاظ ہندی الاصل ہیں۔ عربی الفاظ کی کثیر تعداد اُس وقت اردو میں داخل ہوئی جب مسلمانوں نے اس میں تصنیف وتالیف کا سلسلہ شروع کیا اور علمی وادبی اور فنی اصطلاحیں عربی کے وسیع اور شان دار ذخیرے سے لیں۔ یہی وجہ ہے کہ اردو اپنے مزاج ومنہاج اور فطرت وجبلّت کے لحاظ سے غیر منقسم ہندوستان میں اسلامی زبان سمجھی گئی۔

اردو میں عربی کے الفاظ دو قسم کے ہیں، دخیل الفاظ اور مؤرّد الفاظ۔ دخیل الفاظ وہ ہیں جنھیں اردو نے جوں کا توں اپنایا ہے اور ان میں کوئی لفظی یا اِملائی تغیر واقع نہیں ہوا۔ وہ الفاظ اپنی اصل زبان میں اسی طرح استعمال ہوتے ہیں جس طرح اس نئی زبان میں ان کا استعمال ہے۔ مؤرّد الفاظ وہ ہیں جو اردو کے سانچے میں ڈھل گئے ہیں اور اردو نے اپنے مزاج کے اعتبار سے ان میں اتنا تغیر پیدا کرلیا کہ وہ اپنی عربی اصل سے دور جا پڑے۔ اب یہ الفاظ اپنی اصل زبان (عربی) میں اس نئی بدلی ہوئی شکل کے ساتھ استعمال نہیں ہو سکتے۔

موضوع زیر بحث میں میرے پیشِ نظر ایسے الفاظ وتراکیب ہیں جن کی اصل تو عربی ہے مگر خلاّ قانہ تصرّف وتغیر کے عمل سے گزر کر اردو کے سانچے میں ڈھل چکے ہیں۔ ان الفاظ کا معتد بہ حصہ ایک قرینے کے تحت خلاّ قانہ تصرّف کے عمل سے گزرا مگر ایک حصہ بغیر کسی قرینے اور قاعدے کے اردو زبان کے اندر راہ پا چکا ہے۔ بدقسمتی سے تصرف اور توسیع کے شوق میں کچھ لوگوں نے اردو میں مستعمل عربی الفاظ کی ساخت، ہیئت اور معنی کو بے جا طور پر بگاڑا۔ بگاڑ کے اس عمل میں ان کی جہالت بھی کارفرما رہی ہے۔ اس شوق اور جہالت نے مل کر زبان و بیان کو بازیچۂ اطفال بنا کر رکھ دیا ہے۔ ان کی یہ لفظی بازی گری تمام اصول وقواعد سے ماوراء ہے اور اس کے حق میں کوئی معقول منطقی تاویل بھی نہیں۔ نشر واشاعت کے ادارے الگ سے تخریب زبان کے اس کھیل کا کردار ہیں اور اس ''کارِخیر'' میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہے ہیں۔

خلاّ قانہ تصرف وتغیر کے مذکور دونوں پہلوؤں پر مثالوں کا انبار موجود ہے جو ایک مبسوط تصنیف کا متقاضی ہے لیکن اس مضمون میں موضوع زیرِ بحث کو واضح کرنے کے لئے کچھ مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔ سب سے پہلے عربی کے ان الفاظ کی کچھ مثالیں دی جاتی ہیں جو اردو کے سانچے میں ڈھل گئے اور اردو نے اپنے مزاج کے اعتبار سے ان میں اتنا تغیر پیدا کرلیا کہ وہ اپنی عربی اصل سے دور جا پڑے۔[۱]

اُردو میں عربی اسماء سے اسمِ کیفیت بنانا

اردو میں عربی اسماء سے اسمِ کیفیت بنانے کے لئے مختلف ابواب (اوزان) کے اسموں کے آخر میں ''انہ'' کا اضافہ کر دیا جاتا ہے۔ یہ طریقہ اور چلن صرف اردو میں ہے عربی قواعد اور

زبان سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔

ا۔ثلاثی مجرد کے ابواب سے متعلق اسم فاعل کے آخر میں ''انہ'' کا اضافہ:-

جیسے	ناقد سے ناقدانہ	جاہل سے جاہلانہ	عاجل سے عاجلانہ
	حاسد سے حاسدانہ	مالک سے مالکانہ	قاتل سے قاتلانہ
	فاتح سے فاتحانہ	عارف سے عارفانہ	شاعر سے شاعرانہ
	جابر سے جابرانہ	ناصح سے ناصحانہ	حاکم سے حاکمانہ
	ساحر سے ساحرانہ	طالب سے طالبانہ	ظالم سے ظالمانہ
	عاشق سے عاشقانہ	عاقل سے عاقلانہ	عالم سے عالمانہ
	آمر سے آمرانہ	طائر سے طائرانہ	جارح سے جارحانہ
	عاجز سے عاجزانہ	ناقص سے ناقصانہ	تاجر سے تاجرانہ
	غائب سے غائبانہ وغیرہ۔		

۲۔باب اِفعال سے متعلق اسم فاعل کے آخر میں ''انہ'' کا اضافہ:-

جیسے	مشفق سے مشفقانہ	مخلص سے مخلصانہ	مجرم سے مجرمانہ
	مشرک سے مشرکانہ	منصف سے منصفانہ	مفسد سے مفسدانہ
	مُرشد سے مُرشِدانہ	مصلح سے مصلحانہ	مفلس سے مفلسانہ
	مُلحد سے ملحدانہ	ملزم سے ملزمانہ	مومن سے مومنانہ وغیرہ۔

۳۔بابِ مفاعلہ سے متعلق اسم فاعل کے آخر میں ''انہ'' کا اضافہ:-

جیسے	مخالف سے مخالفانہ	مخاصم سے مخاصمانہ	مصاحب سے مصاحبانہ
	مدافع سے مدافعانہ	مخاطب سے مخاطبانہ	منافق سے منافقانہ
	مناظر سے مناظرانہ	مجاہد سے مجاہدانہ	مصالح سے مصالحانہ
	مبالغ سے مبالغانہ	مباحث سے مباحثانہ	مشاعر سے مشاعرانہ
	معاصر سے معاصرانہ	معاند سے معاندانہ وغیرہ۔	

۴۔بابِ افتعال سے متعلق اسم فاعل کے آخر میں ''انہ'' کا اضافہ:-

جیسے	منتقم سے منتقمانہ	مجتہد سے مجتہدانہ	ملتمس سے ملتمسانہ
	مقتدر سے مقتدرانہ	منتظم سے منتظمانہ	مضطرب سے مضطربانہ وغیرہ۔

۵۔ بابِ تفعیل سے متعلق اسم فاعل کے آخر میں ''انہ'' کا اضافہ:-

جیسے	مؤدّب سے مؤدّبانہ	مُحدِّث سے محدِّثانہ	معلّم سے معلّمانہ
	مدبّر سے مدبّرانہ	محقِق سے محقِقانہ	مجدّد سے مجددانہ
	مفکّر سے مفکرانہ	مصور سے مصورانہ	مبلّغ سے مبلّغانہ
	مقلِّد سے مُقلِّدانہ	مفسّر سے مفسّرانہ	مدرِّس سے مدرِّسانہ وغیرہ۔

٦۔ بابِ تفعل سے متعلق اسم فاعل کے آخر میں ''انہ'' کا اضافہ

جیسے	مُتَشَدِّد سے متشددانہ	متصوف سے متصوفانہ	متکلم سے متکلمانہ
	متاسِّف سے مُتاسِّفانہ	مُتَجَسِّس سے متجسِسانہ	متکبر سے متکبرانہ
	متعصِّب سے متعصِّبانہ	متکلِّف سے متکلِّفانہ	متشکِّر سے مُتشکّرانہ وغیرہ۔

۷۔ بابِ تفاعل سے متعلق اسم فاعل کے آخر میں ''انہ'' کا اضافہ

جیسے متصادِم سے متصادِمانہ اور مُتخاصِم سے مُتخاصِمانہ وغیرہ۔

۸۔ بابِ استفعال سے متعلق اسم فاعل کے آخر میں ''انہ'' کا اضافہ

جیسے مُستعجِل سے مستعجلانہ اور مستعمِر سے مستعمرانہ وغیرہ۔

۹۔ ثلاثی مجرد کے ابواب سے متعلق اسم مفعول کے آخر میں ''انہ'' کا اضافہ

جیسے	مجذوب سے مجذوبانہ	معشوق سے معشوقانہ	محبوب سے محبوبانہ
	منحوس سے منحوسانہ	مظلوم سے مظلومانہ	مسحور سے مسحورانہ وغیرہ۔

۱۰۔ بابِ تفعّل کے مصدر کے آخر میں ''انہ'' کا اضافہ:-

جیسے	تحکُّم سے تحکُّمانہ	تکلّف سے تکلّفانہ	تصرّف سے تصرّفانہ
	تدبُّر سے تدبّرانہ	تبرّک سے تبرّکانہ	تشدّد سے تشدّدانہ
	تاسّف سے تاسّفانہ	تعصّب سے تعصّبانہ	تعیّش سے تعیّشانہ
	تعجب سے تعجبانہ	تکلّم سے تکلّمانہ	تفکّر سے تفکّرانہ
	تبسُّم سے تبسُّمانہ	تصور سے تصورانہ	تملُّق سے تملُّقانہ

تکبر سے تکبرانہ وغیرہ۔

۱۱۔ بابِ تفعیل کے مصدر کے آخر میں ''انہ'' کا اضافہ:-

جیسے تسلیم سے تسلیمانہ تحقیق سے تحقیقانہ تخریب سے تخریبانہ
تحقیر سے تحقیرانہ ترغیب سے ترغیبانہ تخلیق سے تخلیقانہ
تکریم سے تکریمانہ تقلید سے تقلیدانہ تعریف سے تعریفانہ
تدریس سے تدریسانہ تبلیغ سے تبلیغانہ وغیرہ۔

۱۲۔ بابِ تفاعل کے مصدر کے آخر میں ''انہ'' کا اضافہ:-

جیسے تفاخر سے تفاخرانہ تجاہل سے تجاہلانہ تصادم سے تصادمانہ
تغافل سے تغافلانہ تعارف سے تعارفانہ تقابل سے تقابلانہ وغیرہ۔

۱۳۔ بابِ افتعال کے مصدر کے آخر میں ''انہ'' کا اضافہ:-

جیسے انتخاب سے انتخابانہ احتجاج سے احتجاجانہ التماس سے التماسانہ
احترام سے احترامانہ اختلاف سے اختلافانہ اجتہاد سے اجتہادانہ
انتشار سے انتشارانہ وغیرہ۔

۱۴۔ بابِ انفعال کے مصدر کے آخر میں ''انہ'' کا اضافہ:-

جیسے انحراف سے انحرافانہ انقلاب سے انقلابانہ انہماک سے انہماکانہ
انکشاف سے انکشافانہ وغیرہ۔

۱۵۔ بابِ استفعال کے مصدر کے آخر میں ''انہ'' کا اضافہ:-

جیسے استحقاق سے استحقاقانہ استعمار سے استعمارانہ استِفسار سے استِفسارانہ وغیرہ۔

۱۶۔ فعیل کے وزن پر اسماء کے آخر میں ''انہ'' کا اضافہ:-

جیسے حکیم سے حکیمانہ شریف سے شریفانہ خطیب سے خطیبانہ
ادیب سے ادیبانہ بلیغ سے بلیغانہ بہیم سے بہیمانہ
کریم سے کریمانہ حقیر سے حقیرانہ صمیم سے صمیمانہ
قدیم سے قدیمانہ وغیرہ

۱۷۔اسم مبالغہ کے وزن پر اسماء کے آخر میں ''انہ'' کا اضافہ:-

جیسے خلّاق سے خلّاقانہ عیّاش سے عیّاشانہ فیّاض سے فیّاضانہ

سفّاک سے سفّاکانہ مکّار سے مکّارانہ غدّار سے غدّارانہ

جلّاد سے جلّادانہ عیّار سے عیّارانہ نقّاد سے نقّادانہ

نوّاب سے نوّابانہ وغیرہ۔

۱۸۔فُعُول کے وزن پر کچھ جمع مکسّر اسماء کے آخر میں ''انہ'' کا اضافہ:-

جیسے مُلُوک سے مُلُوکانہ (بہ معنیٰ شاہانہ) اور رُسُوم سے رُسُومانہ وغیرہ

اسم فاعل/صفت کے ساتھ ''یا'' (ی) لگا کر اسمِ کیفیت بنانا

اسم فاعل (صفت) کے ساتھ ''یا'' (ی) لگا کر اردو میں اسمِ کیفیت بنانے کا چلن عام ہے مگر عربی الاصل ہونے کے باوجود یہ متغیر صورت عربی میں مستعمل نہیں، اردو کی اختراع ہے۔ اسم فاعل کے آخر میں اضافہ کی جانے والی ''یا'' نہ تو یائے نسبت ہے اور نہ یائے متکلم بلکہ کوئی تیسری چیز ہے۔ کچھ مثالیں ملاحظہ کیجیے:

ساحر سے ساحری (بہ معنیٰ سحر) عاشق سے عاشقی (بہ معنیٰ عشق)

عاجز سے عاجزی (بہ معنیٰ عجز) کاہل سے کاہلی (بہ معنیٰ کہولت)

شاعر سے شاعری (بہ معنیٰ شعر) لائق سے لائقی (بہ معنیٰ لیاقت)

حاکم سے حاکمی (بہ معنیٰ اقتدار، طاقت) حاضر سے حاضری (بہ معنیٰ موجودگی)

مندرجہ بالا مثالوں کی سند اردو شعر و ادب میں ملتی ہے۔ اساتذہ نے عاشقی، ساحری، عاجزی وغیرہ کو باندھا ہے۔ اضافہ کی جانے والی ''یا'' اگر یائے نسبت ہوتی تو ساحری کا معنیٰ ''ساحر سے نسبت رکھنے والا'' ہوتا، یائے متکلم ہوتی تو اس کا معنیٰ ''میرا ساحر ہوتا''، مگر یہاں یہ دونوں صورتیں نہیں ہیں۔ یہ بات قابلِ غور ہے کہ یہ قاعدہ ہر اسم فاعل پر لاگو نہیں ہوتا۔ مثال کے طور پر کچھ ایسے اسمائے فاعل پیش کیے جاتے ہیں جن کی متصرف اور متغیر صورت اردو میں مستعمل نہیں۔

ظالم سے ظالمی (بہ معنیٰ ظلم) جاہل سے جاہلی (بہ معنیٰ جہل)

صابر سے صابری (بہ معنیٰ صبر) غافل سے غافلی (بہ معنیٰ غفلت)

قاتِل سے قاتِلی (بہ معنیٰ قتل) جابر سے جابری (بہ معنیٰ جبر)
طالب سے طالبی (بہ معنیٰ طلب) عاقل سے عاقلی (بہ معنیٰ عقل)
فاتح سے فاتحی (بہ معنیٰ فتح) عالِم سے عالمی (بہ معنیٰ علم)
شاکر سے شاکری (بہ معنیٰ شکر)

اسم فاعل/صفت کی سیکڑوں مثالیں ایسی ہیں جنھیں اس قاعدے سے مستثنیٰ رکھا جاتا ہے۔

اسمِ مفعول/صفت کے ساتھ ''یا'' (ی) لگا کر اسمِ کیفیت بنانا

اسم فاعل کی طرح اسم مفعول (صفت) کے ساتھ بھی ''یا'' (ی) لگا کر اردو میں اسم کیفیت بنانے کا رواج ہے۔ عربی الاصل ہونے کے باوصف اس کی بھی متغیر اور متصرف صورت عربی میں مستعمل نہیں ہوتی۔ اس (اسم مفعول) کے آخر میں اضافہ کی جانے والی ''یا'' نہ تو یائے نسبت ہے اور نہ یائے متکلم۔ مثالیں ملاحظہ کیجیے:

معمول سے معمولی (بہ معنیٰ بے وقعت) مخمور سے مخموری (بہ معنیٰ نشہ)
منظور سے منظوری (بہ معنیٰ قبولیت۔اجازت) محروم سے محرومی (بہ معنیٰ محرومیت)
مشہور سے مشہوری (بہ معنیٰ شہرت) معشوق سے معشوقی (بہ معنیٰ دل ربائی)
معصوم سے معصومی (بہ معنیٰ عصمت) مظلوم سے مظلومی (بہ معنیٰ ظلم)
مجبور سے مجبوری (بہ معنیٰ جبر) محکوم سے محکومی (بہ معنیٰ غلامی)
محصور سے محصوری (بہ معنیٰ محاصرہ) معروض سے معروضی
مجموع سے مجموعی مخروط سے مخروطی

اسم فاعل کی طرح مفعول کی بھی سیکڑوں مثالیں ہیں جنھیں اس قاعدے سے مستثنیٰ رکھا جاتا ہے۔ کچھ مثالیں ملاحظہ کیجیے:

محفوظ سے محفوظی ملزوم سے ملزومی مقتول سے مقتولی
مشہود سے مشہودی مطلوب سے مطلوبی ملحوظ سے ملحوظی
معقول سے معقولی ممنوع سے ممنوعی مولود سے مولودی
موقوف سے موقوفی مقبول سے مقبولی مقصود سے مقصودی
مفتوح سے مفتوحی معلوم سے معلومی اردو میں مستعمل نہیں ہے۔

فعیل (بہ معنیٰ فاعل یا مفعول) کے وزن پر اسماء کے ساتھ ''یا'' لگانا

فعیل کے وزن پر آنے والے بعض اسماء فاعل کا معنیٰ دیتے ہیں مثلاً رقیب، نصیر، خبیر، امیر، وکیل...... اور بعض مفعول کا معنیٰ دیتے ہیں مثلاً قتیل، حمید، مجید، حبیب، سعید، لعین وغیرہ۔ خلاّ قانہ تصرف کرتے ہوئے فعیل کے وزن پر آنے والے متعدد اسماء کے آخر میں ''یا'' کا اضافہ کیا جاتا ہے۔ یہ یائے نسبت یا یائے متکلم نہیں ہے کیوں کہ اگر اسے یائے نسبت مانا جائے تو امیری کا معنیٰ ہوگا ''امیر سے نسبت رکھنے والا'' اور اگر یائے متکلم مانا جائے تو معنیٰ ہوگا ''میرا امیر''۔ کچھ مثالیں ملاحظہ کیجیے:

غریب سے غریبی (بہ معنیٰ غربت) ضعیف سے ضعیفی (بہ معنیٰ ضعف)

امیر سے امیری (بہ معنیٰ امارت) اسیر سے اسیری (بہ معنیٰ اسارت۔غلامی)

مگر اس وزن پر آنے والے اسماء کی غالب اکثریت اس قاعدے کلیے سے مستثنیٰ ہے اور اردو میں مستعمل نہیں۔ کچھ مثالیں ملاحظہ کیجیے:

غلیظ سے غلیظی بلیغ سے بلیغی بعید سے بعیدی قلیل سے قلیلی

جمیل سے جمیلی ظریف سے ظریفی شریر سے شریری طویل سے طویلی وغیرہ

اسم فاعل کے ساتھ یائے مشدد + ت (یّت) لگا کر اسمِ صفت / کیفیت بنانا

اردو میں مستعمل کچھ ایسے اسم فاعل ہیں جن کے آخر میں یائے مشدد + ت (یّت) کا اضافہ کر کے انھیں اسمِ صفت بنا لیا جاتا ہے۔ عربی الاصل ہونے کے باوصف یہ الفاظ اردو ترکیب میں تو شامل ہو جاتے ہیں لیکن اپنی اصل زبان عربی میں اس طرح مستعمل نہیں ہیں۔ کچھ مثالیں ملاحظہ کیجیے:

صارِف سے صارِفیت سالم سے سالمیت خالص سے خالصیت

عامل سے عاملیت ظاہر سے ظاہریت صالح سے صالحیت

داخل سے داخلیت قابل سے قابلیت آمر سے آمریت

حاکم سے حاکمیت خاص سے خاصیت جاذب سے جاذبیت وغیرہ۔

اسم فاعل کی سیکڑوں مثالیں ایسی بھی ہیں جو اس قاعدے سے مستثنیٰ ہیں مثلاً:

شاکر سے شاکریت　　طالب سے طالبیت　　ظالم سے ظالمیت

عالم سے عالمیت　　قاتل سے قاتلیت　　قاصد سے قاصدیت

بالغ سے بالغیت　　راشد سے راشدیت　　ساقط سے ساقطیت

عاجز سے عاجزیت وغیرہ۔

اسم مفعول کے ساتھ یائے مشدد+ ت (یّت) کا اضافہ کر کے اسم صفت/کیفیت بنانا

اردو میں مستعمل کچھ ایسے اسم مفعول بھی ہیں جن کے آخر میں یائے مشدد+ ت (یّت) لگا کر اسم صفت/کیفیت بنا لیا جاتا ہے۔عربی الاصل ہونے کے باوصف یہ الفاظ بھی اردو ترکیب میں شامل تو ہو جاتے ہیں لیکن عربی میں اس طرح مستعمل نہیں ہوتے۔ کچھ مثالیں ملاحظہ کیجیے:

مقبول سے مقبولیت　　موزون سے موزونیت　　محکوم سے محکومیت

مصروف سے مصروفیت　　مظلوم سے مظلومیت　　معقول سے معقولیت وغیرہ۔

اسم مفعول کی سیکڑوں مثالیں ایسی بھی ہیں جو اس قاعدے سے مستثنیٰ ہیں مثلاً:

منظور سے منظوریت　　مجبور سے مجبوریت　　مبہوت سے مبہوتیت

مقروض سے مقروضیت　　محفوظ سے محفوظیت　　مضبوط سے مضبوطیت

مجہول سے مجہولیت　　مرغوب سے مرغوبیت　　مطلوب سے مطلوبیت

معروف سے معروفیت وغیرہ

اسم کے آخری حرف ہمزہ (ء) کو ساقط کرنا

اردو میں مستعمل عربی کے ایسے اسماء کی تعداد کم نہیں ہے جن کے آخر میں ہمزہ آتا ہے۔املاء میں سہولت اور چلن کے پیشِ نظر اس ہمزہ کو ساقط کر دیا جاتا ہے،البتہ اضافت میں اور شعری ضرورت کے تحت برقرار رہتا ہے۔اُردو میں عام طور پر اِفعال کے وزن پر آنے والے اسموں مثلاً اِخفاء، اِغواء، اِجراء، اِفتاء، اِعلاء، اِحیاء، اِفشاء اور املاء کے آخری حرف ہمزہ کو حذف کر کے اِخفا، اِغوا، اِجرا، اِفتا، اِعلا، اِحیا، اِفشا اور املا لکھا جاتا ہے۔

یہی صورت حال بابِ افتعال کے وزن پر آنے والے ان اسمائے مصادر کی ہے جن کے آخر میں ہمزہ آتا ہے مثلاً ابتداء، ابتلاء، ارتقاء، اِستواء، اشتہاء، اعتناء، افتراء، اقتداء، اکتفاء، التجاء، اور انتہاء کے آخری حرف ہمزہ کو ختم کر کے ابتدا، ابتلا، ارتقا، اِستوا، اشتہا، اعتنا، افترا، اقتدا، اکتفا، التجا، اور انتہا وغیرہ لکھا جاتا ہے۔

اِستفعال کے وزن پر آنے والے اسماء مثلاً اِستثناء، اِستغناء اور اِستہزاء وغیرہ کے آخری حرف ہمزہ کو ختم کر کے اِستثنا، اِستغنا اور اِستہزا وغیرہ لکھا جاتا ہے۔

یہی سلوک جمع مکسّر کے وزن پر آنے والے اسموں سے کیا جاتا ہے مثلاً اُمَراء، غرباء، طُلَباء، شرکاء، شرفاء، وکلاء، وزراء، ورثاء، فقہاء، فقراء، فضلاء، فصحاء، صلحاء، قُدَماء، علماء، جہلاء............اجزاء، آراء، اسماء، اعضاء، اَقرِباء وغیرہ کے آخری حرف ہمزہ کو ختم کر کے اُمَرا، غربا، طُلَبا، شرکا، شرفا، وکلا، وزرا، ورثا، فقہا، فقرا، فضلا، فصحا، صلحا، قُدَما، علما، جہلا............اجزا، آرا، اسما، اعضا، اَقرِبا وغیرہ لکھا جاتا ہے۔

ایسے بہت سے اور بھی اسماء ہیں جن کے آخر میں ہمزہ آتا ہے لیکن لکھنے میں اسے ختم کر دیا جاتا ہے مثلاً اَثناء، رَجاء، دُعاء، رضاء، خَلاء، جَزاء، بِناء، بَہاء، بقاء، ثناء، حیاء، دواء، سخاء، نساء، نِداء، قُباء اور غِناء وغیرہ کو ہمزہ کے بغیر اَثنا، رَجا، دُعا، رضا، خَلا، جَزا، بِنا، بَہا، بقا، ثنا، حیا، دوا، سخا، نسا، نِدا، قُبا اور غِنا وغیرہ لکھا جاتا ہے۔

پرانے معنیٰ پر قائم متغیر تراکیب

اردو میں مستعمل عربی کے ایسے الفاظ بھی موجود ہیں جن کی صورت تو بدل گئی مگر معانی نہیں بدلے۔ مثالیں ملاحظہ کیجیے:

اردو میں متغیر صورت	عربی میں اصل الفاظ
خیر سلا	خیر وصلاح
افراتفری	افراط وتفریط
بک بک	بق بق
جھک جھک	زق زق

وہ الفاظ جن کی شکل قائم ہے مگر معنی بدل گئے

اُردو میں مستعمل عربی الفاظ	عربی معنی	اردو معنی
نقد	پرکھنا	دام کی فوری ادائی
جناب	چوکھٹ	تعظیمی لفظ
حضرت	پیش گاہ	تعظیمی لفظ
دولت	سلطانی	زر و مال
غارت	ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ میں جانا	بربادی
مقدّمہ	آگے کیا ہوا	پیش کرنا۔ عدالت کا مقدمہ
متین	مضبوط۔ بھاری	مہذب
میزان	تول۔ ترازو	اعداد کی جمع
مذاق	چکھنا	ظرافت۔ بذلہ سنجی
اِہتمام	غم کھانا	انتظام کرنا
اِنتِظام	دھاگے میں پرونا	بندوبست کرنا
غلام	لڑکا	بندہ۔ چاکر
فرض	واجب	ذِمّہ داری
فوج	جھُنڈ۔ گروہ	لشکر
شکل	مثل۔ مشابہ	صورت
منظور	دیکھا گیا	قبول کرنا
غرور	دھوکا	اپنی بڑائی کا احساس
انکسار	ٹوٹنا	خاک ساری، عاجزی
عمارت	آباد کرنا	بڑا مکان

اِقبال	سامنے آنا	خوش قسمتی
اِدبار	پیچھے جانا	بدقسمتی، زوال
خراب	ویران	بگاڑ۔ بگڑا ہوا کام
دِقّت	باریکی	مشکل
امیر	حاکم	دولت مند
غریب	مسافر۔ پردیسی	مفلس
تربت	مٹی	قبر
عرصہ	میدان۔ صحن	مدّت
مُدّت	درازی	زمانہ۔ عمر۔ ماہ وسال
موضع	جگہ	گاؤں
دہشت	حیرانی	خوف وہراس
اِشتہاء	خواہش	کھانے کی طلب
غرض	نشانہ	مقصد
بخار	بھاپ	تپ
قطعاً	کاٹ کر (یعنی ہر شک کو کاٹ کر)	یقینی طور سے
لفافہ	لپیٹ	خول۔ غلاف
اعتراض	آگے آجانا۔ سامنے پھیل جانا	گرفت۔ تنقیص۔ شکایت
عرض	پھیلانا	پیش کرنا
متانت	بھاری ہونا	مہذّب ہونا
محاذ	مقابل	لڑائی کا میدان
شکیل	ہم مثل	خوب صورت
اِستِقلال (مادہ قلل)	کم سمجھنا	مضبوط۔ ثابت قدمی

غلیظ	موٹا۔گاڑھا	نجس
مکان	ہونے کی جگہ	گھر
خاطر	دل میں کھٹکنے والا	مہمان کی تواضع کرنا
مِنّت	احسان	عاجزانہ خوشامد

اس قسم کے ہزاروں عربی لفظ ہیں جو اپنے خاص معنوں میں ہماری اردو کے خاص لفظ ہو گئے ہیں۔

تخریبِ زبان کا باعث تصرف وتغیر

روزمرّہ بول چال اور لکھنے میں اردو میں مستعمل عربی کے خوب صورت الفاظ کو بگاڑنے کا عمل آج کل کثرت اور تیزی سے جاری ہے۔اس قبیح عمل کو بعض لوگ خلاّقانہ تصرف میں شمار کرتے ہیں۔کچھ ایسی مثالیں پیش کی جاتی ہیں جن سے واضح ہوگا کہ نام نہاد خلاّقانہ تصرف زبان کے بگاڑ میں کیا گُل کھلاتا ہے۔

ا۔مصدر/اسم کے آخر میں تشدید کے ساتھ ''یّت'' کا اضافہ

استعمال کیے جانے والے غلط الفاظ	درست الفاظ	وضاحت
ممنونیّت سے دیکھا	بہ نظرِ امتنان دیکھا۔ امتنان سے دیکھا	ممنون اسم مفعول ہے اس کے ساتھ ''یّت'' کا اضافہ خلافِ قاعدہ وقرینہ ہے۔اسم مصدر امتنان اس مفہوم کو بہتر طور پر واضح کرتا ہے۔
مُبہمائیّت	ابہام	مُبہم اسم مفعول ہے۔ اس کے ساتھ ''ئیّت'' کا اضافہ مُضحِک اور خلافِ قاعدہ ہے۔ اسم مصدر اِبہام اس مفہوم کو بہتر طور پر واضح کرتا ہے۔
یقینیت	یقین۔تیقُّن۔اِیقان	یہ ترکیب مُضحِک اور خلاف قاعدہ ہے۔
تکمیلیّت	تکمیل	''یّت'' کا اضافہ مُضحِک اور سراسر تکلف ہے۔
اِدّعائیّت	اِدّعا۔دعوٰی	''یّت'' کا اضافہ مُضحِک اور سراسر تکلف ہے۔
جوازیّت	جواز	''یّت'' کا اضافہ مُضحِک اور تکلف ہے۔

تخلیقیت	تخلیق	''یّت'' کا اضافہ غیر ضروری اور تکلف ہے۔
تصوّریّت	تصوّر	''یّت'' کا اضافہ غیر ضروری اور تکلف ہے۔
تفہیمیت	تفہیم	''یّت'' کا اضافہ غیر ضروری اور تکلف ہے۔
تکفیریّت	تکفیر	''یّت'' کا اضافہ غیر ضروری اور تکلف ہے۔
تشکیلیّت	تشکیل	''یّت'' کا اضافہ غیر ضروری اور تکلف ہے۔
تحقیقیت	تحقیق	''یّت'' کا اضافہ غیر ضروری اور تکلف ہے۔
زلزلیّت	یہ لفظ زلزلہ سے گھڑا گیا ہے۔	یہ محض لفظی بازی گری ہے۔
فضولیّت	یہ لفظ فضول سے گھڑا گیا ہے	''یّت'' کا اضافہ غیر ضروری اور تکلف ہے۔
ملائمیّت	یہ اصل میں مُلائمت ہے یعنی مُلائم سے اسم کیفیت	یہ محض لفظی بازی گری ہے۔
معیاریت	معیار	''یّت'' کا اضافہ غیر ضروری اور تکلف ہے۔
فکریت	فکر	''یّت'' کا اضافہ غیر ضروری اور تکلف ہے۔
اثریت	اثر	''یّت'' کا اضافہ غیر ضروری اور تکلف ہے۔
نتائجیت	نتیجہ خیزی	یہ محض لفظی بازی گری ہے۔
کرداریت	کردار	یہ محض لفظی بازی گری ہے۔
سندھیت	یہ لفظ ''سندھی ازم'' کے لئے گھڑا گیا ہے	یہ محض لفظی بازی گری ہے۔
گاندھیت	یہ لفظ ''گاندھی ازم'' کے لئے گھڑا گیا ہے	محض لفظی بازی گری ہے۔
سنگلاخیت	سنگلاخ سے گھڑا گیا ہے	یہ محض لفظی بازی گری ہے۔

عربیت	عربی سے گھڑا گیا ہے۔	یہ محض لفظی بازی گری ہے۔
مقصدیت	مقصد	یہ محض لفظی بازی گری ہے۔

۲۔جمع سالم مونّث کے ساتھ یائے نسبت لگا کر اسم صفت بنانا

استعمال کیے جانے والے غلط الفاظ	درست الفاظ	وضاحت
تہذیباتی رکھ رکھاؤ	تہذیبی رکھ رکھاؤ	جمع کی بجائے واحد کے ساتھ یائے نسبت کا اضافہ آسان ہے اور فصیح بھی
تالیفاتی کاوش	تالیفی کاوش	جمع کی بجائے واحد کے ساتھ یائے نسبت کا اضافہ آسان ہے اور فصیح بھی
تلمیحاتی پس منظر	تلمیحی پس منظر	جمع کی بجائے واحد کے ساتھ یائے نسبت کا اضافہ آسان ہے اور فصیح بھی
تمثیلاتی	تمثیلی	جمع کی بجائے واحد کے ساتھ یائے نسبت کا اضافہ آسان ہے اور فصیح بھی
تخلیقاتی	تخلیقی	جمع کی بجائے واحد کے ساتھ یائے نسبت کا اضافہ آسان ہے اور فصیح بھی
تحقیقاتی	تحقیقی	جمع کی بجائے واحد کے ساتھ یائے نسبت کا اضافہ آسان ہے اور فصیح بھی
صوتیاتی	صوتی	جمع کی بجائے واحد کے ساتھ یائے نسبت کا اضافہ آسان ہے اور فصیح بھی
عُمرانیاتی	عُمرانی	جمع کی بجائے واحد کے ساتھ یائے نسبت کا اضافہ آسان ہے اور فصیح بھی
تشکیلاتی	تشکیلی	جمع کی بجائے واحد کے ساتھ یائے نسبت کا اضافہ آسان ہے اور فصیح بھی
اُلوہیاتی	اُلوہی	الف اور تی کا اضافہ غیر ضروری ہے۔

۳۔مصدر اِفعال اور اِنفِعال کے ساتھ ''یا'' (ی) کا اضافہ

اِفعال کے وزن پر بہت استعمال کیا جانے والا لفظ اِفطار (غروبِ آفتاب کے وقت روزہ چھوڑنا) غلط طور پر افطاری بولا اور لکھا جاتا ہے۔نشر و اشاعت کے ادارے اس کی تکرار بڑے التزام سے کرتے رہتے ہیں۔ طُرفہ یہ کہ اِفطاری (Iftari) اب اَفطاری (Afari) میں بدل گیا ہے۔اب تو پڑھے لکھے لوگ بلکہ ''علماءٗ'' بھی اِفطار (Iftar) کو اَفطاری (Aftari) کہتے سنے اور دیکھے جاتے ہیں۔ اِفطار کے وزن پر زیادہ تر الفاظ کے ساتھ ''یا'' کا اضافہ طبیعت میں انقباض پیدا کرنے کا باعث بنتا ہے۔ اجلاسی، احساسی، احسانی، ادخالی، ارسالی، اظہاری، اِعلانی، اور اسرافی وغیرہ کو لکھنا اور بولنا تو کجا، کسی باذوق آدمی کو سننا بھی گوارا نہیں ہوتا۔

البتہ انکار کے ساتھ ''یا'' کا اضافہ کر کے بنایا ہوا لفظ ''انکاری'' فاعل (انکار کرنے والا) کا معنی دیتا ہے۔اسی طرح اقبال سے اِقبالی (قبول کرنے والا) بھی فاعل کا معنی دے گا۔ اِلحاد سے اِلحادی (اِلحاد سے متعلق)، الہام سے الہامی (الہام سے متعلق) اور اعزاز سے اعزازی (اعزاز سے متعلق) میں اضافہ کی جانے والی ''یا'' کو یائے نسبت مانا جائے گا مگر ایسی مثالیں بہت کم ہیں۔ یہ بات پیشِ نظر رہنی چاہیے کہ عربی الاصل ہونے کے باوصف یہ متغیر الفاظ عربی میں اس تغیر اور معنی کے ساتھ مستعمل نہیں ہیں۔

اسی طرح انکسار (باب انفعال) کو تواتر کے ساتھ انکساری لکھا اور بولا جا رہا ہے۔ یہ غیر ضروری بلکہ غلط تصرّف ہے۔کسی شخص کا ذوقِ سلیم انحرافی، اِندِمالی، انعقادی، انہا کی، انکشافی اور انعکاسی وغیرہ کو قبول نہیں کر سکتا البتہ انقلاب سے انقلابی بطور فاعل (انقلاب لانے والا) بولا اور لکھا جاتا ہے۔ اِنفِراد سے اِنفِرادی اور اِنسِداد سے اِنسِدادی میں اضافہ کی جانے والی ''یا'' کو یائے نسبت مانا جائے گا لیکن ایسی مثالیں بہت کم ہیں۔

حواشی وحوالہ جات

۱۔ زیر بحث الفاظ کے مادوں، مشتقات اور معانی کے سلسلے میں مندرجہ ذیل لغوی مصادر سے استفادہ کیا گیا ہے:

- الیسوعی، لویس معلوف، المنجد (بیروت: دارالمشرق، ۱۹۷۳ء)
- البستانی، الشیخ عبداللہ، فاکھتہ البستان (بیروت: المطبعتہ الامیر، ۱۹۳۰ء)
- بلیاوی، مولانا عبدالحفیظ، مصباح اللغات (کراچی: مدینہ پبلشنگ کمپنی، ۱۹۸۲ء)
- فرہنگِ عمید (جلد-۲)، باہتمام مؤسسہ انتشاراتِ امیر کبیر، تہران ۱۳۶۳ھ
- سیّد تصدق حسین رضوی، لغاتِ کشوری، باہتمام منشی نول کشور مطبع اودھ اخبار، سن ندارد
- مولوی فیروز الدین، فیروز اللغات۔ فارسی، (لاہور: فیروز سنز، ۱۹۵۲)
- رفیق احمد ساقی، پروفیسر سید امیر کھوکھر، جامع فارسی لغات، (جہلم: بک کارنر، ۲۰۱۴ء)
- نیرّ، مولوی نور الحسن، نور اللغات (جلد۲-۳)، (لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۱۹۸۹ء)
- سیّد احمد دہلوی، مولوی، فرہنگِ آصفیہ جلد۱-۲ (لاہور: اردو سائنس بورڈ، ۲۰۰۳ء)
- اردو لُغت بورڈ، اردو لُغت، جلد۱۱ (کراچی: ترقی اردو بورڈ، ۱۹۹۰ء)
- عبدالمجید، خواجہ، جامع اللغات جلد۲ (لاہور: اردو سائنس بورڈ، ۲۰۰۳ء)
- حقی، شان الحق، فرہنگِ تلفظ (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۹۵ء)
- خویشگی، محمد عبداللہ خان، فرہنگِ عامرہ (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۹ء)
- سرہندی، وارث، علمی اردو لغت (لاہور: علمی کتاب خانہ، ۲۰۱۲ء)
- فتح پوری، ڈاکٹر فرمان، رافع اللغات (لاہور: الفیصل ناشران، ۲۰۰۵ء)

آپ ہمارے کتابی سلسلے کا حصہ بن سکتے
ہیں مزید اس طرح کی شاندار،
مفید اور نایاب کتب کے حصول کے لئے
ہمارے وٹس ایپ گروپ کو جوائن کریں

ایڈمن پینل
عبداللہ عتیق : 03478848884
سدرہ طاہر : 03340120123
حسنین سیالوی : 03056406067

زبان کا تلفظ......زَبان یا زُبان

زبان کا تلفظ زَبان ہے یا زُبان، یا دونوں طرح سے درست ہے، مختلف فیہ مسئلہ بنالیا گیا ہے، بعض لوگ تخصیص کرتے ہیں کہ زَبان(Zabaan) جیبھ کے لئے ہے اور زُبان(Zubaan) بولی(Language) کے لئے۔ لُغت کے کچھ اساتذہ اور طلبہ مُصر ہیں کہ زُبان جیبھ کے لئے ہے اور زَبان بولی کے لئے۔ اہلِ علم کی غالب اکثریت اس تخصیص کو نہیں مانتی۔ اس صورتِ حال میں تحقیق کے طالب علم کے لئے ضروری ہے کہ وہ لغوی مصادر کی طرف رجوع کرے۔ آج سے کوئی ہفتہ عشرہ قبل (اگست ۲۰۱۴ء میں) محترم پروفیسر سیف اللہ خالد[1] نے زبان کے تلفظ اور اِعراب کی بابت میری رائے پوچھی تو مجھے دستیاب لغوی مصادر کھنگالنے پڑے۔ اس بارے میں کوئی دوسری رائے نہیں ہے کہ ''زبان'' پہلوی (فارسی) لفظ ہے اور ایران سے ہندوستان میں آیا ہے۔ فارسی کی چار اور اردو کی آٹھ لغات (فرہنگیں) میرے پیشِ نظر ہیں۔ ''زبان'' کے تلفظ، اعراب اور معنی و مفہوم کے حوالے سے حاصلِ مطالعہ قارئین کی نذر ہے۔ چوں کہ ایک ہی لفظ ''زبان'' کا تلفظ، اِعراب اور معنی زیرِ بحث ہیں، لہٰذا اس تحریر میں لفظی اور معنوی تکرار غیر اختیاری امر ہے۔

سب سے پہلے ایران سے شایع ہونے والی سہ جلدی فرہنگِ عمید کا نقطۂ نظر پیش کیا جاتا ہے۔ اس کی جلد دوم میں زَبان (بفتحِ اول) اور زُبان (بضمِّ اول) مندرج ہیں۔ یہ بھی وضاحت موجود ہے کہ پہلوی میں اس کی اصل زفان ہے۔ اس کے دو مفہوم رقم کیے گئے ہیں:

۱۔ عُضوِ گوشت و متحرک کہ در دہانِ انسان و حیوان قرار دارد۔ وبآں مزۂ چیز ہا چشیدہ

می شود و بہ جوعِ بدن غذا بلع آں کمک می کند و انسان بوسیلۂ آں حرف می زند۔

۲۔ بہ معنیٰ لہجہ وطرزِ تکلّم وگفتارِ ہر قوم وملّت نیز می گویند۔[۲]

لغاتِ کِشوُری (کِشوُری نہیں) برصغیر پاک و ہند میں فارسی کی مستند لغات مانی جاتی ہے۔اس میں زَبان (بفتحِ اوّل) مندرج ہے جس کا اردو میں معنیٰ لکھا گیا ہے: ''بولی اور مُنہ میں جو زبان (جیبھ) ہے۔''[۳]

فیروز اللغات (فارسی) میں زَبان اور زُبان ہر دو طرح سے درست مانا گیا ہے۔جیبھ اور بولی دونوں معنیٰ لکھے گئے ہیں لیکن زَبان (بفتحِ اوّل) کا ایک اور معنی بتایا گیا ہے جو کسی اور لغات میں مندرج نہیں:

''دشمن کی فوج میں سے گرفتار کیا ہوا آدمی جس سے دشمن کی فوج کے حالات اور تعداد معلوم ہو سکے۔[۴]

جامع فارسی لغات میں ''زبان'' بغیر کسی اعراب کے مرقوم ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ زبر اور پیش دونوں کے ساتھ لکھا اور پڑھا جا سکتا ہے۔یہاں تین معنی لکھے گئے ہیں جیبھ، بول چال کا ذریعہ اور بول چال۔[۵]

اب اردو کی فرہنگوں میں موجود لفظ ''زبان'' کا جائزہ لیا جاتا ہے۔نور اللغات اردو کی جامع اور مستند فرہنگوں میں سے ایک ہے۔اس لغات میں ''زبان'' کے اعراب کے بیان میں ایک سنگین سہو ہوا ہے۔نور اللغات میں مرقوم ہے:

زبان (بفتحِ اوّل و نیز بضمِ دوم)

جس کا مطلب اور مفہوم صرف یہی نکلتا ہے کہ زاء پر زبر اور باء پر پیش، لیکن ایسا ممکن نہیں ہو سکتا کیوں کہ ''زبان'' کے باء کے آگے الف ہے جس کی وجہ سے باء پر پیش لکھی اور بولی نہیں جا سکتی۔صاحبِ نور اللغات کے پیشِ نظر غالباً یہ عبارت ہوگی:

''زبان (بفتحِ اوّل نیز بضمِّ اوّل) یعنی زبان کے پہلے حرف زاء پر زبر اور پیش دونوں آ سکتے ہیں۔''

اس کے معانی کی فہرست کچھ اس طرح ہے: جیبھ، بول چال، روزمرہ، بولی جس کے ذریعے سے انسان اپنے دل کی بات ظاہر کر سکے۔اقرار اور وعدہ وغیرہ۔[۶]

فرہنگِ آصفیہ میں زَبان اور زُبان ہر دو طریقے سے مرقوم ہے۔ جیبھ، لسان، بول چال، گویائی، نطق، بولی، محاورہ، بات، قول وقرار، وعدہ اور بیان اس کے معانی بتائے گئے ہیں۔ (۷)

اردو لغت بورڈ (ترقی اردو بورڈ) کراچی کے زیرِ اہتمام شایع ہونے والی معروف فرہنگ اردو لُغت میں زبان (بفتحِ اوّل نیز بضمِ اوّل) یعنی زَبان اور زُبان دونوں طرح سے مُندرج ہے۔ اس کے معانی ہیں: مُنہ کے اندر کا وہ عضو جس میں قوت ذائقہ ہوتی ہے اور جو نطق کا آلہ ہے یعنی جیبھ۔ بولی، جس کے ذریعے انسان تکلم یا تحریر کی صورت میں اپنے خیالات اور جذبات کو ظاہر کرتا ہے۔ بول چال، روزمرّہ، بات، قول، اقرار، وعدہ، اندازِ بیان، قلم کی نوک، تیر و خنجر کی نوک وغیرہ۔ (۸)

جامع اللغات میں زَبان اور زُبان دونوں طرح سے لکھا ہوا ہے۔ معانی کی فہرست کچھ اس طرح ہے: گوشت کا سُرخ ٹکڑا جو مُنہ میں ہوتا ہے۔ اس میں قوتِ ذائقہ ہوتی ہے اور انسان اس کے ذریعے بولتا ہے یعنی جیبھ۔ بولی، جس سے انسان اپنے خیالات ظاہر کرتا ہے۔ بول چال، روزمرہ، بدزبانی، اقرار، وعدہ، بیان کرنے کا انداز، شعلہ، تیغ و خنجر سے استعارہ کرتے ہیں۔ (۹)

شان الحق حقی نے فرہنگِ تلفظ میں زُبان (بضمِ اوّل) لکھنے کے بعد ''زبان'' سے تشکیل پانے والے محاوروں میں زَبان (بفتحِ اوّل) لکھا ہے۔ زباں (غُنّہ کے ساتھ) کو بھی زَباں (بفتحِ اوّل) اور زُباں (بضمِ اوّل) رقم کیا ہے۔ (۱۰)

محمد عبداللہ خان خویشگی کی فرہنگِ عامرہ میں بھی زَبان اور زُبان دونوں مرقوم ہیں۔ (۱۱)

آخر میں دو ایسی فرہنگوں کا ذکر بہت اہم ہے جن میں زبر کی بجائے پیش سے زُبان مرقوم ہے۔ ان میں پہلی وارث سرہندی کی علمی اُردو لغت (۱۲) اور دوسری ڈاکٹر فرمان فتح پوری کی رافع اللغات ہے۔ (۱۳) ان دونوں فرہنگوں میں زَبان کی بجائے زُبان ہے۔ علمی اردو لغت کا اختصاص یہ ہے کہ اس میں زبان کی ذیل میں اڑھائی سو کے لگ بھگ زُبان سے تشکیل پانے والے محاوروں اور کہاوتوں میں زُبان کی زاء پر بڑے التزام کے ساتھ پیش لگایا گیا ہے۔

اس پورے جائزے سے درج ذیل نتائج اخذ کیے جاسکتے ہیں:

۱۔ اس تخصیص کا تاثر زائل ہوجاتا ہے کہ زَبان اور زُبان میں سے ایک جیبھ کے لئے ہے اور

دوسرا بولی (Language) کے لئے۔

۲۔ زیر، زبر اور پیش کی ترتیب کے لحاظ سے فرہنگوں میں پہلے زبر کے ساتھ زَبان اور پھر پیش کے ساتھ زُبان مرقوم ہے۔ اس سے یہ نتیجہ اخذ کرنا درست نہیں کہ ''زَبان'' زبر کے ساتھ لکھنے اور بولنے کو ترجیح حاصل ہے۔

۳۔ فارسی اور اردو کے دستیاب مصادر میں سے دو کے علاوہ باقی میں زَبان اور زُبان دونوں درست ہیں۔ علمی اردو لغت اور رافع اللغات میں زبر کی بجائے پیش کے ساتھ زُبان لکھا ہوا ملتا ہے لیکن ان دونوں میں یہ بھی نہیں لکھا ہوا ہے کہ زبر کے ساتھ زَبان غلَط ہے۔

حواشی وحوالہ جات

۱۔ ممتاز ادیب، نقاد اور شاعر......سابق صدر شعبۂ اردو، سابق مدیر ''فاران'' گورنمنٹ اسلامیہ کالج سول لائنز......لاہور

۲۔ فرہنگِ عمید (جلد-۲)، باہتمام مؤسسہ انتشاراتِ امیر کبیر، تہران ۱۳۶۳ھ ص ۱۲۹۶

۳۔ سیّد تصدق حسین رضوی، لغاتِ کشوری، باہتمام منشی نول کشور مطبع اودھ اخبار، سن ندارد، ص ۳۴۳

۴۔ مولوی فیروز الدین، فیروز اللغات۔ فارسی، (لاہور: فیروز سنز، ۱۹۵۲) ص ۵۳۳

۵۔ رفیق احمد ساقی، پروفیسر سید امیر کھوکھر، جامع فارسی لغات، (جہلم: بک کارنر، ۲۰۱۴ء) ص ۳۳۴

۶۔ نیرّ، مولوی نور الحسن، نور اللغات (جلد ۲-۳)، (لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۱۹۸۹ء) ص ۲۳۳

۷۔ سیّد احمد دہلوی، مولوی، فرہنگِ آصفیہ جلد ۱-۲ (لاہور: اردو سائنس بورڈ، ۲۰۰۳ء) ص ۴۰۲

۸۔ اردو لُغت بورڈ، اردو لُغت، جلد ۱۱ (کراچی: ترقیٔ اردو بورڈ، ۱۹۹۰ء) ص ۱۹

۹۔ عبد المجید، خواجہ، جامع اللغات جلد ۲ (لاہور: اردو سائنس بورڈ، ۲۰۰۳ء) ص ۱۱۵۹

۱۰۔ حقی، شان الحق، فرہنگِ تلفظ (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۹۵ء) ص ۵۸۹

۱۱۔ خویشگی، محمد عبد اللہ خان، فرہنگِ عامرہ (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۹ء) ص ۳۰۶

۱۲۔ سرہندی، وارث، علمی اردو لغت (لاہور: علمی کتاب خانہ، ۲۰۱۲ء) ص ۸۴۴

۱۳۔ فتح پوری، ڈاکٹر فرمان، رافع اللغات (لاہور: الفیصل ناشران، ۲۰۰۵ء) ص ۴۰۱

مصنف کی لسانی تحقیق پر اہلِ قلم کا مزید کام:

۱۔ لسانی لغت: (غازی علم الدین کے حوالے سے)

مرتب: ڈاکٹر مناظر عاشق ہرگانوی، ۲۰۱۴ء

ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی (بھارت)

۲۔ اُردو: معیار اور استعمال

(غازی علم الدین کی کتاب "لسانی مطالعے" کے حوالے سے)

مرتب: ڈاکٹر مناظر عاشق ہرگانوی، ۲۰۱۴ء

ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی (بھارت)

۳۔ مفاہیم (غازی علم الدین — فکر و فن نمبر)

اکتوبر، دسمبر ۲۰۱۴ مدیر: سرور حقانی ساہیجی جھارکھنڈ (بھارت)

رابطہ: موبائل: 0345-9722331

لسانی مطالعے

پروفیسر غازی علم الدین